بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا انکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔

سورہ محمد آیت: ۲۴ (القرآن الحکیم)

تفسیرِ عزیزی

پارہ (۶) لَا یُحِبُّ اللّٰہُ

محمد لقیط خان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم نے آسان کیا، قرآن سمجھنے کے لئے
سو ہے کوئی جو سوچے سمجھے۔(القرآن)

تفسیر عزیزی

پارہ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ

آسان ترجمہ، بمعہ ضروری توضیح اور تشریحات کے ساتھ

*

ذوقِ قرآن فہمی اُجاگر کرنے کی سمت ایک کوشش

از

محمد لقیط خان

ادارۂ نشریاتِ ولی

18/927 حسن آباد، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی
فون 6360656

Marfat.com

جُملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اوّل ......فروری ۲۰۰۷ء محرم الحرام ۱۴۲۸ھ
تعداد ......ایک ہزار
سرورق ......رشید شاہد
باہتمام ......سلمان نشیط، عدنان لطیف و برادران
کمپوزنگ......محمد جاوید اقبال ثاقب
مطبع ......عابد پریس کراچی
ہدیہ ......۱۵۰/ ایک سو پچاس روپے صرف

۲۹۷۶۱۴
ل ۵۱۱ ت
۷۶۶۹۵

تقسیم کنندگان

- ☆ احمد بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۲۳۴۸۷
- ☆ ویلکم بک پورٹ اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۹۵۸۱_۲۶۳۳۱۵۱
- ☆ فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی فون: ۵_۲۶۲۹۷۲۰
- ☆ رحمٰن بک ہاؤس اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۶۷۵۱
- ☆ دارالاشاعت اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۱۸۶۱_۲۲۱۳۷۶۸
- ☆ علمی کتاب گھر اُردو بازار کراچی فون:
- ☆ فرید پبلشرز اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۷۰۰۵۷
- ☆ البلال بک سینٹر اُردو بازار کراچی فون: ۲۶۳۲۶۶۴
- ☆ البدر بک کارنر اُردو بازار کراچی فون معرفت: ۲۶۳۴۱۴۰
- ☆ ہلال نیوز ایجنسی، ریگل صدر کراچی
- ☆ مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۱۳۹۵_۷۲۲۴۲۲۸
- ☆ اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی فون: ۵۵۳۱۶۱
- ☆ جہانگیر بک ڈپو اُردو بازار کراچی فون: ۷۷۶۵۰۸۶
- ☆ کتاب گھر اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی فون: ۵۵۵۲۹۲۹_۵۵۳۹۳۸۰
- ☆ ماسٹر فوٹو اسٹیٹ ڈی ایچ اے phase.4 کراچی فون: ۵۸۹۸۰۶۰

Marfat.com

فہرست مضامین

مضامین آیاتِ مُبارکہ پارہ (۶) لَا یُحِبُّ اللّٰہُ

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۱۴۸	بُرائی کسی کی ہو، اس کا ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں مگر مظلوم کو اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔	۱۱
۱۴۹	اگر تم کسی نیکی کو ظاہر کر دیا پوشیدہ رکھو، یا کسی کی بُرائی کو درگذر کرو تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور قدرت والا ہے۔	۱۱
۱۵۰	جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کُفر کرتے ہیں، کُفر اور ایمان کے مابین تیسری راہ نکالتے ہیں گو کہ ایسی کوئی راہ عمل نہیں۔	۱۱
۱۵۱	یہ سب لوگ دراصل کافر ہیں اور اُن کے لئے ذِلت کا عذاب تیار ہے۔	۱۱
۱۵۲	جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور سب رسولوں کو تسلیم کرتے ہیں کسی میں باہم اختلاف رفرق نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ اُن کو پُورا پُورا ثواب دے گا، اللہ تعالیٰ رحمت والا اور بڑی مغفرت والا ہے۔	۱۱
۱۵۳	اہل کتاب کا سوال! حضور ﷺ اگر سچے ہیں تو آسمان سے لکھی ہوئی ایک کتاب ہم پر کیوں نہ اُتری، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ ہمیں اعلانیہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کراؤ اس ظلم پر اُن پر بجلی آپڑی، انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا تب بھی اللہ تعالیٰ نے معافی دی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو صریح دلیل عنایت کی۔	۱۴
۱۵۴	اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور کو بلند کر دیا پکا قول وقرار لینے کے بعد سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں سے جاؤ، حکم دیا گیا اور تلقین ہوئی قانون سبت رہفتہ نہ توڑو، اُن سے سخت ترین قول وقرار لئے گئے۔	۱۴
۱۵۵	انہوں نے عہد شکنی کی جس کی سزا اُن کو ملی، حق تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، نبیوں کو قتل کیا اُن کے کُفر کے سبب مُہر اُن کے دلوں میں لگا دی گئی ان میں کم لوگ ہی ایمان لانے والے ہیں۔	۲۴
۱۵۶	یہود کی گمراہی کا سبب حضرت مریمؑ پر بُہتان ہے، کُفریہ کلمات کے سبب اُن پر لعنت پڑی۔	
۱۵۷	اُن کا یہ کہنا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور کہنا اُنہیں صلیب پر چڑھا دیا ہے، دونوں باتیں درست نہیں حقیقت احوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں مُبتلا ہیں۔	۱۴
۱۵۸	اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف زندہ اُٹھالیا، اللہ تعالیٰ بڑی حکمتوں والا ہے۔	۱۸
۱۵۹	روز قیامت سے قبل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے سب اہل کتاب اُن کو تسلیم کریں گے اور یوم قیامت وہ اللہ تعالیٰ کے حضور گواہی دینے والے ہوں گے۔	۱۸
۱۶۰	یہودیوں کے ظالمانہ طرزِ عمل کے سبب اور حد سے بڑھ جانے سے بہت سی پاکیزہ چیزیں اُن پر حرام کردی گئیں۔	۱۸
۱۶۱	باوجود تاکید کے وہ سود لیتے اور لوگوں کا ناحق مال کھاتے، جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار رکھا ہے۔	۱۸
۱۶۲	جو کامل علم رکھنے والے ہیں اور ایمان والے ہیں، جن کا تمام کتابوں پر یقین ہے نماز کی پابندی کرنے	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں یوم قیامت پر یقین رکھنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس اُن کے لئے اجرِ عظیم ہے۔	۱۸
۱۶۳	وحدتِ دین کا اعلان، رسول اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوا، سب رسولوں پر یہ پیغام حق وحی کے ذریعے ہوا حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا ہوئی۔	۳۲
۱۶۴	سب اَنبیاء اور رسول بشارت دینے والے تھے کچھ کے واقعات کا ذکر ہوا کچھ کا نہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے صاف طور پر بات کی۔	۲۳
۱۶۵	ان سب رسولوں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تاکہ لوگوں کے لئے کوئی حجت قائم نہ رہے، اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے۔	۲۳
۱۶۶	جو کچھ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اللہ تعالیٰ اس کی شہادت دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی گواہی ہی کافی ہے۔	۲۳
۱۶۷	جنہوں نے کُفر کیا اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکا وہ گمراہی میں بہت دُور جا پڑے۔	۲۳
۱۶۸	جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی، شرک کیا اللہ تعالیٰ اُن کی بخشش ہرگز ہرگز نہیں کرے گا۔	۲۳
۱۶۹	راہِ حق کو دبانے والے ظلم کرنے والوں کے لئے بجز جہنم اور کوئی راہ نہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان ہے۔	۲۳
۱۷۰	اے صاحبو! یہ رسول ﷺ رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ آ گئے ہیں بہتری یہ ہے کہ ان پر ایمان لاؤ اگر نہیں مانو گے تو اچھی طرح جان لو، زمین و آسمان میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے اللہ تعالیٰ دانا اور صاحبِ حکمت ہے۔	۲۸
۱۷۱	اہلِ کتاب رعیسائی دین میں حد سے نہ گذر جاؤ عیسیٰ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کلمہ کُن سے اُن کی تخلیق ہوئی اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں کو مانو "عقیدۂ تثلیث" سے باز آجاؤ، عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو وہ زمین و آسمان کا تنہا مالک ہے۔	۲۸
۱۷۲	حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے میں کوئی عار نہیں ہے اور مقرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے انکار نہیں ہے جو بھی حقِ بندگی سے انکار کرے اُن سب کو اللہ تعالیٰ کے یہاں اکٹھا ہونا ہے۔	
۱۷۳	راہِ بندگی اختیار کرنے والوں کو پورا پورا اَجر ملے گا بندگی کے مُنکر اور تکبّر کرنے والے اور سَرکش کے لئے المناک عذاب ہے سرکش کسی غیر اللہ کو اپنا حمایتی نہیں پائیں گے۔	۳۲
۱۷۴	اے صاحبو! رَبّ کی طرف سے رَوشن دلیل آپہنچی "قرآن، نورِ مُبین" تاباں اور آشکار ہوا، گمراہی اور تاریکی چھٹ گئی۔	۳۲
۱۷۵	جن لوگوں نے نورِ حق کو پالیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آ گئے اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنی طرف کی سیدھی راہ دکھائے گا۔	۳۲
۱۷۶	اللہ تعالیٰ قرابت داروں کے حقوق یعنی کلالہ کے بارے میں حکم صادر کرتا ہے کہ کوئی فوت ہو جائے اولاد نہ ہو صرف بہن ہو تو اس کے ترکہ کے مال کا نصف حصّہ ہے اگر کلالہ کے وارث مرد اور عورت ہیں تو پھر مرد اور عورت کے مساوی ر برابر کے اصول پر ورثے کی تقسیم ہوگی اگر کلالہ کے کئی بھائی بہن ہیں تو مرد کو عورت سے دُگنا ملے گا الحمدللہ سورہ نساء مکمل ہوئی	۳۲
	سورۃ المائدۃ	
۱	اے اہلِ ایمان! میثاق عہد پورا کرو مویشی چوپائے حلال کئے گئے حالتِ احرام میں شکار نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہے حُکم کرے۔	۳۶
۲	اے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے شعائر کی بے حُرمتی مت کرو، حُرمت والے مہینوں میں لڑائی مت کرو قربانی اور نیاز کے جانور کو کسی سے نہ چھینا جائے،	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین/متن	صفحہ نمبر
	احرام اتارنے کے بعد شکار کرسکتے ہو، نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی معاونت کرو، ظلم اور جبر کا ساتھ نہ دو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ سخت عذاب/سزا دینے والا ہے۔	۳۶
۳	مسلمانوں پر مُردار کا خون، خنزیر کا گوشت، ایسا جانور جس کا گلہ گُھٹ کر مرا ہو، چوٹ کھایا ہوا جانور، اونچائی سے گر کر ہلاک ہونے والا جانور، سینگ مارنے سے مرا ہوا جانور، جس جانور کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، یہ سب حرام ہیں، البتہ ایسا جانور جو زندہ ہو ذبح کرلیا گیا ہو تو حرام نہیں، اور جیسے آستانہ پر ذبح کیا گیا ہو، جو تیروں کے ذریعہ فال معلوم کرنے کے لئے پانسے پھینکے جائیں سب گُناہ کے کام ہیں ۔ آپ کے دین سے کافر نااُمید، ہوگئے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو، آج اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دین کو کامل/مکمل کردیا، اللہ تعالیٰ کا انعام عطا ہوا اسلام کو ہمارے لئے چُن لیا گیا، پس جو شخص شدت بھوک سے بے چین ہوجائے اور حلال مُیسّر نہ آسکے تو ان محرمات سے زندگی بچانے کے لئے کُچھ کھالے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی اُمید رکھے تو اللہ تعالیٰ معافی دینے والا اور رحم کرنے والا ہے۔	۳۷
۴	ماسوائے محرمات تمام عمدہ اور پاکیزہ چیزیں حلال ہیں جس جانور کو سُدھایا گیا ہو اور جس جانور کو تمہارے لئے پکڑ لیا گیا ہو، اس کو کھالیا کرو، البتہ اللہ تعالیٰ کا نام اُس جانور پر لے لیا کرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔	۴۳
۵	صاف ستھری چیزیں آج سے حلال ہیں، اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے اور ان کا کھانا تمہارے ساتھ حلال ہے، پاک دامن ایمان والی عورت اور وہ نیک عورتیں جن کو کتاب ملی تم پر حلال ہیں، اُن سے نکاح کرو، مہر دیا کرو، زناکاری سے بچو، پوشیدہ اور مخفی آشنائی مت رکھو، جو مسلمان کافر ہوا اس کا سب عمل اکارت گیا، اس کے لئے آخرت میں خسارہ ہے۔	۴۳
۶	وضو اور غسل کے احکامات، نماز ادا کرنے کے لئے اپنے چہرے دھولیا کرو، بازو کہنیوں تک دھوؤ، سر کا مسح کرو، پیر کو ٹخنوں تک دھوؤ، حالتِ جنابت میں ہو تو غسل کرو، عورتوں سے صُحبت/جماع کرنے کے بعد غسل کرلو، پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کیا کرو پاک مٹی سے پھر منہ اور چہرے پر مل لو، اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت تم پر پوری کردی، اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے بنے رہو۔	۴۶
۷	اللہ تعالیٰ کی نعمت جو عطا ہوئی ہیں اُن کو یاد رکھو احکامِ حق کی تکمیل کے لئے عہد و پیمان پر قائم رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جانتا ہے۔	۴۶
۸	ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی خاطر مضبوطی سے حق و صداقت پر قائم رہو عدل کرو، وہ تقویٰ کے قریب تر ہے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو۔	۴۶
۹	ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدۂ مغفرت ہے اور اجر اور ثواب بہت بڑا ہے۔	۴۶
۱۰	جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی اللہ تعالیٰ کے احکام کو جُھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔	۴۶
۱۱	اہلِ ایمان پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جب ایک قوم نے دست درازی کی تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اُن سے دُور کردیا، مؤمنوں کو صرف باری تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔	۴۷
۱۲	بنی اسرائیل سے بھی اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان لیا تھا لیکن انہوں نے فرمانبرداری کے بدلہ ظالمانہ روش اختیار کی، عہد شکنی کی، بارہ سرداروں کا تقرر ہوا اگروہ	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین متن	صفحہ نمبر
	نماز قائم کرتے رہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے رہے، اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اللہ کے رسولوں کی مدد اور تقدس کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتے رہو تو اللہ تعالیٰ ان کی خطا معاف فرمائے گا اور انہیں جنتیوں میں داخل کرے گا، جس نے کُفر کی راہ اختیار کی وہ سیدھی راہ سے ہٹ کر دور نکل گیا۔	۵۱
۱۳	عہد شکنی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور کر دیا گیا اُن پر لعنت کی پھٹکار ہوئی، نصیحت کا خاصا حصّہ وہ بھلا بیٹھے ان کی خیانت کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ملتی رہے گی، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔	۵۱
۱۴	نصاریٰ سے بھی عہد و پیمان لیا گیا انہوں نے بھی ایمان وعمل کے عہد کو بُھلا دیا، راہِ حق سے ہٹ گئے، باہم بغض وعداوت کی آگ اللہ تعالیٰ نے ان میں بھڑکائی جو قیامت تک باقی رہے گی جو کچھ انہوں نے کیا اللہ تعالیٰ سب کچھ انہیں بتا دے گا۔	۵۴
۱۵	اے اہلِ کتاب! ہمارے رسول تمہارے پاس آ گئے تم بہت سی باتوں کو پوشیدہ رکھتے رہے یہ قرآن تاریکی اور گمراہی کے اندھیرے سے نکال کر علم وبصیرت کا نور عطا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن اور واضح کتاب آچکی ہے۔	۵۴
۱۶	اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی توفیق سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی سمت لے جاتا ہے اور صحیح راہِ ہدایت کی سمت ان کی راہنمائی کرتا ہے۔	۵۴
۱۷	کُفر کی راہ اختیار کی انہوں نے جو یہ کہا کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہی اللہ ہے، رب اگر ابن مریم اور مریم کو ہلاک کرنا چاہے تو کوئی بچانے والا نہیں ہے۔	۵۷
۱۸	قرآن میں حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی گروہ کو نجات کا پروانہ عطا نہیں کیا نجات اور کامیابی رَبّ کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بخشش عطا کرے اور جسے چاہے عذاب میں مُبتلا کر دے۔	۵۷
۱۹	یہود و نصاریٰ کو بتایا جا رہا ہے کہ ہمارا رسول ایک وقفہ کے بعد آ گیا ہے جو صاف صاف باتیں اور احکاماتِ باری تعالیٰ بیان کرتا ہے تم اُن کی پیروی کرو تاکہ یوم قیامت حُجت قائم رہے۔	۵۷
۲۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا تذکرہ کرو جس نے تم ہی میں سے انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہت دی تھی وہ کچھ دیا جو کسی کو نہیں دیا۔	۶۲
۲۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارضِ مُقدس (ملک کنعان) میں داخل ہونے کا حُکم دیا اور نُصرت باری تعالیٰ کی بشارت بھی سنائی، جہاد سے اِعراض مت کرو، لیکن وہ خسارے میں جا پڑے۔	۶۲
۲۲	لیکن انہوں نے کہا وہاں بڑے طاقت ور لوگ ہیں اُن کے مقابلے کی ہم میں توانائی نہیں جب تک وہ نکل نہ جائیں ہم وہاں ہرگز نہیں جائیں گے، اُن کے نکلنے کے بعد ہم وہاں چلے جائیں گے۔	۶۲
۲۳	وہ افراد جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا تم اُن کے دروازے تک رسائی حاصل کرلو، پھر یقیناً غالب آ جاؤ گے، مؤمن کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے۔	۶۲
۲۴	موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جواب دیا، جب تک وہ وہاں ہیں ہم وہاں جانے کو تیار نہیں، ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے آپ اور آپ کا ربّ جائے اُن سے برسر پیکار رہے۔	۶۲
۲۵	موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرا اختیار صرف میری جان پر ہے، بجز اپنے اور بھائی کے کسی پر میرا اختیار نہیں، ہم میں اور اُن نافرمانوں میں جُدائی کر دے۔	۶۲
۲۶	پھر اللہ تعالیٰ کے حُکم سے ان پر زمین حرام کر دی گئی وہ جزیرہ میں چالیس برس تک پڑے رہے یہ خانہ بدوش اِدھر اُدھر بھٹکتے رہے۔ فاسق لوگوں کے انجام	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	کے بارے میں رنجیدہ ہونے کی آپ کو ضرورت نہیں۔	۶۲
۲۷	حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کے احوال سے انہیں مُطلع کرو، ان دونوں نے نذرانہ دیا، ایک کی نذر رقربانی مقبول ہوئی، دوسرے بیٹے کی نہیں، اس نے کہا کہ میں تمہیں قتل کردوں گا، اللہ تبارک وتعالیٰ پرہیزگاروں کا عمل ہی مبرور کرتا ہے۔	۶۷
۲۸	گو کہ تم میرے قتل پر آمادہ ہو لیکن میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا میں ربّ کائنات سے خوف کھاتا ہوں۔	۶۷
۲۹	میری خواہش تو یہ ہے کہ تو میرا گناہ اور اپنے گناہ اپنے سر پر رکھ لے اور جہنم والوں میں شامل ہوجائے، ظالموں کا تو یہی صلہ ہے۔	۶۷
۳۰	ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کردیا جس سے وہ خسارہ پانے والوں میں شامل ہوگیا۔	۶۷
۳۱	پھر باری تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے بتایا جائے کہ بھائی کی نعش کو کس طرح دفن کیا جائے، پھر بڑا پشیمان ہوا اور اپنے کئے پر ندامت ہوئی۔	۶۷
۳۲	بنی اسرائیل کے لئے یہ حکم تحریر کردیا گیا کہ کسی انسان کا ناحق قتل ایسا جرم ہے جیسا کہ گویا تمام نسل کو قتل کیا جس نے کسی ایک شخص کی جان بچائی گویا تمام انسانوں کو زندہ کیا، بہت سے رسولوں کے پاس واضح دلیل آنے کے باوجود اکثر لوگ ظلم اور زیادتی کرنے والے ہیں۔	۷۱
۳۳	جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول سے جنگ کریں رفساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کردیا جائے یا انہیں جلاوطن کردیا جائے یہ تو دنیاوی سزا ہے اور آخرت میں اُن کے لئے شدید عذاب ہے۔	۷۱
۳۴	درِ توبہ کُھلا ہوا ہے ہاں جو لوگ اس سے قبل توبہ	

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	کرلیں انہیں آئندہ نیکی نصیب ہوگی اور آخرت کی بخشش نصیب ہوگی۔	۷۱
۳۵	مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے! ربّ کے قُرب کے متلاشی رہو تاکہ فلاح وصلاح پاؤ۔	۷۵
۳۶	جو لوگ راہِ کفر اپنائے ہوئے ہیں روزِ قیامت عذاب سے نجات پانے کے لئے کائنات کی تمام دولت بھی فدیہ کردیں تو اُن کا عذاب سے بچنا ممکن نہیں۔	۷۵
۳۷	دُوزخ کی آگ سے نکل بھاگنے کی کاوش کریں تو بھی کامرانی نہیں پاسکتے۔	۷۵
۳۸	چور، مرد ہو یا عورت، چوری کرنے پر دونوں کے ہاتھ کاٹنے کا حُکم ہے یہ صلہ ہے اس کا جو عذاب انہوں نے مُول لیا۔	۷۵
۳۹	پھر توبہ کے بعد اصلاح کی جائے تو اللہ تعالیٰ کا نظر کرم اس پر ہوگا۔	۷۵
۴۰	جان جائیے! اللہ تعالیٰ کی حکومت آسمان وزمین پر ہے وہ سزا دینے اور معافی دینے کا کُلی اختیار رکھتا ہے۔	۷۵
۴۱	اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! کفر میں سبقت کرنے والوں پر کبیدہ خاطر ررنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں، کسی کی بات کی کُھوج میں رہنا، دل میں کُچھ رکھنا، زبان سے کُچھ کہنا اور ادا کرنا، اِدھر کی بات اُدھر، اُدھر کی بات اِدھر پہنچانا یہ ایمان اور صداقت کے منافی عادت ہے، کلام اللہ کے الفاظ کو اُن کے صحیح مفہوم سے پھیر کر اس کے دیگر معنی بتانا اور دوسروں کو غلط سمت پر لے جانے والے لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پاک نہیں کرتا، ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں رُسوائی ہے اور یہ طرزِ عمل مُنافقین کا ہے آخرت میں اُن کے لئے سخت سزا ہے۔	۸۰
۴۲	یہ کان لگا لگا کر جھوٹ سننے والے، اور مالِ حرام کھانے والے ہیں، اگر یہ آپ ﷺ کے پاس فیصلہ	

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصہ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	کے لئے آتے ہیں آپ ﷺ کو مجاز راختیار ہے کہ آپ فیصلہ کردیجئے! فیصلہ کرنا ہے تو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے اللہ تعالیٰ انصاف رعدل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔	۸۰
۴۳	جب اُن کے پاس تورات موجود ہے جس میں احکام الٰہی ہیں تو یہ فیصلہ اس کے مطابق کیوں نہیں کرتے، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ایمان اور ایقان والے ہیں ہی نہیں۔	۸۰
۴۴	اللہ تعالیٰ نے پہلے تورات اُتاری، پھر انجیل اور اب قرآن نازل ہوا یہ سب کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کا نگہبان ہے، اللہ تعالیٰ کے تمام نبی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار تھے، اس کے مطابق اہلِ یہود کے احبار کو حکم دیا گیا، اے اہلِ یہود! اتباعِ حق میں انسانوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں! اللہ تعالیٰ کی آیات کو دینوی نفع کی خاطر سستے دام فروخت مت کرو، جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق حکم نہ دے وہ کافر ہے۔	۸۴
۴۵	تورات میں اہلِ یہود کو بتادیا گیا ہے کہ جان کے بدلے جان، ناک کے عوض ناک، اور کان کے بدلے میں کان، تورات میں قصاص کے حکم کی تفصیل ہے جو لوگ اللہ کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔	۸۴
۴۶	عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا گیا، جو تورات کی تصدیق کرنے والے تھے انہیں انجیل عطا ہوئی جو سراپا نور اور ہدایت تھی۔	۸۴
۴۷	انجیل والوں کو چاہئے کہ اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ بدکار رفاسق ہیں۔	۸۸
۴۸	قرآن محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اب اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور لوگوں کی خواہشوں کی اِتباع نہ کی جائے ہر گروہ کے لئے ایک دین ہے شریعت ہے اور منہاج ہے اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو سب کو ایک دین بنادیتا، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ جو کچھ تمہیں دیتا ہے اُس میں تمہیں آزمائے تو نیکی اپنانے میں جلدی کرو، تم سب کو اللہ کی طرف رجوع ہونا ہے وہ تمہیں سب کچھ بتادے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو۔	۸۸
۴۹	اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو حکم دیا گیا کسی فریق کے مابین جو فیصلہ کیا جاتا ہے عدل کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہو، کو اُن کی خواہشات کی اتباع کرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ ان کی نافرمانی کے سبب ان کے گناہوں کی سزا دے گا کیونکہ بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔	۸۸
۵۰	کیا یہ عہدِ جاہلیّت کا فیصلہ چاہتے ہیں جو ایمان اور یقین رکھنے والے ہیں اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر حکم دینے والا اور کون ہے۔	۸۸
۵۱	ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ جو اُن کو رفیق بنائے گا وہ اُنہی میں سے سمجھا جائے گا اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔	۹۴
۵۲	جو مُنافق ہیں وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر دوڑ دوڑ کر کافروں میں گھس رہے ہیں عنقریب اِن کو اپنے کئے پر پچھتاوا ہوگا۔	۹۴
۵۳	منافق کا طرزِ عمل بتایا گیا وہ قسم کھاتے ہیں اس میں بھی پُرخلوص نہیں ان کا انجام بُرا ہوگا ان کے اعمال ضائع ہوگئے۔	۹۴
۵۴	جو اپنے دین سے باغی ہوگیا تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ہوگی	

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
	اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے گی مسلمانوں کی شان تو یہ ہے کہ آپس میں نرم خو ہیں اور دُشمن کے لئے سخت، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی اُنہیں قطعی پرواہ نہ ہوگی۔	۹۷
۵۵	مسلمانوں کا رفیق اور معاون ومددگار اللہ تعالیٰ ہے اللہ کا رسول اور اہلِ ایمان جو نماز کے قیام کا اہتمام کرتے ہیں وہی خشوع خضوع کرنے والے ہیں۔	۹۷
۵۶	جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور اہلِ ایمان کو اپنا معاون (مددگار) بنائے گا وہ ''حزبُ اللہ'' ہے اور اللہ تعالیٰ کی جماعت انسانوں سے مغلوب نہیں ہوتی۔	۹۷
۵۷	مسلمانو! یہود، نصاریٰ اور مشرکین نے تمہارے دین کو ''ہنسی کھیل'' بنائے ہوئے ہیں تم اُنہیں اپنا دوست مت سمجھو اگر تم اہلِ ایمان ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔	۱۰۰
۵۸	جب تم نماز کے لئے نداء/اذان دیتے ہو تو یہ اسے ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں کیونکہ یہ عقل سے عاری ہیں۔	۱۰۰
۵۹	اہلِ کتاب کو بتایا جارہا ہے کہ قرآنِ حمید تمام سابقہ سچائیوں رکتابوں اور صحفِ سماوی کی تصدیق کرتا ہے پھر تم کیا اس وجہ سے ہم سے دشمنی کررہے ہو کہ ہم اس پر ایمان لے آئے اے یہودیو! نصرانیو! تمہاری اکثریت نافرمان ہے۔	۱۰۰
۶۰	اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی گروہ بدتر ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے سرکشی کی جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور غضب اُتارا ان میں بعض کو بندر اور سؤر بنادیا یہ راہِ ہدایت سے بھٹکنے والے لوگ ہیں۔	۱۰۰
۶۱	یہودیوں کا فریب اور نفاق یہ ہے کہ دعویٰ ایمان کا ہے اور دلوں میں کفر لئے آتے تھے اور کفر کے ساتھ چلے گئے جو کچھ یہ پوشیدہ رکھ رہے ہیں اللہ جل جلالہ اس سے واقف ہے۔	۱۰۲
۶۲	ان میں اکثر کو آپ دیکھیں گے یہ گناہ، ظلم اور حرام کھانے کی طرف مائل ہیں یہ سب بُرے اُمور انجام دے رہے ہیں۔	۱۰۲
۶۳	جانے ان کے علماء اور عابدوں کو کیا ہوگیا ہے اُنہیں جھوٹ کہنے اور حرام کھانے سے منع نہیں کرتے بڑا بُرا کام ہے جو یہ کررہے ہیں۔	۱۰۲
۶۴	اہلِ یہود کی گستاخی تو دیکھئے کہ جب حق تعالیٰ نے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی تلقین کی تو کہا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے تعبیر کیا اور کہا فقیر ہوگیا ہے'' اس لئے ان پر لعنت ہوئی عیسائیوں کی طرح یہودی فرقوں میں تقسیم ہوگئے ان کے مابین بغض، عناد اور عداوت ڈال دی گئی، قیامت تک کے لئے۔	۱۰۲
۶۵	اگر اہلِ کتاب ایمان قبول کرتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی تقصیر معاف کردیتا اور ان کو نعمتوں کی جنت نصیب ہوتی۔	۱۰۲
۶۶	اگر یہ توراۃ اور انجیل پر عمل پیرا ہوتے تو اُن پر اوپر سے اور قدموں سے برکت کی روزی ملتی ایک جماعت اُن میں درمیانہ روش اختیار کئے ہوئے ہے اور باقی ماندہ کے اعمال بُرے ہیں۔	۱۰۲
۶۷	اے اللہ کے رسول ﷺ! جو کچھ آپ پر نازل ہوا اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو حق رسالت ادا نہیں کیا اللہ تعالیٰ آپ کو انسانوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔	۱۰۷
۶۸	جب تک اصل کتاب توراۃ اور انجیل پر قائم نہیں رہ سکتے اور جو کچھ اُترا اس پر عمل نہیں کرتے تو وہ کسی راہ پر نہیں، اس کے سبب یہ کفر اور سرکشی میں اور بڑھ گئے آپ ﷺ اس پر ملول نہ ہوں۔	۱۰۷

Marfat.com

آیت نمبر	خلاصۂ مضامین رمتن	صفحہ نمبر
۶۹	جولوگ قرآن کریم پرایمان لائے وہ یہودی نصارٰی یا صابی ہوں جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان کامل رکھے گا اُن کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی حزن وملال۔	۱۰۷
۷۰	بنی اسرائیل خواہشوں کے تابع رہے جب بھی اُن سے عہدو پیمان لیا گیا اُنہوں نے سرکشی اختیار کی، اپنے اَنبیاء کوقتل کیا۔	۱۰۷
۷۱	انہوں نے گمان کرلیا کچھ بھی کرگذرو کچھ نہ ہوگا اور نابینا اور بہرے بن گئے اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف توجہ کی پھر بھی اُن کی اکثریت اور زیادہ اندھی اور بہری ہوگئی۔	۱۱۰
۷۲	بلاشبہ وہ کافر ہوگئے، یہ کہنا کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام اللہ ہے اور تثلیث کا باطل عقیدہ اپنا لیا مسیح علیہ السلام نے ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی، ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے پر جنّت حرام کردی گئی اور اُس کا ٹھکانا جہنّم ہے۔	۱۱۰
۷۳	عیسائیوں کے دوسرے فرقے کا تذکرہ ہے جو تین خداؤں کا قائل ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ مریم علیہا السلام کو الٰہ ومعبود سمجھ لیا یہ لوگ اس کُفر سے باز نہ آئے تو دردناک عذاب تیار ہے۔	۱۱۰
۷۴	آخر اُنہیں کیا ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ سے بخشش نہیں مانگتے اللہ تعالیٰ کی طرف جُھکتے کیوں نہیں اور توبہ کیوں نہیں کرتے۔	۱۱۰
۷۵	حضرت مسیح علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے مقام کا تعین ہوگیا۔	۱۱۰
۷۶	حضرت مسیح علیہ السلام پیغمبر کے سوا اور کچھ نہیں، یہ دونوں انسانوں کی طرح کھاتے تھے اُن کی والدہ ایک نیک صفت عورت تھیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی ہستیوں کو خدا مانتے ہو جو نقصان اور نفع دینے کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔ اللہ ہی خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔	۱۱۰
۷۷	اے حبیب (ﷺ)! کہہ دیجئے کہ اہلِ کتاب دین میں غلو نہ کریں ان کرو اُن لوگوں کے نقش قدم پر نہ چلو جنہوں نے دوسروں کو گمراہی پر مائل کیا وہ سیدھے راستے سے ہٹ گئے، بُرے ہوگئے۔	۱۱۰
۷۸	بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کُفر کا راستہ اختیار کیا حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے اُن پر پھٹکار رلعنت ہوئی کیونکہ وہ حد سے تجاوز کرگئے۔	۱۱۴
۷۹	یہودیوں کی طرح کوئی جماعت بُرائی میں ملوث رہے اور دوسروں کو بُرائیوں سے باز نہ رکھے اس گروہ میں گمراہی اور شقاوت بہت ہی بُرا عمل تھا۔	۱۱۴
۸۰	اے رسول ﷺ! آپ دیکھیں گے جولوگ دوستی کافروں سے رکھتے ہیں یقیناً اُن کا انجام خراب ہے اُن پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔	۱۱۴
۸۱	ایمان والوں کے دُشمن یقینی طور پر یہودی اور مُشرک ہیں، اگر ان میں ایمان ہوتا تو کافروں سے رسم دوستی نہ کرتے ان میں سے اکثر بدکار رفاسق ہیں۔	۱۱۴
۸۲	ایمان والوں کی دشمنی اور عداوت میں یہود اور مُشرکوں کو زیادہ پاؤ گے مسلمانوں کے قریب تر نصارٰی ہیں ان میں علماء اور مشائخ دین گوشہ نشین ہوئے اس لئے غرور نہیں کرتے۔	۱۱۴
	عذرہائے من پذیر مطالعاتی مضامین پر ایک تجزیاتی اور اجمالی نظر۔	۱۱۷

الحمدللہ پارہ اختتام پذیر ہوا

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾

اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا، کسی بُری بات کا برملا اظہار کرنا، اِلّا یہ کہ کسی پر ظلم ہوا ہے تو اور بات ہے، مظلوم کو اجازت ہے، اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ (۱۴۸)

اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾

اگر تم کھول کر، ظاہر کرو کوئی نیکی یا اُس کو پوشیدہ رکھو یا مخفی رکھو یا کسی کی بُرائی سے درگزر کرو تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔ (۱۴۹)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۙ ﴿۱۵۰﴾

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں کے ساتھ اِرتکاب کُفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دونوں کے مابین تفریق کریں اور کہا کرتے ہیں (کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر ایمان نہیں رکھتے، گویا کہتے ہیں) کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہ مانیں گے اور چاہتے ہیں کہ ایمان اور کُفر کے درمیان، اختیار کریں کوئی اور راہ۔ (۱۵۰)

اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۵۱﴾

یہ ہیں ٹھیک ٹھیک کافر، گویا ایسے ہی لوگ اصل کافر ہیں، درحقیقت ہم نے کافروں کے لئے منکرین کے لئے ذِلّت کا/ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۱۵۱)

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۵۲﴾

اور جو لوگ ایمان لائے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام رسولوں پر اور اُن میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا، یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اجر سے نوازے گا اور اللہ تعالیٰ تو بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔ (۱۵۲)

الفاظ ومعانی آیت ۱۴۸ تا ۱۵۲

﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ﴾ نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ۔ ﴿الْجَهْرَ﴾ آشکار کرنا/ظاہر کرنا۔ ﴿جَهْرَ﴾ زور سے کہنا/علانیہ کہنا، دیکھنے یا سننے میں کسی بات کے رشئے کے کُھلم کُھلا ظاہر کرنے کو جَھر کہا جاتا ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ بُری بات کو۔ ﴿اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ مگر جس پر ظلم کیا گیا ہے ظالم کی بُرائی ظاہر کرے/مظلوم کو اجازت ہے۔ بُرائی کرنا یا کھلے عام بُرائی کرنا ناپسندیدہ فعل ہے مگر ظالم کا ظلم لوگوں سے بیان کیا جا سکتا ہے تاکہ وہ لوگ اس سے بچ کر رہیں۔ حدیث میں مذکور ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آکر عرض کیا کہ میرا ہمسایہ مجھے ایذا پہنچاتا ہے آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ ”تم اپنے مال اسباب نکال کر باہر راستے میں رکھ دو“ اس نے اس پر عمل کیا ہر راستے پر گزرنے والا دریافت کرتا تو وہ بتاتا کہ ہمسایہ ظالمانہ برتاؤ کرتا ہے، ہر کوئی یہ سن کر پڑوسی پر ملامت کرتا، ہمسایہ نے اس صورتِ حال کو دیکھ کر معذرت طلب کی اور پھر تکلیف نہ دینے کا فیصلہ کیا اور اس سے اپنا سامان اندر رکھنے کی درخواست کی۔ (بحوالہ سنن ابی داؤد، کتاب الادب)

Marfat.com

﴿اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ﴾ ''تُبْدُوْا'' ظاہر کرو، اگر تم عیاں کرو بھلائی اور اطاعت۔ ﴿تُخْفُوْهُ﴾ اسے پوشیدہ رچھپا کر کرو، ﴿تَعْفُوْا﴾ معاف کرو درگذر کرو، قواعد کے مطابق مضارع کا صیغہ ہے جمع مذکر حاضر معافی اور درگذر فرمانا۔ ایک احسن کام ہے جو اس کو اختیار کرے گا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی رحمت کا حق دار ہوگا ﴿نَكْفُرُ﴾ نہیں مانتے، ہم عہد کفر کرتے ہیں قواعد کے مطابق مضارع معلوم متکلم۔ ﴿وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ﴾ اور کُفر کرتے ہیں بعض کے ساتھ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر اور حضرت عزیر عَلَیْہِ السَّلَام پر اور کُفر کرتے ہیں عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت محمد ﷺ کے ساتھ۔ (بحوالہ تفسیر قادری ۱۸۸۷ء)

﴿وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا﴾ اور چاہتے ہیں کہ جدائی ڈالیں، اور چاہتے ہیں کہ فرق پیدا کریں۔

﴿بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں کے مابین، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں کے درمیان تفاوت پیدا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر تو ایمان کا اقرار کرلیا، وحی اور رسالت کا انکار کیا اس انکار میں اُن کی انانیت کا عکس نظر آرہا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری تو کرتے ہیں انہیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم ہے۔

﴿اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا﴾ کہ نکالیں بیچ اس کے ایک راہ، بعض انبیاء کی ضرورت کا اقرار اور بعض کا انکار کر کے جو یہ درمیانی راستہ کے متلاشی لوگ ہیں فی الحقیقت '' هُمُ الْكٰفِرُوْنَ '' یہی اَصل کافر ہیں اور کُفر کو اسلام بتانے پر تلے ہوئے ہیں '' عَذَابًا مُّهِیْنًا '' ......الخ ذِلّت کا عذاب ان ہی لوگوں کے لئے تیار کر کے رکھا گیا ہے۔ انہیں بھی صرف عذاب ہی نہیں بلکہ رُسوائی کا بھی سامنا ہے۔ ﴿اُجُوْرَهُمْ﴾ اجر اس کے وعدہ کے مطابق اور موافق۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۴۸ تا ۱۵۲

آیت ۱۴۸ ر میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ بدگمانی اور بُری بات کا پرچار برسرِ عام کیا جائے۔ بعض لوگوں کا تو شغل یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں اور اپنی انا کی تسکین کے لئے لوگوں کی دل آزاری کرتے ہیں اس لئے اس آیت میں وضاحت کی گئی ہے کہ بدگوئی پر زبان کھولنے کی چنداں ضرورت نہیں، جس شخص پر کوئی ظلم کرے تو مظلوم کو اس کے ظلم کی شکایت کرنے کی اللہ تعالیٰ بھی اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ النحل آیت ۱۲۶ پارہ رُبَمَا (۱۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ

''اور تم کو اجازت دی جاتی ہے کہ تمہیں جتنا ستایا گیا ہو اس تکلیف رایذا پر اتنا ہی بدلہ لے سکتے ہو''

خیال رہے کہ بدلہ لینے میں زیادتی نہ ہونے پائے ورنہ تمہارا شمار ظالموں میں ہو جائے گا اس مفہوم سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ اس ظُلم کا اظہار لوگوں سے کرے تو یہ غیبت نہیں اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت (۱۴۹) میں بتایا جا رہا ہے کہ کسی کے عیب تلاش کرنا اس کی بُرائی کا اظہار کرنا انتہائی نازیبا حرکت ہے اگر کسی پر ظلم

ہوا ہے تو وہ حکایت اور شکایت تو بیان کر سکتا ہے لیکن حق تعالیٰ باوجود قدرت رکھنے کے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ آدمی کو سدھرنے اور سدھارنے کا موقع دیتا ہے انسان بھی اسی طرح دیتا رہے، تو یہ زیادہ اچھی بات ہے اس لئے سورۃ الشوریٰ پارہ ۲۵ اِلَیۡہِ یُرَدُّ میں ارشاد ہوا کہ '' وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُهَا '''' اور بُرائی کا بدلہ اسی جیسی بُرائی ہے ''

اس آیت میں اصل مدعا تو یہ بیان ہوا کہ بُرائی کو معاف کر دیا جائے۔ عفو اور درگزر سے کام لینا، خود ایک بڑی نیکی ہے۔ حدیثِ مُبارکہ میں مذکور ہے کہ '' معافی دینے سے حق تعالیٰ عزت میں اضافہ فرماتا ہے '' (بحوالہ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والادب باب استحباب العفو والتواضع)

آیت ۱۵۰ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ '' ایمان باللّٰہ '' اللہ تعالیٰ کے سب کے سب رسولوں پر کامل ایمان لانے سے قائم اور دائم رہتا ہے جو کوئی ایک رسول کو تسلیم کرے اور دوسرے کا انکار کرے وہ کافر ہے ایمان والا تو وہی ہے جو تمام نبیوں پر اور رسولوں پر ایمان لائے کسی ایک رسول کے ایمان سے منکر ہونا عمارتِ ایمان کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔

آیت ۱۵۱ میں اظہار بیان ہے کہ چونکہ یہود میں نفاق کی عادت زیادہ ہوتی ہے وہ اس کوشش میں سرگرداں ہیں کہ اسلام اور کُفر کے درمیان ایک نیا مذہب اپنائیں، ایسے لوگوں کے لئے بتایا جارہا ہے کہ ایسے ہی لوگ دراصل کافر ہیں اُن کے لئے رُسوائی، خواری، اور ذِلّت کا عذاب تیار ہے گویا اِس آیۃِ کریمہ میں قرآن نے کافر کے جہنمی ہونے کا کُھلم کُھلا اعلان کر دیا۔

آیت ۱۵۲ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام نبی اور رسولوں پر ایمان لائے اور کسی میں کوئی فرق نہیں برتا، جو تمام انبیاء کو مانتے ہیں اُن کے لئے انعام ہی انعام اور اکرام ہی اکرام ہے ایسے ہی لوگ کامیابی سے ہمکنار ہونے والے ہیں، جنہیں عنقریب اُن کے اَجر سے سرفراز کیا جائے گا، چونکہ باری تعالیٰ کی رحمت عام ہے اہلِ ایمان کے لئے، اس لئے ایمان لانے سے قبل جس قدر بھی زیادہ گناہ اور مَعصیّت سَرزد ہوگئی وہ تمام خطائیں اور گناہ بخش دیئے جائیں گے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت رحیم ہے وہ ابرِ رحمت والا ہے اس لئے فیضِ ایمان کی برکت سے سب اہلِ ایمان اجر اور ثواب کے مستحق ہیں۔

آیت ۱۴۸ تا ۱۵۲ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

جماعتی زندگی میں کسی گُروہ رطبقہ کے اگر پُرخطر بُرائی اثر انداز ہو رہی ہے تو اس کا مُداوا کیا جانا ضروری ہے، بُرائی کی قباحت اور نتائج بد کو پیشِ نظر رکھ کر، انجام کار کی بہترین انداز میں وضاحت کی جائے یہاں یہ ہدایت کر دی گئی ہے کہ بُرائی کا بَرمَلا اظہار اور بیان اس شخص کے لئے جائز ہے جس پر ظلم ہوا ہو، دوسروں کی برملا بُرائی کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا، نیکی کو پوشیدہ رکھنا چاہئے اور کسی بُرائی سے درگذر کیا جائے بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور قدرت والا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مکمل کُفر کے دائرے میں یہ اہلِ کتاب شامل ہیں درحقیقت جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اپنے شرائط پر لانے کے لئے کوشاں ہیں اُن کو تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا چاہئے سچّی بات تو یہ ہے کہ کسی بھی فرد کا صریح الفاظ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں کا انکار صرف کُفر ہی نہیں صریحاً کُفر کی علامت ہے جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اُن کے مابین کوئی تفاوت رتفریق نہیں رکھتے یہ وہی لوگ تو ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔ ۞۞۞

Marfat.com

یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَ اٰتَیْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۱۵۳﴾

اے محبوب (ﷺ)! یہ اہلِ کتاب سوال کرتے ہیں کہ آپ اُن پر آسمان سے کوئی تحریری کتاب اتار لاؤ، وہ تو موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑے بڑے سوال کر چکے ہیں یہاں تک کہہ دیا دکھا ہمیں اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا / اعلانیہ دکھادو، اُن کے اس ظُلم کے سبب، انہیں برق / بجلی کی کڑک نے پکڑ لیا تھا، باوجود یکہ اُن کے پاس بہت سی نشانیاں / دلیلیں آچکی تھیں انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنالیا اور اس کی پرستش کرنے لگے تو ہم نے تب بھی معاف کردیا / بخش دیا اُن کا یہ سنگین جُرم، اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو روشن غلبہ دیا اور صاف دلیلیں عطا کی تھیں۔ (۱۵۳)

وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِیْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِی السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۱۵۴﴾

اور ہم نے اُن پر کوہِ طور کو بلند کر دیا، قول وقرار لینے کے بعد / پختہ عہد لینے کے بعد اور حُکم دیا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے، داخل ہو، اور اُن سے کہا کہ قانونِ سبت نہ توڑو اور ہفتہ کے دن حد سے نہ بڑھنا، اور ہم نے اُن سے پختہ وعدہ لے کر ہی چھوڑا۔ (۱۵۴)

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵۵﴾

اُن کو جو سزا ملی، اُس کا سبب اُن کی عہد شکنی تھی اور انہوں نے انکار کیا حق تعالیٰ کی آیات کا، اور یہاں تک کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کیا اور گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگے کہ ہمارے دل پر غلاف ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن کے کُفر کی وجہ سے، اُن کے دلوں پر مہر ثبت کردی، بس اُن میں کم ہی لوگ ایمان لائیں گے۔ (۱۵۵)

وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًا ﴿۱۵۶﴾

اور اُن کے کُفر کے سبب جو انہوں نے مریمؑ پر بڑا بہتان باندھا تھا ہم نے اُن پر لعنت کی پھٹکار برسائی۔ (۱۵۶)

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا ﴿۱۵۷﴾

اور اُن کا یہ کہنا کہ ہم نے قتل کر ڈالا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرزند مریم کو، جو اللہ تعالیٰ کے رسول تھے حالانکہ نہ تو انہوں نے قتل کیا انہیں، اور نہ صلیب / سولی پر چڑھایا، اُن کے آگے عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بن گئی، جس کا اُن کو شبہ پڑ گیا، اور جو لوگ کئی باتیں اختلاف کی کرتے ہیں اُن کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ خبر نہیں! یہ اس گمان کی پیروی ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہ کر سکے۔ (۱۵۷)

الفاظ ومعانی آیت ۱۵۳ تا ۱۵۷

﴿ یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ ﴾ سوال / مطالبہ کرتے ہیں اہلِ کتاب آپ ﷺ سے۔ ﴿ تُنَزِّلَ ﴾ تو اتار لائے، اتارے، یہ

Marfat.com

تَنزِیْلٌ سے مَضارِع کا صیغہ (واحد مذکر) گرائمر قواعد کے مطابق۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ﴾ سو آ پڑی برقِ تپاں/پکڑ لیا تھا بجلی کی کڑک نے "اَخَذَتْهُمْ" اُن کو پکڑ لیا قواعد کے مطابق اَخَذَتْ ماضی کا صیغہ (واحد مؤنث غائب)۔﴿تَعْدُوْا﴾ تجاوز کرو/حد سے بڑھو۔﴿لَا تَعْدُوْا﴾ تم حد سے نہ بڑھو، تم تجاوز نہ کرو، قواعد کے مطابق فعل نہی معروف جمع مذکر حاضر۔ باب نصر عدوٌ، عدوانٌ سے مضارع یَعدو ﴿نَقْضِهِمْ﴾ اُن کے توڑ دینے کی وجہ سے قواعد کے مطابق مصدر ہے۔

﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ اور نہیں قتل کیا اس کو اور نہ صلیب پر چڑھایا/اور نہ اسے سولی پر چڑھا سکے۔

﴿وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ اور وہی شکل/صورت بن گئی اُن کے آگے ﴿شُبِّهَ﴾ تَشْبِیہ، سے قواعد کے مطابق فعل ماضی مجہول کا صیغہ (واحد مذکر غائب) ﴿شَكٍّ﴾ شک، شَکَّ، یَشُکُّ (باب نصر) کا مصدر شکوک جمع، بطور اسم مستعمل ہوا ہے۔

﴿وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت ضحاکؒ رقمطراز ہیں کہ جب اہلِ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا تو آپ علیہ السلام کے حواری ایک جگہ اکٹھے ہو گئے حضرت مسیح علیہ السلام بھی اُن کے درمیان تشریف فرما ہوئے اِبلیس کی چال دیکھیے، کہ اُن نے چار ہزار آدمیوں کے دستہ کے ساتھ چار ہزار آدمیوں کو جمع ہونے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دیا، انہوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "تم میں سے کون اس بات پر راضی ہے کہ وہ باہر نکلے اور اُس کو مار دیا جائے اور پھر بہشت میں میرے ساتھ ہو" ایک آدمی نے اپنے آپ کو پیش کر دیا آپ علیہ السلام نے اس کو اپنا عمامہ اور کُرتا عطا کیا پھر آپ علیہ السلام کی مشابہت ڈال دی گئی جب وہ باہر نکلا تو یہود اس کو پکڑ کر لے گئے اور سولی پر چڑھایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھا لیا گیا۔ (بحوالہ قرطبی)

بعض روایات میں مذکور ہے کہ یہودیوں نے "طیطلانوس" نامی شخص کو مسیح ابن مریم علیہ السلام کے قتل کے واسطے بھیجا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مکان میں نہیں پائے گئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اُٹھا لیا تھا یہ آدمی جب گھر سے نکلا تو ہمشکل عیسیٰ بنا دیا گیا تھا یہود یہ سمجھ بیٹھے یہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور انہوں نے اپنے ہی آدمی کو لے جا کر قتل کر دیا۔
(بحوالہ تفسیر مظہری، فتح القدیر)

﴿مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ﴾ اُن کے پاس صحیح علم کی اساس پر کوئی بات یقینی نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ پیروی کرتے ہیں ظن کی/گمان کی۔﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ اور نہیں قتل کیا انہوں نے اس کو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم صورت شخص کو قتل کرنے کے بعد ایک گروہ کا تو یہ کہنا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا ہے جبکہ دوسرا گروہ جنہوں نے اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ مطلوب فرد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نہیں کوئی اور فرد ہے بعض کا کہنا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جاتے ہوئے بھی دیکھا ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا" جو لوگ اختلاف کرتے ہیں" اس اختلاف سے لوگ غلط خیال میں مبتلا ہیں۔ اس سلسلے میں نصاریٰ کے قول کی تو کوئی سند ہی نہیں امام رازیؒ نے تین مشہور فرقوں کی نشاندہی کی ہے۔ ❶......نسطوریہ۔ ❷......ملکانیہ۔ ❸......یعقوبیہ۔ نسطوریہ فرقہ کا خیال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسم کے ساتھ سولی دیئے گئے، لیکن ان کا "لاہوت" مصلوب نہیں ہوا۔ ملکانیہ کا خیال ہے کہ قتل و سولی،

Marfat.com

''لاہوت'' دونوں لحاظ سے مکمل ہوا۔ (بحوالہ فتح القدیر) یعقوبیہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں ناسوت اور لاہوت دونوں کو سولی دی گئی۔ (بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ ازہریؒ) ارشادِ ربی ہے کہ اس بات کا صحیح علم کسی کو نہیں سب کچھ ظن و گمان کی نقش آرائی ہے بہر نوع وہ اختلاف اور شک کا شکار رہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۵۳ تا ۱۵۷

آیت ۱۵۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ بنی اسرائیل آقائے نامدار ﷺ سے سوال کرتے کہ آسمان سے تحریر کی ہوئی کتاب لے آؤ ہم اپنے ہاتھوں میں لے کر چھو کر پڑھ لینے کے بعد تب جا کر ایمان قبول کریں گے ان کا یہ مطالبہ محض عناد و بُغض کے سبب تھا۔ ربِّ جلیل نے فرمایا اُن سے قبل بھی لوگ موسیٰ (علیہ السلام) سے اس سے بڑھ کر سوال کیا کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار یعنی ربّ کو کھلم کھلا بلا حجاب دیکھنے کا مطالبہ کر دیا اس گستاخی عمل پر اُن پر برقِ تپاں آ پڑی، بنی اسرائیل کا بھی عجیب حال ہے کہیں تو توحید پرسند کے طلب گار بنتے ہیں اور کہیں ایسی بدعقلی کی مثال کے گوسالہ پوجنے لگتے ہیں انہیں اتنا بھی احساس نہیں رہا کہ کس ذات نے اُن کے لئے سمندر میں خشکی کے راستے بنا کر انہیں فرعون کی گرفت سے آزاد کرایا، اُن کے عدو کو اُن کی نظروں کے سامنے غرق کر ڈالا حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ توراۃ جو آسمان سے لکھی ہوئی نازل ہوئی تھی اس کو کب انہوں نے تسلیم کیا اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اِس سنگین جُرم کو معاف کر دیا گو کہ شرک، قبیح جُرم ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑا رُعب دیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گوسالہ کو ذبح کر کے نذرِ آتش کر دیا اس کی راکھ فضا میں دریا میں اُڑا دی اور ستر ہزار آدمی گوسالہ کو سجدہ کرنے والے مارے گئے۔

آیت ۱۵۴ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اور ہم نے بلند کر دیا اُن کے اوپر کوہِ طور کو، اُن سے عہدِ میثاق لینے کے بعد، اور کہہ دیا تھا ❶ کہ شریعت کو تسلیم ہی کرنا ہوگا ورنہ پہاڑ کے نیچے دب کر کچل دیئے جاؤ گے اور اُن سے یہ کہا گیا تھا کہ جب ایلیاء شہر میں داخل ہونا تو عجز و انکساری اپنائے ہوئے، فرمانبرداری کے جذبہ سے سرشار ہو کر، سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے داخل ہونا اور سنیچر (سبت) کے دن مچھلیوں کا شکار نہ کرنا اور حد سے تجاوز نہ کرنا لیکن یہودیوں نے نافرمانی کی انہوں نے سربسجود ہونے کے بجائے سُرین پر سَرکنا اور پھسلنا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب شہر پہنچے تو اُن پر دھوپ کے وقت وباء پھیلی، طاعون میں مبتلا ہوئے اور تقریباً ستر (۷۰) ہزار افراد مارے گئے۔ (بحوالہ تفسیر عثمانی علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

آیت ۱۵۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان کی عہد شکنی اور آیات اللہ تعالیٰ کے ساتھ کُفر اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ناحق قتل کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت کی، اور یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہمارے قلوب تو غلاف میں محفوظ ہیں یہودی اپنی تعریف میں یہ کہتے ہیں کہ سوائے اپنے خیالات اور افکار کے کسی کی بات ہم پر اثر نہیں کرتی اسی موضوع کا بیان آیت ۸۸ سورۃ البقرہ پارہ الم میں آیا ہے۔

وَّقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝

❶ ...... وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ''اور جب ہم نے اقرار لیا تھا تم سے اور اونچا کیا تم پر کوہِ طور'' (آیت ۶۳ سورۃ البقرہ پارہ الم) لیکن ان لوگوں نے باوجود اس قدر عہد و پیماں کئے کہ اپنے وعدے سے پھر گئے۔

''اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں! نہیں نہیں! اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار پڑی اُن پر منکرین ہونے کے سبب، اب ان میں بہت تھوڑے ایمان لائیں گے''۔

جب حضور اکرم ﷺ نے اہلِ یہود کو ہدایت کی تو، انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں آپ کی بات وہاں تک نہیں پہنچ سکتی رَبِّ جلیل کا ارشاد ہے کہ یہ بات نہیں بلکہ بہ سبب کُفر، اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر مُہر ثبت کردی ہے جس کے سبب اُن کو نعمتِ ایمان نصیب نہیں ہوسکتی البتہ چند لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور اُن کے رُفقاء۔

آیت ۱۵۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ یہودیوں کی سب سے بڑی سرکشی تو یہ تھی کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی دعوتِ حق سے انکار کیا اور حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان باندھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سنِ شباب کی عمر تک نہ کسی نے حضرت مریم علیہا السلام پر الزام لگایا اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز اولاد کا طعنہ دیا لیکن جب تیس برس کی عمرِ عزیز کو پہنچے اور نبوت کے کام کا آغاز کیا اور یہودیوں کی بداعمالیوں پر ملامت کی تو انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو مُوردِ الزام ٹھہرایا (بحوالہ تفہیم القرآن از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ) '' بُهْتَانًا عَظِيمًا '' یہودیوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر زنا کا اتہام کیا، انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر یوسف نجار کے ساتھ زنا کرنے کا الزام باندھا نَعُوْذُ بِاللّٰه ' اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔

آیت ۱۵۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو قتل کردیا ہے اور اُن کو سولی دی ہے یہ دعویٰ ان کا سراسر دُروغ پر مبنی ہے عِیسَی ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اگر یہود کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ مانتے ہوئے انہوں نے آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کی ٹھانی، سو وہ حضرت زکریا علیہ السلام اور یرمیا کو بھی نبی مانتے تھے لیکن اُن کو شہید کردیا، اتنا یقینی امر ہے کہ انہوں نے قتل نہیں کیا۔

آیت ۱۵۳ تا ۱۵۷ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

بھلا اس حقیقت سے کیا انکار کہ مدینہ منورہ کے منافق زیادہ تر یہودی ہی تھے اُن کا عجیب مطالبہ تھا سرکارِ دوعالم ﷺ سے، اگر آپ صادق ہیں تو آسمان سے ہمارے سامنے کتاب کا نزول کیوں نہیں ہوتا تا کہ ہم اپنی نظروں سے اُسے دیکھ لیں، ایسا مطالبہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کرچکے تھے کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے باری تعالیٰ کو دیکھ لیں، سچی بات تو یہ ہے کہ جو طالب حق ہوتا ہے وہ کبھی ایسی خواہشات اور فرمائش کا اظہار نہیں کرتا، بلکہ وہ تو یہ سوچتا ہے کہ جو احکامات صادر ہو رہے ہیں وہ کیسے ہیں ان احکام کا صادر کرنے والا کون ہے اور اس کا عمل کیا ہے۔

ان آیات میں یہودیوں کی تاریخی سرکشی، اور گمراہی کی طرف نشاندہی کی گئی ہے جس سے یہ حقیقت آشکار ہوگئی ہے کہ حق کے مقابلے میں تکذیب اور فخر وافتخار میں مُبتلا گروہ اپنی شرپسندیوں میں مصروفِ عمل رہے تو، اگر اُن کا مطالبہ پورا بھی کر دیا جائے تب بھی وہ کسی بات کو تسلیم کرنے کے نہیں! اور کُفر کی تاریکی اور ظلمت میں وہ آگے بڑھتے ہی چلے جائیں گے ان آیات میں یہودیوں پر قرارداد جُرم عاید کردی گئی ہے انہوں نے اپنے عہد کو توڑا، انہوں نے باری تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، انہوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا۔

Marfat.com

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۱۵۸﴾

بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو (عیسیٰ علیہ السلام) کو اپنی طرف بلندی پر اُٹھالیا، اور اللہ تعالیٰ تو بڑا غالب اور پوری حکمت والا ہے۔ (۱۵۸)

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا ﴿۱۵۹﴾

اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو اپنی موت سے قبل عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لاچکے اور روزِ قیامت وہ اُن پر گواہ ہوں گے۔ (۱۵۹)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَثِیْرًا ﴿۱۶۰﴾

پس (یہود) کے ظلم کے سبب اور حق تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو اُن پر حلال تھیں اُن کو اُن پر حرام کردیا۔ (۱۶۰)

وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶۱﴾

اور اس لئے کہ وہ سود لیتے، حالانکہ اُن کو اس کی ممانعت ہوچکی تھی، اس سبب سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے اور ہم نے تو اُن کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۱۶۱)

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۶۲﴾

ہاں جو اُن میں علم میں کامل پختہ ہیں اور ایمان والے ہیں اور جو ایمان لاتے ہیں اُس پر جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اور جو آپ ﷺ پر اتارا گیا، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز کا صحیح اہتمام کرنے والے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں عنقریب ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے۔ (۱۶۲)

الفاظ و معانی آیت ۱۵۸ تا ۱۶۲

﴿ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ﴾ بلکہ اُٹھالیا اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف، اور محلِ کرامت پر لے گیا۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بابت اظہار کئے گئے تمام نظریات کا بطلان ❶ کرکے اب قرآن خود بتاتا ہے کہ وہ کہاں گئے ارشاد ہوا انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے، کبھی کبھی دل میں خیال آتا ہے کہ کہاں اُٹھالیا، تو اس کا سیدھا سادہ جواب ہے کہ آسمان پر رَفَعَ کے معنی بلند کرنا ہے اگر کسی شے کو نیچی جگہ سے اُٹھا کر اونچی جگہ رکھ دیا جائے یا کسی کا رُتبہ اور شانِ عظمت کو بلند کردیا جائے تو رَفَعَ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ آیت نمبر ۵۵ سورۂ آل عمران پارہ ۳ تِلْكَ الرُّسُل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ ......الخ" اے عیسیٰ میں تم کو واپس بلانے والا ہوں اور اپنی بارگاہ میں بلند مرتبہ دینے والا ہوں۔"

❶ ......بطلان (ع) مذکر، تردید مٹانا، باطل ہونا بحوالہ فیروز اللغات، باطل، بے ثبات، جھوٹی بات، باطل، بطلان سے اسم فاعل واحد مذکر اس کو قیام و دوام حاصل نہیں ہوتا۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

اللہ ﷻ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھالیا احادیث صحیح مسلم شریف، صحیح بخاری شریف اور دیگر احادیث مُبارکہ میں تواتر کے ساتھ مذکور ہے کہ آسمان پر اُٹھائے جانے کے علاوہ قیامت کے قریب اُن کے نُزول اور دیگر کئی اُمور کے بارے میں تذکرہ ہے۔ آپ علیہ السلام کہ دوبارہ جلوہ افروز ہونے کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں منارہ شرقیہ کے قریب، اس وقت نزول فرمائیں گے جب صلوٰۃ الفجر کی امامت ہورہی ہوگی آپ علیہ السلام صلیب توڑدیں گے جزیہ معاف فرمائیں گے اور خنزیر کو قتل کردیں گے اُن کے دور میں سب مسلمان ہوجائیں گے۔ دجال کا قتل بھی آپ علیہ السلام کے ہاتھوں سے واقع ہوگا یا جوج ماجوج کا بھی ظہور ہوگا اور ان کا فساد دفعۃً آپ علیہ السلام کی موجودگی میں رونما ہوگا بالآخران کی ہلاکت ہوجائے گی۔ (بحوالہ ابن کثیر)

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ اور اللہ تعالیٰ ہے غالب اور حکمت والا، حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا جس کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مل جائے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اللہ ﷻ کا یہ فیصلہ حکمت پر مبنی ہے۔

﴿ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾ ضرور ایمان لائیں گے اُن کی موت سے پہلے، اس آیت کی تفسیر حضرت ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ سے روایت ہے کہ قبل موتہ کا مفہوم قبل موت ابن مریم علیھا السلام قرار پایا ہے اور یہ آیتِ مُبارکہ قُربِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں ہے۔ گویا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ابھی نہیں ہوئی بلکہ قیامت واقع ہونے سے پہلے وہ آسمان سے اتریں گے اور ربِّ جلیل کی تمام تر حکمتیں پوری ہوجائیں گی اس کے بعد اُن کی وفات ہوگی سورۃ زخرف آیت ۶۱ پارہ اِلَیْہِ یُرَدُّ ۲۵ میں ارشادِ ربی ہے:

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ

''اور یقینی طور پر عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک نشانی/علامت ہیں پس تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میرا کہا مانو!''

گویا اس آیتِ مُبارکہ سے اس بات کا علم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا، قیامت کی علامات میں سے ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴾ اور قیامت کے روز وہ گواہ ہوں گے اُن پر، گویا یہودیوں اور عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ، اور اس پیغام کے ساتھ جو دعوت آپ لائے اور جو معاملہ سرانجام دیا ہے اس پر آپ علیہ السلام حق تعالیٰ کی عدالت میں گواہی دیں گے یہ شہادت اُن کی اپنی زندگی کے حالات کے بارے میں ہوگی اس کا ذکر مزید سورۃ المائدہ آیت ۱۱۷/ پارہ ۷ وَاِذَا سَمِعُوْا میں آیا ہے۔ '' وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ '' اور میں جب تک اُن میں رہا، گواہ رہا (ان کا حال پتہ رہا) اور پھر جب آپ نے مجھے اُٹھالیا (تو میں اُن کے حال سے بے خبر رہا) ﴿ حَرَّمْنَا ﴾ ہم نے حرام کردیا، تَحْرِیْم سے فعل ماضی کا صیغہ (جمع متکلم) قواعد کے مطابق۔

﴿ وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا ﴾ اور بوجہ اُن کے سود لینے کے، آج یہود گیتی کائنات میں بڑی سود خور قوم شمار کی جاتی ہے اس وقت بھی تورات میں واضح وضاحت موجود ہے جس میں سود لینے سے روکا گیا ہے ''اگر تو میرے لوگوں میں کسی محتاج کو جو میرے پاس

Marfat.com

رہتا ہو قرض دے تو اُس سے قرض خواہ کی طرح برتاؤ نہ کرنا، اور نہ اُن سے سود لینا'' (بحوالہ تورات خروج باب ۲۲۔۲۵)

﴿ نُهُوۡا عَنۡهُ ﴾ منع کیا گیا اُن کو اُس سے ''نھی'' وہ روکے گئے ماضی مجہول (جمع مذکر غائب) قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ لٰكِنِ الرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ مِنۡهُمۡ ﴾ لیکن جو پُختہ رمضبوط رکامل ہیں علم میں، اُن میں سے وہ لوگ جو صحیح علم پر ہیں، بنی اسرائیل میں سے جن کا علم جامع اور مربوط ہے جیسے عبداللہ بن سلام جن کے پاس سطحی قسم کی معلومات نہ تھیں بلکہ وہ ٹھوس قابلیت رکھتے تھے، گویا جو اگلی پچھلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱۵۸ تا ۱۶۲

آیت ۱۵۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کرنے میں یہودی کامیابی حاصل نہیں کر سکے اور یہ کہ حق تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف اُٹھالیا قدرتی بات ہے ذہن ٹھیک میں سوال اُبھرتا ہے ''کہاں اُٹھالیا؟'' قرآن خود بتاتا ہے کہ آسمان پر، بات بالکل واضح ہے چنانچہ یہودیوں کا یہ کہنا اور عیسائیوں کی یہ رائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی دے دی گئی تھی یہ دونوں دعوے اور عقیدے حرفِ غلط کی طرح غلط ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو پھانسی نہیں دی گئی تھی۔ قرآن اِس قول کی تکذیب کرتا ہے ''نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا گیا نہ تختہ دار پر چڑھایا گیا'' یہ تمام پھیلے ہوئے نظریات کا بطلان ہے۔ اللہ جل جلالہ کی قدرتِ کاملہ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھالیا، آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد قیامت کے نزدیک اُن کا نزول ہوگا۔ یہ بات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ اللہ جل جلالہ غالب اور حکمتوں والا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے یہود لاکھ قتل کے منصوبے ترتیب دیتے رہے لیکن باری تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی حفاظت کا ذمہ لیا تو اللہ جل جلالہ کی قدرت، حکمت اور غلبہ کے سامنے اُن کے بنائے ہوئے منصوبوں کی قدر و قیمت ہی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ زبردست، قدرت والا اور حکمت والا ہے۔

آیت ۱۵۹ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اہلِ کتاب میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو اپنی موت سے قبل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئے اور روزِ محشر عیسیٰ علیہ السلام ان اہلِ کتاب کے باطل عقائد اور نظریات کے خلاف گواہی دیں گے یہ لوگ اگرچہ فی الوقت، بغض وحسد میں مُبتلا ہونے کے سبب نظر شناس، آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باطل خیالات میں گم ہیں اور دیکھا جائے تو نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے بھی انکاری ہو رہے ہیں لیکن ایک ایسی ساعت آنے والی ہے جب کہ اُن کی نگاہوں سے پردہ چاک ہوگا اور پھر انہیں یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو خیال تھا وہ گمان سب باطل تھا۔

یہ یہود اپنی موت سے چند لمحات پہلے جب عالم برزخ کی کیفیت کو دیکھیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لائیں گے گو کہ اس وقت کا ایمان لانا اُن کے حق میں سودمند نہیں ہوگا جیسے کہ فرعون کو اس کے اس ایمان نے نفع نہیں دیا جو وہ غرق ہونے کے وقت لایا تھا۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

اسلاف میں اکثر اس قول کے قائل ہیں کہ اہلِ کتاب کا ہر فرد و بشر اپنی موت سے ذرا قبل عالم نزع میں ہوتا ہے تو

Marfat.com

حضرت مسیح علیہ السلام کے نبی ہونے کی تصدیق کرتا ہے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو اللہ تعالیٰ کا بیٹا دنیا کی زندگی میں تسلیم کرتا ہے اِس سے توبہ کرنے لگتا ہے لیکن عالم نزع میں تو یہ مبرور نہیں ہوتی اس لئے فرمایا گیا کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام روزِ قیامت ایسے لوگوں کے خلاف گواہی دیں گے۔ (بحوالہ تفسیر کشف الرحمٰن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں آسمان پر جب دجال کا ظہور ہوگا تب وہ اس جہاں رنگ و بو میں تشریف آوری کے بعد اُسے قتل کریں گے اور یہود و نصاریٰ اُن پر ایمان لائیں گے کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اُن پر موت وارد نہیں ہوئی تھی اور قیامت کے روز سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اُن کے حالات اور اعمال کو بتائیں گے کہ ''یہود نے میری تکذیب کی اور مخالفت بھرپور کی، اور نصاریٰ نے تو حد کردی مجھ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا۔ مُفسرین نے اس قول کو ترجیح دی کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اپنی وفات سے قبل زمین پر نزول فرمائیں گے اور اس دور میں جس قدر اہلِ کتاب ہوں گے آپ علیہ السلام پر ایمان لا کر دین اسلام قبول کریں گے۔ (بحوالہ ابن جریر، ابن حبان، تفسیر قرطبی)

آیت ۱۶۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہود کے بڑے بڑے جرائم سرانجام دینے پر اس کارگہہ حیات میں بھی اُن کی گمراہی کے سبب بہت سی پاکیزہ چیزیں جو پہلے سے حلال تھیں بطورِ عتاب اور سزا کے طور پر اُن پر حرام کردی گئیں اِن حلال اور پاک اشیاء کو اُن پر حرام کرنا اُن کی مَعصیّت اور نافرمانیوں کا نتیجہ ہے ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ سود لیتے تھے، حالانکہ توراۃ میں تو اس کی ممانعت کی گئی تھی گویا بنی اسرائیل پر وہ تمام جانور حرام کردیئے گئے جن کے ناخن ہوتے ہیں اُن پر گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کردی گئی سورۂ انعام آیت ۱۴۲ پارہ ۸ وَلَوْ اَنَّنَا میں ارشادِ ربی ہے:

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

''اور اُن یہودی ہوجانے والوں پر، ہر ناخن والا جانور ہم نے حرام کردیا تھا اور گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کردی۔''

آیت ۱۶۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہودیوں کو سود لینے سے روکا گیا ہے لیکن وہ اس سے بھی قطعاً باز نہیں رہے اُن کے کرتوتوں کا تو یہ عالم کہ لوگوں کو نیکی اور فلاح سے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے سے راہِ فرار اختیار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہونے کی تلقین کرنا اور سود کھانا، یہ سب کچھ اُن کے جائز تھا اور ناجائز طور پر لوگوں کا مال ہڑپ کرلینا اُن کا معمول تھا اُنہی قباحتوں اور گُمراہی کے سبب یہ کُفر اختیار کرکے اِس المناک عذاب کے سزاوار قرار پائے جو باریٔ تعالیٰ نے کافروں کے لئے تیار کررکھا ہے۔ اس قوم کے جو لوگ ایمان اور اطاعت سے انکار کے مرتکب ہیں اور راہِ ہدایت چھوڑ کر بغاوت و انکار کی روش پر بے جا پر قائم اور دائم ہیں اُن کے لئے اللہ جل جلالہ کی طرف سے دردناک عذاب تیار ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، سورۃ آلِ عمران آیت ۱۱۲ پارہ ۴ لَنْ تَنَالُوْا میں ارشادِ ربانی ہے:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ

''اُن پر ذلت کی مار ماردی گئی جہاں بھی پائے جائیں گے لیکن بجز اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا لوگوں سے کہیں پناہ مل جائے یہ اور بات ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوگئے اور مُسلّط کردی گئی ہے اُن پر مفلسی محتاجی۔''

آیت ۱۶۲ میں وضاحت کی جارہی ہے کہ باوجودیکہ یہود برائیوں میں ملوث تھے لیکن بعض لوگ ضرور ایسے ہیں کہ جو علم دین میں کامل اور صاحبِ کرداروں میں جن کا شمار ہوتا ہے جو پہلے کتاب اُن کے پاس تھی، اس پر ایمان رکھتے تھے اور اس پر عمل پیرا بھی تھے سو قرآن الحکیم جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اس پر بھی ایمان لے آئے ہیں نماز کا اہتمام بھی کرتے ہیں پوری حسنِ ادائیگی کے ساتھ اور دیگر لوگوں کو دعوتِ تلقین عمل بھی دیتے ہیں اور زکوٰۃ کی بھی ادائیگی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان اور ایقان رکھتے تھے، ایسے لوگوں کو باری تعالیٰ انعام و اکرام سے سرفراز فرمائیں گے مگر یہ تعداد میں چند خوش نصیب تھے ورنہ اہلِ یہود کا تو یہ شیوہ رہا کہ دینِ برحق اور اہلِ ایمان کو خسارہ پہنچانے کے لئے سرگرم عمل رہے اکثر جنگ اور غزوات میں ان کی سازشیں کسی سے پوشیدہ نہیں اور دیکھا جائے تو کہیں فرقہ بندی ہے اور کہیں ذاتیں ہیں کہیں، کے مصداق اور گروہ بندی کی بُنیاد رکھی تاریخ کا کون سا ایسا طالب علم ہے جو ابنِ سبا یہودی کے گروہ سے واقف نہیں اُن کا گروہ آج تک اسلام اور مسلمانوں، دونوں کو مسلسل نقصان پہنچانے کی کارروائیوں میں مصروفِ عمل ہے۔

آیت ۱۵۸ تا ۱۶۴ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

یہودیوں کی سرکشی کا عالم تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی دعوت کی تکذیب کی اور حضرت مریم علیہا السلام پر بُہتان لگایا اور گویا ہوئے ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی لگا کر قتل کر دیا حقیقت احوال تو یہ ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے نہ تو وہ تختہ دار پر چڑھا سکے اور نہ ہی قتل کر سکے واقعہ تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اُٹھالیا۔

حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی تشریف آوری نے بنی اسرائیل کو اُن کی اصلاح کا موقع دیا لیکن ان کی سرکشی اور بغاوت ناز و تکبّر کے سبب یہ موقع ضائع ہوگیا اور راہِ حق وسعادت سے وہ محروم رہے۔ آج یہ اہلِ کتاب قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سچائی کو ماننے کے لئے یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ آسمان سے نازل کردہ کتاب دکھائیں لیکن وہ ساعت اور گھڑیاں دور بھی نہیں جب قرآن الحکیم اور نبی اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی ایک ایک بات واقعات کی روشنی میں اپنی نظروں سے دیکھ نہ لیں گے قرآنِ حمید جس ذلّت، تذلیل، اور رُسوائی کی نوید سے باخبر کر رہا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے پہلے ان کے سامنے عیاں ہو جائیں اور پھر تکذیب کرنا، اُن کے لئے ممکن نہ ہوگا۔

جب کسی گروہ میں سچائی اور عمل تقویٰ مفقود ہو جائے تو وہ جائز اور مباح شے کا استعمال اس طرح کرنے لگتا ہے کہ وہ ہر قسم کی بُرائیوں کا موجب ہو جاتی ہیں اس صورتِ حال میں یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ جائز شے کو بھی عارضی اور وقتی طور پر روک دیا جائے، یہی کچھ یہودیوں کے ساتھ ہوا جتنی حلال شئے تھیں جن کے استعمال کی ممانعت نہ تھی انہیں مصلحتاً روک دیا گیا ان کو سود سے منع کیا گیا لیکن وہ اس سے باز نہیں آئے بلکہ لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھانے لگے آج تو ہمارا بھی یہ حال ہو رہا ہے کہ ایمان واطاعت کی زندگی سے بے نیاز ہو کر سرکشی کی روش پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین

٢٦٦٩٥

Marfat.com

اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ۚ وَاَوۡحَيۡنَآ اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ‌ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿١٦٣﴾

اے حبیب (ﷺ)! ہم نے آپ کی طرف وحی اسی طرح بھیجی جیسے نوح علیہ السلام اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی اور ہم نے وحی کی تھی ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کو اور یعقوب علیہ السلام کو بھی اور اُن کی اولاد کو بھی اور عیسیٰ علیہ السلام ایوب علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور ہم نے عطا کی حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور۔(١٦٣)

وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ‌ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى تَكۡلِيۡمًا ﴿١٦٤﴾

اور اس سے پہلے، ہم نے بہت سے رسولوں کا احوال آپ کو سنایا/حال بیان کر دیا اور بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ کو نہیں بتائے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے حقیقتاً باتیں کیں/خاص کلام کیا۔(١٦٤)

رُسُلًا مُّبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿١٦٥﴾

اِن سب رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا تا کہ رسولوں کو مبعوث کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے، بہر نوع اللہ تعالیٰ بڑا زبردست ہے حکمت والا ہے۔(١٦٥)

لٰـكِنِ اللّٰهُ يَشۡهَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكَ‌ اَنۡزَلَهٗ بِعِلۡمِهٖ‌ۚ وَالۡمَلٰۤئِكَةُ يَشۡهَدُوۡنَ‌ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ﴿١٦٦﴾

لیکن اے حبیب (ﷺ)! اللہ تعالیٰ اس پر خود گواہ ہے کہ جو اُس نے آپ کی طرف نازل کیا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے اس کو اُتارا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، اور حق ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔(١٦٦)

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ قَدۡ ضَلُّوۡا ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ﴿١٦٧﴾

اور وہ جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی، اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، بے شک وہ بہک کر گمراہ ہوئے اور گمراہی میں یقیناً حق سے بہت دُور نکل گئے۔(١٦٧)

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَظَلَمُوۡا لَمۡ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَـغۡفِرَ لَهُمۡ وَلَا لِيَـهۡدِيَهُمۡ طَرِيۡقًا ﴿١٦٨﴾

بلاشبہ جنہوں نے راہِ کُفر اختیار کی اور حق کو دبایا/ظُلم کیا اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا اور اُن کو ہدایت کا طریقہ/راستہ بھی نہیں بتائے گا۔(١٦٨)

اِلَّا طَرِيۡقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا‌ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا ﴿١٦٩﴾

بجز جہنّم کے، اُن کے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بات/کام اللہ تعالیٰ کے لئے بہت آسان/سہل ہے۔(١٦٩)

الفاظ و معانی آیت ١٦٣ تا ١٦٩

﴿ اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ ﴾ بے شک ہم نے وحی بھیجی آپ ﷺ کی طرف۔ ﴿ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ ﴾ جیسی وحی اُتاری تھی

Marfat.com

نوح علیہ السلام کی طرف۔ ﴿وَالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ﴾ ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف، عربی لغت میں وحی کا معنی اشارہ کرنا ہے اس کا اطلاق مختلف اُمور میں اور مفاہیم میں ہوتا ہے۔ الہام کے مطابق کسی شے کو دل میں ڈال دینے کو وحی کہا جاتا ہے وَحی بمعنیٰ حکم اور پیغام الٰہی استعمال ہوتا ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿اَوْحٰی﴾ اُس نے وحی بھیجی وحی کے معنیٰ ہیں اشارہ خفی کے اَوْحَیْنَا، ہم نے وحی کی، اِیحَاء سے ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ قواعد کے مطابق۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ رقمطراز ہیں، وحی جو نبیوں پر اُترتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

اول ...... یہ کہ پیغمبر کے باطن کو عالم قدوس کی طرف مسخر کیا جائے اور اس میں پیغام الٰہی کا القاء کیا جائے اس صورت میں نہ فرشتہ واسطہ بنتا ہے اور نہ آواز سنائی دیتی ہے۔

دوئم ...... یہ کہ پیغمبر خدائی آواز سنے نہ اس میں مخارج ہوتے ہیں اور نہ تقطیع، وہ ہر طرف سے سنی جاتی ہے۔

سوئم ...... یہ کہ فرشتہ آئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام سنائے۔ (بحوالہ فیض الباری جلد اول)

وحی کی بابت تفصیلی بحث وبیان علامہ رشید رضا مصریؒ کی کتاب ''الوحی المحمدی'' میں دیا ہوا ہے۔ اس مفہوم سے معلوم ہوا کہ وحی اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کا پیام ہے جو پیغمبروں کی طرف نازل کیا جاتا ہے سابقہ انبیاء پر جس طرح وحی کا نزول ہوا ہے۔ ویسے ہی حضرت محمد ﷺ پر اللہ جل جلالہ نے وحی اُتاری، تو جس نے اُس کو تسلیم کیا، سبحان اللہ، جس نے اس کا انکار کیا گویا سب کا انکار کیا حضرت نوح علیہ السلام سے قبل انبیاء کی مخالفت پر عذاب نازل نہیں ہوتا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں نافرمانوں پر عذاب کی وعید آئی، طوفان نوح آیا، اس کے بعد حضرت ہود علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانے میں کُفار پر طرح طرح کے عذاب آئے۔ اہلِ کتاب اور مشرکین کو بتایا گیا کہ جو آپ ﷺ کی ''وحی'' قرآن کو نہ مانے گا وہ عذابِ عظیم میں مُبتلا ہوگا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی انسان پر اللہ تعالیٰ نے کچھ نہیں نازل کیا گویا حضرت محمد ﷺ کی وحی اور رسالت کے بھی منکر ہوئے جس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔ (بحوالہ ابن کثیر)

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰھُمْ عَلَیْکَ﴾ اور وہ رسول کہ اُن کی خبر کا تذکرہ اب تک ہم نے آپ ﷺ سے نہیں کیا اور اُن کے نام آپ ﷺ پر ہم نے ابھی ظاہر نہیں کئے اس سے قطعاً یہ مراد نہ لی جائے کہ دوسرے اَنبیاء کا رسول اللہ ﷺ کو پتہ نہیں تھا علامہ آلوسیؒ کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو سب انبیاء کے آنے کی خبر اور علم تھا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ''حق تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث فرمائے ہیں جن میں سے تین سو تیرہ اصحاب شریعت رسول تھے۔'' (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا﴾ اور بات چیت کی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے جس طرح کلام کیا جاتا ہے دوسرے اَنبیاء پر وحی کے نزول کا اندازہ تھا کہ ایک آواز آرہی ہے اور فرشتہ سے پیغام سنایا جارہا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص کلام ہوا رَبّ تعالیٰ اور بندے کے درمیان رُوبرُو گفتگو ہورہی تھی ''جیسے کوئی شخص اپنے ساتھی/دوست سے ہمکلام ہوتا ہے ویسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رُوبرُو ہوکر کلام کیا'' (بحوالہ بائیبل خروج ۳۳:۱۱) اللہ جل جلالہ نے درحقیقت

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام سے فرشتے کے بغیر کلام کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو وادیٔ ایمن میں ہوئی ربِّ جلیل جس بندے کو اپنی رحمتِ خاص سے سرفراز فرماتا ہے اسے اپنے کلام سے مشرف فرماتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ سے بھی براہِ راست کلام اللہ تعالیٰ نے کیا بالائے عرش پر بقول شاعر:

موسیٰ بطورِ اگرچہ سخن گفت باخدا بالائے عرش پایۂ طور محمدؐ است

﴿ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ﴾ اور اللہ گواہی دیتا ہے اس کتاب کے ذریعہ جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی وہ قرآن مجید ہے۔ کھلا ہوا معجزہ اور دلالت کرنے والا نبوت پر، اَنْزَلَهٗ نازل کیا۔ ﴿ بِعِلْمِهٖ ﴾ ملا ہوا علم خاص کے۔

﴿ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴾ تحقیق کہ گمراہ ہوئے وہ، گمراہی میں اس درجہ کو پہنچے کہ گمراہ کرنے والوں کو انہوں نے اکٹھا کرلیا ہے اور گمراہی میں بہت دُور نکل پڑے۔ ﴿ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴾ اور نہ دکھائے گا ان کو سیدھی راہ کیونکہ انہوں نے خود حق قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد کو اپنے اعمال سیّۂ سے خود کو سزا کا مستحق بنالیا۔

﴿ وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ اور روکا، اور باز رکھا لوگوں کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے۔ رسول اللہ ﷺ کی جو صفات و کمالات توراۃ میں بتائی گئی تھیں اُن کا انکار کیا اور انہوں نے دیگر لوگوں کو بھی دعوتِ اسلام قبول کرنے سے باز رکھا۔

﴿ وَصَدُّوْا ﴾ انہوں نے روکا، "صَدٌّ" اور "صُدُوْدٌ" سے فعل ماضی کا صیغہ (جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق)

تشریح وتوضیحات آیت ۱۶۳ تا ۱۶۹

آیت ۱۶۳ میں اظہار بیان ہے کہ ہمیشہ انبیاء اور رسولوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بھیجی جاتی رہی ہے گویا حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل بھی نبوت اور رسالت کا سلسلہ رہا ہے حضرت نوح علیہ السلام پر وحی اُتاری گئی اور اس کے بعد آنے والے رسولوں اور نبیوں میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی آل سے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا ہوئی، رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ نبوت کوئی نئی بات تو نہیں، اہلِ کتاب اور مشرکین مکہ اور تمام کافر قرآن حمید کی حقانیت اور صداقت پر طرح طرح کے شبہات پیدا کرتے قرآن مجید پر عمل کرنے کا حکم دے کر مزید بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا سب پر فرض ہے اس آیتِ مُبارکہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ نے محمد ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ اُن کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب اتاری جائے تو وہ آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ اس آیتِ مُبارکہ کا نزول ہوا اور اُن پر حُجت قائم کی گئی اس آیۂ کریمہ میں گیارہ انبیاء کرام کے اسماء مبارکہ بیان کئے گئے ہیں، اہلِ کتاب ان سب کی نبوت کو مانتے ہیں۔ (بحوالہ کنزالایمان، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ) یہ لوگ ان سب انبیاء پر اور ان کی نبوت اور رسالت کو مانتے ہیں اور آپ ﷺ پر ایمان لانے سے جانے کیوں گریزاں ہیں جبکہ ہر نبی اور ہر رسول اللہ تعالیٰ کی جانب سے نیکی پر انعام اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر نوید اور اطاعت نہ کرنے پر سزا کا خوف دلاتا ہے۔

Marfat.com

آیت ۱۶۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ اس سے قبل بہت سے رسولوں کے حالات سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا گیا ہے اور بہت سے رسولوں کے حالات کی ہم نے آپ ﷺ کو آگاہی نہیں دی گویا ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی اُتاری جن کا تذکرہ اس سے قبل کیا جاچکا ہے اور اُن رسولوں پر بھی جن کا بیان آپ ﷺ سے نہیں کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا جس طرح گفتگو دوبدو کی جاتی ہے اگر ربِّ جلیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے براہِ راست بات چیت کی تو بھی وحی کا یہ ایک خاص انداز تھا یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وہ خاص کمالِ صفت ہے جس میں وہ دیگر انبیاء سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ صحیح ابن حبان کی روایت سے کہ پتہ چلا ہے کہ ''اس صفتِ خاص ہمکلامی مین سیدنا آدم علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بھی شریک مانا ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر)

آیت ۱۶۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ رسول جن میں سے بعض کے نام بتائے گئے ہیں اور بعض کے نام نہیں لئے گئے ان تمام رسولوں کو نوید مسرت دینے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شفقت، رحمت اور انصاف کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ رسول مبعوث کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اہلِ ایمان اور اطاعت کرنے والوں کو بشارت دیں کہ ربِّ جلیل نے اُن کے لئے کیسی کیسی نعمتیں رکھ رکھی ہیں بے شمار نعمتیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اُن کے انتظار میں ہے اور کافروں اور نافرمانوں کو خوف اور ڈر سے آگاہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عتابِ غضب اور ایک المناک عذاب اُن کا منتظر ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ رسولوں کو مبعوث کرنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی حجت باقی نہ رہے یہ رسول مبشرین اور منذرین تھے تاکہ کسی کو یہ کہنے کی جرأت و ہمت نہ ہوسکے کہ ہم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا ہی نہیں اس امر کی مزید تقویت سورۂ طٰہٰ آیت ۱۳۴ پارہ ۱۶/ قَالَ اَلَمْ سے ہورہی ہے ارشادِ ربانی ہے:

وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۝

''اپنا پیغام پہنچانے سے قبل اگر اُن کو ہم ہلاک کردیتے، تو اُن کو موقع مل جاتا یہ کہنے کا کہ اے اللہ! ہماری طرف اپنا رسول کیوں مبعوث نہ کیا تاکہ ہم ذِلّت و رُسوائی کے عذاب سے بچ جاتے، برباد ہونے سے پہلے تیری آیات کی پیروی/اتباع کرتے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تدبیر ہے اور رسول کو نہ بھیج کر چاہتا تو اعمالِ بد پر سزا دیتا، تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا لیکن ایسا نہیں کیا پہلے راستہ دکھایا/ بتایا اور پھر الزام میں مُوردِ الزام ٹھہرایا۔

آیت ۱۶۶ میں خطاب محمد مصطفی ﷺ سے ہے لوگ نہیں تسلیم کرتے تو نہ تسلیم کریں مگر ربّ شہادت دیتا ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ پر اُتارا گیا اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور اس پر ملائکہ بھی شاہد ہیں اس آیت کریمہ میں قرآن حکیم کی سچائی پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے اس کے بعد فرشتوں کی گواہی ہے اِن فرشتوں میں اس فرشتہ کا بھی شمار ہے جس نے قرآن کو رسول اللہ

ﷺ پر نازل کرنے کی سعادت حاصل کی یعنی حضرت جبریل امین علیہ السلام ان دو گواہی سے وہ دعوٰی باطل ہو جاتا ہے جو اہلِ کتاب کرتے ہیں، اس شہادت کا مُدعا یہ ہے کہ اہلِ اسلام کو اطمینان دلایا جائے تا کہ وہ اپنے مؤقف پر ''بُنْیَان مَرصُوْص'' کی طرح ڈٹ جائیں، یہ یقین دہانی اُس وقت کرائی جارہی ہے جب اہلِ اسلام مدینہ منورہ میں نووارد تھے اور یہود نے اسلام اور اہلِ ایمان کے خلاف طوفان برپا کر رکھا تھا اور یہود انکارِ حق کے شب و روز سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروفِ عمل تھے تا کہ اسلام پروان نہ چڑھ سکے، لیکن باری تعالیٰ نے حق کو ظاہر فرما دیا، اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے انسانوں کو بہت ہدایت ہوئی۔

آیت ۱۶۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ راہِ کُفر اختیار کرتے ہیں اور پھر حق کو دبانے کی سَعیِ پیہم میں لگے رہتے ہیں بلاشبہ ایسے لوگ سیدھی رَاہ سے بھٹک کر، ظلمت و تاریکی میں ڈوبتے اور دھنستے چلے جاتے ہیں۔ پھر گمراہی میں مزید مبتلا ہو جاتے ہیں درحقیقت کفر ایسا مرض ہے کہ کافر، صرف خود کافر نہیں رہتا، بلکہ دوسروں کے لئے راستے کی رکاوٹ بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکنے کا مُوجب بنتا ہے یہ یہودی ہوں یا وہ لوگ ہوں جن پر علامت کُفر، اور راہِ کُفر اپنانے کا اطلاق ہوتا ہے وہ یقینی طور پر گُمراہ ہو گئے اور راہِ حق سے بہت دُور ہو گئے۔ انہوں نے وہ ''راہِ ہدایت'' چھوڑ دی جو راہِ مستقیم تھی وہ فکری، تصوّراتی، اور اعتقادی لحاظ سے اپنے طرزِ عمل سے اس قدر تاریکی میں ڈوب گئے کہ اب اُن کی واپسی کی اُمید ہی نہیں رہی۔

آیت ۱۶۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ راہِ کُفر پر چلنے سے، ظُلم اپنانے سے، اور مسلسل نافرمانی کرنے سے اور شرک پر قائم اور دائم رہنے سے بخشش حرام ہو جاتی ہے اور ہدایت کا راستہ بھی بند کر دیا جاتا ہے یہ لوگ جو روش کُفر و مخالفت کو اپنائے ہوئے ہیں یہ خود ہی اپنی جانِ حزیں پر ظُلم ڈھا رہے ہیں اب اُن کی روش نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ ایمان و سعادت کی راہ اُن کے لئے کھلے گی نہیں، اللہ کی بخشش اور مغفرت سے وہ یکسر محروم ہو گئے۔ قرآنِ حمید بعض مقامات پر کُفر پر ظُلم کا اطلاق بھی کرتا ہے۔ چنانچہ آیت ۴۵ سورۃ المائدہ پارہ ۶ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

''اور جو فیصلہ نہ کرے اس کتاب کے مطابق جیسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

آیت ۱۶۹ میں بتایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے کُفر و بغاوت کی رَوش اختیار کی، اور ظُلم و جور پر اُتر آئے، ایسے لوگوں کا مقدّر جہنّم کی راہ ہے جس میں وہ ہمیشہ قیام کریں گے اُن سب کو سزا دینا اللہ تعالیٰ کے لئے بہت ہی آسان ہے کسی بندے کے دائرۂ اختیار میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی تدبیر، جس کی وجہ سے وہ باریٔ تعالیٰ کے لئے کچھ مُشکلات پیدا کر سکے جنہوں نے اعمالِ بد کئے اور جنہیں توبہ و اَستغفار کی فرصت نہ ملی تو انہیں عذاب دیا جائے گا اور یہ حق تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾	اے لوگو! تمہارے پاس رسول آ گیا ربّ کی طرف سے ٹھیک بات رحق کے ساتھ، پس تم ایمان لاؤ، یہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اگر نہیں مانو گے تو خوب سمجھ لو! کہ آسمانوں اور زمین میں جو ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (۱۷۰)
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾	اے اہلِ کتاب تم اپنے دین کی بات میں مُبالغہ مت کرو رحد سے آگے مت نکلو، اور اللہ تعالیٰ کی شان میں حق اور سچ کے سوا کچھ نہ کہو، بے شک مسیح ابن مریم علیہ السلام کے بیٹے تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور اُس کا کلمہ (فرمان ربشارت) جسے اللہ تعالیٰ نے پہنچایا تھا مریمؑ کی طرف اور اس کے یہاں کی روح میں سے ایک روح تھے، پس ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں پر، تین مت کہو، باز رہو، تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو ایک ہی ہے جو عبادت کے لائق ہے وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو، اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے کام بنانے والا، کارساز۔ (۱۷۱)

الفاظ ومعانی آیت ۱۷۰، ۱۷۱

﴿ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ ﴾ تحقیق کہ آ گیا تمہارے پاس رسول حق کے ساتھ، گویا رسول اللہ ﷺ سچی بات، دلیلِ حق لے کر تمہارے لئے، ﴿ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ربّ جل شانہٗ کی طرف سے تشریف لائے ہیں۔ ﴿ وَاِنْ تَكْفُرُوْا ﴾ اگر تم کُفر کرو گے۔

﴿ فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ پس اس میں کیا شک ہے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے گویا زمین اور آسمان کے مالک کی نافرمانی کر کے تم اس کا کچھ بھی تو نقصان نہیں کر سکتے جو کچھ خسارہ ہوگا تمہارا اپنا ہی ہوگا بھلا بتاؤ تو سہی! تمہارے انکار رکُفر سے اللہ تعالیٰ کا کیا کچھ بگڑے گا اس مفہوم کو سمجھنے کے لئے سورۃ ابراہیم آیت ۸ پارہ ۱۳ وَمَآ اُبَرِّئُ پر غور فرمایئے ارشاد ربانی ہے:

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيْدٌ

''اور موسیٰ نے کہا کہ اگر روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگ منکر ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور ہر طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہے۔

﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا ﴾ یہ خطاب یہود و نصاریٰ کی طرف ہے اے وہ لوگو! جن پر انجیل نازل ہوئی ہے تم اپنے دین کے بارے میں عقیدہ حق کی حد سے تجاوز مت کرو حضرت عزیر علیہ السلام کی مدح میں تم غلو نہ کرو عزیر کو ابن اللہ کہتے ہو۔

﴿ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﴾ بلاشبہ مسیح جو ہے عیسیٰ ابن مریم ہے اور وہ رسول اللہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کی

Marfat.com

بُرائی اور مذمت میں غلو کرتے ہو یہاں تک کہ اسے بدکارہ کا بیٹا کہتے ہو اور نصاریٰ سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ فرماتے ہیں کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں اس درجہ غُلو نہ کرو کہ اسے خدا کا بیٹا کہو۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اول اشاعت طبع ۱۸۸۷ء)

غُلو کے لفظی معنی حد سے نکل جانے کے ہیں گویا کسی شے کو اُس کی حد سے بڑھا دینا ہے۔ ''دین کے معاملات میں غُلو یہ ہے کہ جس شے کی جو حد متعین کی گئی ہیں اس سے آگے نکل جائے'' (بحوالہ احکام القرآن از امام جصاص)

﴿ كَلِمَتُهٗ ﴾ کا لغوی مفہوم تو یہ ہے کہ جس کے ساتھ نطق کیا جائے۔ مُفسرین نے لکھا ہے کہ کلمہ سے مراد وہ خوش خبری ہے جو حضرت مریم علیہا السلام کو ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہوگا، کسی مرد کے ہاتھ لگائے بغیر۔ حضرت امام غزالیؒ رقمطراز ہیں کہ بچے کی ولادت میں دو عوامل کارفرما ہیں ایک عامل نطفہ ہے کہ شکمِ مادر میں مادّۂ منویہ حمل کی صورت میں قرار پائے اور دوسرا سبب مولود کا یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ ''کُــن'' فرمانا جس کے بعد وہ بچہ معرضِ وجود میں آجاتا ہے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مادی اسباب کے واسطے کے بغیر صرف کلمہ کُن سے پیدا ہوئے۔

﴿ وَرُوحٌ مِّنْهُ ﴾ اور عیسیٰ صاحبِ روح ہیں، اور روح جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے بے واسطہ اسباب صادر ہوئی روح کے معنیٰ ہوتے ہیں جس کے ساتھ زندگی قائم و دائم ہو زندگی کی دو نوعیتیں ہیں ایک حسّی، دوسری معنوی۔ حسّی زندگی کی علامت میں گفتگو کرنا قوتِ سماعت رکھنا، یادداشت رکھنا اور چلنا، پھرنا، سمجھنے کے اُمور سرانجام پاتے ہیں اور معنوی زندگی کی علامت وہ ہے جس سے مکارم اخلاق وجود پاتے ہیں جیسے جذبۂ ایثار و رحم، سخاوت اور جذبۂ اُلفت کا اظہار، قرآنِ مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِي میں نے اپنی روح آدم میں پھونک دی، صرف سیدنا آدم علیہ السلام پر ہی موقوف نہیں بلکہ تمام اولادِ آدم کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ ربّ کائنات نے ہر نسلِ آدم کی پیدائش مادہ منویہ سے کی اور اس کے اعضا کو درست کر کے اس میں اپنی روح پھونک دی ایک قول یہ بھی ہے کہ روح نفخ پھونک کے معنی میں مستعمل ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریمؑ کے گریبان میں اللہ کے حُکم سے پھونک دیا تھا اسی سے حمل قرار پا گیا چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطورِ معجزہ صرف نفخ سے تخلیق ہوئے تھے اس لئے آپ کو روح اللہ کہا گیا۔ (بحوالہ معارف القرآن جلد دوم مفتی محمد شفیعؒ)

انجیل متی میں ایسی آیات موجود ہیں جس سے قرآن حکیم کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ روح الامین کے پھونک مارنے سے سیدنا یسوع مسیح کی پیدائش ہوئی۔ (بحوالہ انجیل متی ۱:۱۸)

تشریح وتوضیحات آیت ۱۷۰۔۱۷۱

آیت ۱۷۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے لوگو! اذن عام ہے کہ ہمارا رسول سچّی کتاب اور سچّا دین لے کر حق کے ساتھ مَبعوث ہوا ہے اور تمہاری بہتری کا راز اس میں مُضمر ہے کہ ایمان لاؤ اپنے بھلے کے لئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرو گے تو اس میں اُن کا کوئی نقصان نہیں تمہارے تسلیم کرنے اور نہ ماننے سے اُن کا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کُل بنی نوع انسان کے نبی ہیں اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کو تمہارے احوال، اعمال اور افعال کی خبر ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں رہتے ہوئے تم فتنہ و فساد اور کُفر

Marfat.com

کا ارتکاب کرو اور اللہ تعالیٰ کو علم نہ ہو، باری تعالیٰ نادان تو نہیں ہے کہ اپنے فرامین کی مخالفت کرنے والوں سے نمٹنے کا طریقہ نہ آتا ہو، تمہارے اعمال کا پورا پورا حساب وکتاب ہوگا اور اس کا صلہ ملے گا، یاد رکھو! وحی جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر نازل ہوئی ہے اس کا تسلیم کرنا فرض ہے اور اس سے انکار کفر کا طریق عمل ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: "اے میرے بندو! اگر پہلے کے اور بعد کے تمام انس وجن اس ایک آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے تو اس سے میری سلطنت اور بادشاہت میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوگا اور اگر تمام تر انسان اور جن، وہ ایک فرد کے قلب کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے بڑا سرکش رنافرمان ہو تو اس سے بھی میری بادشاہی میں کسی قدر کوئی کمی نہیں آئے گی اے میرے بندو! تم سب ایک میدان میں اکٹھے ہو جاؤ اور مجھ سے دستِ سوال دراز کرو اور میں ہر فرد کو اس کے سوال کے مطابق عطا کروں تو اس سے میرے خزانے میں صرف اس قدر ہی کمی واقع ہوگی جیسے کسی کو سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں آتی ہے۔ (بحوالہ صحیح مسلم کتاب البر، باب تحریم الظلم)

آیت ۱۷۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء کی تعریف اور توصیف میں حد سے نکل جاتے ہیں اُن کی ایک بڑی گمراہی دین میں غلو ہے مسیح لوگوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو غیر معمولی ولادت باسعادت پر بعد کے مخالف لوگوں کے اعتراض سے خوف زدہ ہو کر بہت سے باطل عقیدے تراش لئے۔ اللہ تعالیٰ کو باپ، مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کی زوجہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا فرزند تصور کر لیا اور کبھی باپ بیٹا روح القدس اور کبھی تو حد یہ کر دی کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بتانے لگے یہ تمام باطل عقائد اور فسق سے ربِّ کائنات ناراض ہوا کیونکہ تمام باتیں دائرہ شرک میں شامل تھیں حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ ساری کائنات میں دستورِ عمل یہ ہے کہ عورت مرد کے ملاپ سے حاملہ ہوتی ہے اور جب قرار حمل وقوع پذیر ہوتا ہے تو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اس میں اپنی طرف سے روح یعنی جان ڈالتا ہے تو آثارِ زیست نمایاں ہو کر زندہ انسان مُعرضِ وجود میں آتا ہے۔ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو کسی مرد کے نُطفے کے بغیر اپنا کلمہ رفرمان مریم کی طرف ڈال دیا اور عیسیٰ علیہ السلام مادر شکم میں وجود میں آ گئے اور جیسی روحیں تھیں اُن میں ایک روح ان کی بھی تھی اُن کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے حکم رفرمان سے ہوگئی ایسے ہونے سے بندہ خدا تو نہ ہوا اور نہ خدا کا فرزند! ایسا عیب جس نے باری تعالیٰ پر لگایا اس نے ارتکابِ شرک کیا ربِّ جلیل اپنے تمام تر اُمور کی دیکھ بھال کے لئے خود ہی کافی ہے اہلِ کتاب نے غضب تو یہ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوئے تھے انہیں رسالت اور مقام بندگی سے اُٹھا کر اُلوہیت کے مقام پر پہنچا دیا اور ان کی ربِّ کائنات کی طرح عبادت کرنے لگے۔ اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ یہ نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جو کئی فرقوں میں بٹ گئے تھے نسطوری عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ مرقوسی کا یہ کہنا ہے کہ وہ تین میں تیسرے ہیں گو اس کلمہ کی توجیہات میں بھی اختلاف تھا وہ تین خدا کے معتقد ہو گئے تثلیث کے قائل ہو گئے ایک خدا، دوسرے عیسیٰ علیہ السلام تیسرے حضرت مریم علیہا السلام گویا وہ تثلیث فی التوحید کے چکر میں گرفتار تھے۔

Marfat.com

یہ فرقہ بندی، نصاریٰ میں ایک یہودی پولس نے پیدا کی، اُس نے گمراہی میں مبتلا کرنے کے لئے اس نوعیت کے عقیدوں کو پھیلایا اس آیۃ مبارکہ میں اہلِ کتاب کو تنبیہ کی گئی ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں افراط اور تفریط سے کنارہ کش رہیں خدا اور خدا کا بیٹا بھی کہنے کی ضرورت نہیں اور اُن کی تنقیص بھی نہ کریں۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خاںؒ)

بھلائی اس میں مضمر ہے کہ اقنوم ثلاثہ یہ تین خداؤں کا تصوّر ترک کر کے اُس ذاتِ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لے آؤ اور اس کے تمام رسولوں کو رسول تسلیم کرو اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا ماننے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا رسول مانو اور خاتم الانبیاء ﷺ کی ذاتِ اقدس پر بھی ایمان لے آؤ اور باطل عقائد کی پیروی سے باز آجاؤ، اچھی طرح سمجھ لو! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ واحد ہے، تنہا ہے، ایک ہے وہ ان تمام باتوں سے پاک ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو اور ارض وسماء میں جو کچھ ہے سب ہی کچھ تو باری تعالیٰ کا ہے۔ سورۃ التوبہ آیت ۳۱ پارہ ۱۰ وَاعْلَمُوْا میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

''انہوں نے اپنے علماء اور درویش لوگوں کو اور مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ کو خدا کے سوا اپنا رَبّ بنالیا۔''

حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رَبّ بنانا شرک ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہلِ کتاب کو دین میں اسی غُلو سے بچنے کا حُکم دیا ہے حضرت محمد ﷺ نے بھی نصاریٰ کے اس غُلو کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اپنی اُمّت کو تاکید فرمائی:

''ولاتطرونی کمااطرت النصاری عیسی ابن مریم فانمااناعبده فقولو اعبدالله ورسوله''

''تم مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا، جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا میں تو صرف باریٔ تعالیٰ کا بندہ ہوں پس تم مجھے رَبّ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔'' (بحوالہ صحیح بخاری کتاب الانبیاء مسند احمد جلد اوّل)

آیت ۱۷۰، ۱۷۱ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

اے صاحبو! رسول اللہ ﷺ تمہارے پاس آئے رَبّ کی طرف سے حق لے کر جلوہ فگن ہوئے ہیں پس اُن پر ایمان لاؤ اس میں ہی تمہاری عافیت ہے تمہارا کُفر پر قائم رہنا ٹھیک نہیں، سب کچھ جو زمین و آسمان میں ہے اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اے کتاب والو! دین میں غُلو مت کرو، عجیب بات ہے اپنے انبیاء کی تعریف اور توصیف میں تم حد سے نکل جاتے ہو رَبّ جلیل کی شان میں وہی بات کہو جو سچّی ہے تم تثلیث کے قائل ہو گئے یہ کیا غضب کر دیا۔ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے حُکم سے پیدا ہوئے، اللہ ایک ہے، یکتا ہے، واحد ہے، لاشریک ہے، کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں یہ بات درست ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اُن کی ولادت باسعادت کلمہ کُن سے ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف القاء کیا اور اُن کو روح اللہ کی طرف سے عطا ہوئی عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث، پال کی اختراع ہے اس فلسفہ عقیدہ میں اور الوہیت میں باپ اللہ تعالیٰ، فرزند عیسیٰ علیہ السلام اور روحُ القدس جبریل علیہ السلام تینوں شریک ہیں۔ یہ تین نہیں، ایک اللہ تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَؕ-وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ﴿۱۷۲﴾

مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے میں کوئی عار/انکار نہیں ہوسکتا، اور نہ مقرب فرشتے اس کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں اور جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا انکاری ہو یا تکبّر کرے اور اپنی بڑائی جتائے تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ان سب کو اکٹھا اپنی طرف جمع کرے گا۔ (۱۷۲)

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖۚ-وَ اَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﳔ وَّ لَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾

پس جو ایمان لائے، اور نیک عمل اختیار کرے تو اُن کو باری تعالیٰ پورا پورا اُجر/ثواب دے گا اور اپنے فضل خاص سے اجر اور زیادہ عنایت کرے گا اور جن لوگوں نے عار سمجھا اور تکبّر کیا تو انہیں عذاب دیا جائے گا اور عذاب بھی دردناک، اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور، کسی غیر اللہ کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔ (۱۷۳)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾

اے لوگو! تمہارے رَبّ کی طرف سے آچکی ہے ایک روشن دلیل، اور ہم نے تمہاری طرف نورِ درخشاں بھیج دی ہے۔ (۱۷۴)

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍۙ-وَّ یَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۱۷۵﴾

پس جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس دلیل/دین کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو حق تعالیٰ بہت جلد اُن کو اپنی رحمت میں داخل کردے گا، اور اپنی طرف آنے کے سیدھے راستے پر گامزن کردے گا/ان کو سیدھے راستے پر پہنچا دے گا۔ (۱۷۵)

یَسْتَفْتُوْنَكَؕ-قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِؕ-اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَۚ-وَ هُوَ یَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهَا وَلَدٌؕ-فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَؕ-وَ اِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِؕ-یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْاؕ-وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۷۶﴾

اے حبیب ﷺ! آپ سے دریافت کرتے ہیں فتویٰ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کلالہ/میراث کے بارے میں اللہ تعالیٰ حُکم سناتا ہے کہ ایسا آدمی انتقال/مرجائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اُس کی ایک ہی بہن ہو، تو اس کے نصف/آدھے مال کی وہ حق دار ہوگی اس کے ترکہ سے، اس طرح بہن فوت ہوجائے اور اُس کے اولاد نہ ہو، تو اُس بہن کے تمام مال کا وارث اُس کا بھائی ہوگا، پھر کسی کلالہ (ایسی میت جس کے والدین اور اولاد موجود نہ ہو) کی دو بہنیں ہوں تو اُس کے ترکہ سے ان دونوں بہنوں کو دو تہائی حصّہ ملے گا اور اگر کلالہ کے کئی بھائی اور کئی بہنیں ہوں تو مرد کو عورت سے دوگنا حصّہ ملے گا اللہ تعالیٰ صاف صاف بیان کرتا ہے تا کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ/اب بھٹکتے مت پھرنا، اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔ (۱۷۶)

Marfat.com

الفاظ و معانی آیت ۱۷۲ تا ۱۷٦

﴿لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ﴾ ننگ و عار نہ رہے گا عیسیٰؑ ﴿لَنْ﴾ ہرگز نہیں۔ ﴿یَّسْتَنْكِفَ﴾ اس کو عار آتی ہے۔ اِستِنکاف، بصلہٗ مِن سے مضارع واحد مذکر، یہ ماخوذ ہے نَـکِف سے جس کے معنیٰ ہیں انگلی کے ذریعہ آنسوؤں کو رُخسار سے پونچھنا، اس اعتبار سے اس میں تبعید دور کرنا کے معنیٰ پیدا ہو گئے پس استنکاف کے اصل معنیٰ ہوئے اپنے آپ کو کسی چیز سے دور رکھنا ﴿اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ﴾ نہ مسیح علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا کچھ عار کی بات ہے "وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ" اور نہ مقرب فرشتوں کے لئے۔ (بحوالہ قاموس القرآن) اس میں عیسائیوں کے ایک شبہ کا جواب دیا گیا ہے وہ یہ کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اس لئے سمجھتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، غیب کی باتیں بتا دیا کرتے تھے، اندھوں کو بینا اور بیماروں کو شفا سے اچھا کر دیتے تھے۔ پس بتایا گیا کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا الوہیت یا خدا کی ابنیت کو مُستلزم نہیں اور بندگی عبدیت کے منافی نہیں کیونکہ فرشتے ماں رکھتے ہیں نہ باپ۔ محض یہ علم وقدرت جو مسیح کو ملی، مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں بنا سکتی کیونکہ بارگاہ خداوندی کے مقرب فرشتے بھی مسیح سے زیادہ علم اور قدرت رکھتے ہیں تاہم فرشتوں کو خدا کی بندگی اور اس کے احکام کی تعمیل سے عار نہیں بلکہ اسے اپنی عزت اور سعادت سمجھتے ہیں اسی طرح مسیح علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کو اپنے لئے باعثِ عزت و شرف اور فخر و مُباہات سمجھتے رہے۔ (بحوالہ امام رازیؒ)

﴿یَسْتَكْبِرْ﴾ فخر و غرور کرے، سرکشی کرتا ہے۔ ﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ﴾ اور جنہوں نے عار سمجھا اور کبر و نخوت اختیار کی تو انہیں دردناک عذاب دے گا اللہ۔ اس مضمون کا ذکر آیت ٦۰ سورۃ المومن پارہ ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ

"بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے استکبار رانکار کرتے ہیں وہ یقینی طور پر ذلیل ورسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔"

﴿بُرْهَانٌ﴾ اس کے لفظی معنیٰ دلیل کے ہیں ایسی دلیل قاطع، جس کے بعد کسی عذر کی ضرورت نہ رہے قواعد کے مطابق اس کی جمع بَـرَاهِین، روشن دلیلیں۔ ﴿نُوْرًا مُّبِیْنًا﴾ واضح اور صاف نور رنورِ درخشاں، مُفسرین نے لکھا کہ نور سے مراد قرآن حمید ہے جو کُفر و شرک کی تاریکیوں میں ہدایت کا نور ہے۔ (بحوالہ معارف القران از مفتی محمد شفیعؒ) اس کی مزید وضاحت سورۃ المائدہ آیت ۱۵ پارہ ٦ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ میں ہو رہی ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۙ﴿۱۵﴾

"بے شک تمہارے اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔"

اور یہ کتاب واضح یعنی قرآنِ حمید ہے۔ (بحوالہ بیان القرآن) اس کتاب میں جس کو نور کہا گیا ہے آگے اسی کتاب کو مُبین کہا گیا ہے۔ "اگر نور سے مراد حضور انور ﷺ کی ذات اقدس ہو اور کتاب سے قرآن الحکیم تو یہ بھی درست ہے لیکن اس سے رسول اللہ ﷺ کا ایسا نور محض ثابت نہیں ہوتا جو بشریت اور جسمانیت کے منافی ہو" (بحوالہ معارف القرآن جلد دوئم از مفتی محمد شفیعؒ)

Marfat.com

﴿ فِی الْکَلٰلَةِ ﴾ کلالہ، میراث کے بارے میں، کلالۃ اسے کہا جاتا ہے جس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں اور کوئی اولاد، لڑکی یا لڑکا بھی نہ ہو، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا اور حضرت محمد ﷺ میری عیادت کے واسطے تشریف فرما ہوئے، میں نے عرض کی اے اللہ کے حبیب (ﷺ)! میرے پاس مال ہے اور میں کلالہ ہوں یعنی نہ میرے والدین ہیں اور نہ کوئی اولاد، البتہ بہنیں ہیں پس میں اپنا مال بہنوں کو کیونکر تقسیم کروں تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ﴾ پس اگر ہوں دو بہنیں پس اُن کے لئے دو تہائی اس چیز سے ہے جو چھوڑ گیا۔

﴿ وَاِنْ کَانُوْٓا ﴾ وہ اگر ہوں، ﴿ اِخْوَةً ﴾ بھائی، قواعد کے مطابق، بعض علمائے لغت کی رائے ہے کہ اگر دوستی کے لحاظ سے بھائی مراد ہوں تو اس کی جمع اِخوَة، جیسے قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" گویا مسلمان آپس میں سگے بھائی ہیں۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً ﴾ کئی (وارث) بہن بھائی مرد اور عورتیں۔ ﴿ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ﴾ حصہ دو عورتوں کے برابر۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۷۲ تا ۱۷۶

آیت ۱۷۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو تو بہ نفس نفیس اللہ تعالیٰ کا بندہ بننے پر فخر وافتخار ہے۔ زمینی زندگی تو خود اس پر شاہد ہے اور آسمانی زندگی میں انہیں حق بندگی پر کوئی استکبار نہیں، اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونا، رَبّ کی اطاعت اور عبادت کرنا اُن کے احکامات کو بجالانا اعلیٰ درجہ کی عزت اور شرف وفخر ومبادیات کا باعث ہے قرآن الحکیم فیصلہ کُن انداز میں وضاحت کرتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اسی طرح ملائکہ مقربین بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور انہوں نے بھی اپنے لئے اس حیثیت کو کبھی عار نہیں سمجھا البتہ ذِلّت اور رُسوائی کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا، کسی دوسرے کی بندگی اختیار کی جائے، یہ جن لوگوں کو تم، گمراہ پاتے ہو، اللہ تعالیٰ کے آگے سربہ سجود ہونے میں شرم آتی ہے انہیں اپنی نادانی کا احساس ہوتا ہے جس کے سبب یہ اظہار تکبّر میں مبتلا ہیں ان سب کو بھی باری تعالیٰ کے حضور جمع ہونا ہے۔

آیت ۱۷۳ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے حق کو جان لیا پہچان لیا اور جنہوں نے حق تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار، باللّسان اور بالقلب کرلیا اور اعمالِ صالحہ سرانجام دیئے اُن کے لئے احسن کام کرنا، اللہ تعالیٰ کی عُبودیت کے اقرار کالازمی انعام ہے تو باری تعالیٰ اُس کا صِلہ/اَجر پورا پورا مرحمت فرمائے گا اور اُن پر مزید فضلِ باری تعالیٰ ہوتا رہے گا جو فرمانبرداری کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروفِ عمل رہے، انہیں صرف صلہ ہی نہیں دیا جائے گا بلکہ عطا وبخشش میں اور انعام میں مزید اضافہ ہوتا جائے گا۔ جنہیں عبادت کرنے میں عار محسوس ہوتا ہے اور جو فخر وانبساط میں تکبّر کے مُرتکب ہوئے ہیں انہیں المناک عذاب کی سزا ملنی ہے ایسا دردناک عذاب جو اُن کی یاس اور اُمیدوں کو منقطع کردے گا اور کسی کو بھی وہ اپنا حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی اعانت اور سرپرستی پر وہ کامل اعتماد و بھروسہ رکھتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی وہ وہاں نہ پائیں گے۔

آیت ۱۷۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ لوگوں کے پاس، پروردگار کی طرف سے روشن دلیل آگئی ہے جو تمہیں صاف صاف

راستہ دکھانے والی ہے قرآن کلام اللہ ہے اور قرآن نورِ مُبین ہے اس میں دلیل حُجت اور نور واضح طور پر آشکار ہے اصل بات تو یہ ہے کہ بُرہان کے ساتھ، جہل، ظلمت اور ظن وگمان یکجا نہیں ہوسکتے اور نور کے ساتھ ظلمت وتاریکی کی دھند ٹھہر نہیں سکتی۔ اس نورِ مُبین میں ایسی روشنی کی شعائیں ہیں کہ اشیاء کی صحیح حقیقت نظر آنے لگتی ہے جس کی تابانی نور میں زندگی کے دورا ہے یا شب وروز کے معاملات میں انسان کو حق وباطل کے راستوں میں راہِ حق کا راستہ صحیح سمت میں نظر آتا ہے۔ نفس کی داخلی سطح پر اور زندگی کی خارجی سطح پر نفسِ قرآن کی روشنی سے منور اور تاباں ہو جاتا ہے تو اپنا ماحول بھی اچھی طرح نظر آتا ہے شرط یہ ہے کہ انسان پہلے سے قائم کیئے ہوئے تصورات سے دل کی آلائش کو پاک کرے، اور کُھلے دل سے اس پر غور وفکر کرے اور صراطِ مستقیم کی منزل اسی وقت ملتی ہے جب انسان صدقِ دل سے کوشش کرے اور ذاتی ذوق وشوق سے براہِ راست قرآن سے روشنی پانے کی صلاحیت کا عزم رکھے۔

آیت ۱۷۵ میں واضح بیان ہے کہ وہ جو ایمان لائے میرے اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کی رسی ردین کو مستحکم انداز میں اپنا لیا تو عنقریب ربِ جلیل اُنہیں رحمت اور فضل میں داخل کرے گا گویا جب کسی انسان کے اندر ذوقِ ایمان پیدا ہو جائے اور رَبّ کی پناہ میں آنے کی جہد مسلسل میں سعی پیہم شروع کردے اس شرط کے ساتھ کہ ایمان صحیح ہو اور نفسِ انسانی اللہ تعالیٰ کی عرفانِ ذات اور حقیقت کو پاچکے تو اس گیتی کائنات میں بھی باری تعالیٰ کی رحمت سایہ فگن ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اُن پر رحمت اور فضل وکرم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ دکھادے گا۔

آیت ۱۷۶ میں ایک مسئلہ جائداد اور وراثت کا بتایا گیا ہے اے حبیب ﷺ! کلالہ کے بارے میں آپ سے سوال کیا جاتا ہے یعنی ایسا فرد جس کی اولاد نہ ہو اور والدین بھی فوت ہو جائیں تو وراثت یوں تقسیم ہوگی کہ اگر اس کی بہن ہو تو نصف مال کی حق دار ہوگی اس کے واجبات کی ادائیگی کے بعد جو باقی بچ جائے اور اگر کوئی عصبہ یعنی دُور نزدیک کا رشتہ دار رعزیز واقارب ہوگا تو اپنی حیثیت کے لحاظ سے پائے گا اور اگر بہن کلالہ انتقال کر جائے اور بھائی باقی بچے تو تمام ترکہ کا وارث ہوگا اور اگر فوت ہو جانے والا مرد ہو اور بہنیں دو یا زیادہ ہوں تو وہ سب دو تہائی کے مالک ہوں گی اور اس رشتہ کے کئی بہن بھائی ہوں تو مرد کو عورت کے مقابلے میں دوگنا ملے گا۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے واضح احکامات بتادیئے ہیں تاکہ لوگ گُمراہی میں مُبتلا ہو کر راہِ راست سے بھٹک نہ جائیں اور ان کو عملی زندگی بسر کرنے میں ذاتی دشواری نہ ہو۔

سورۃ النساء اختتام پذیر ہوئی
فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

Marfat.com

سلسلہ وار ترتیب ۵، ترتیب نزول ۱۱۲، آیات ۱۲۰، رکوع ۱۶

سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ

یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی
کل حروف ۱۲۴۶۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ
الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ
حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ
الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَاۗىِٕدَ وَلَآ اٰۗمِّيْنَ
الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ
وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ
اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا
عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے عہد و پیمان/قول و قرار کو پورا کرو۔ تمہارے لئے مویشی چوپائے/بے زبان جانور حلال کر دیئے گئے بجز اُن کے جن کا حکم تم کو پڑھ کر سنایا جائے گا مگر حالتِ احرام میں شکار کو حلال نہ جانو بلاشبہ اللہ تعالیٰ حکم صادر کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ (۱)

اے اہلِ ایمان! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حُرمتی نہ کرو اللہ تعالیٰ کی شان/ادب اور عزت والے مہینہ کا پاس ادب رکھو، اور قربانی کے جانور، اور نیاز کعبہ/اللہ تعالیٰ کی نیاز کے، وہ جانور جن کے گلے میں علامتیں آویزاں ہیں پٹے ڈالے گئے ہیں اُن پر ہاتھ نہ ڈالو بے حُرمتی نہ کرو اور جو لوگ بیت حرم کا قصد کر کے اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کو آئیں اُن کا پاسِ ادب/تقدس رکھو، یہ لوگ اپنے ربّ کا فضل طلب کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کو آتے ہیں اور جب احرام اُتار چکو، تو شکار کر سکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی عداوت/دشمنی کہ انہوں نے تم کو مسجدِ حرام میں آنے سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ اُکسائے، نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور زیادتی اور گناہ پر ایک دوسرے کی معاونت مت کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اس میں کوئی شک نہیں! اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۲)

---

❶ ......المائدہ عربی میں کھانے کے سجے ہوئے دسترخواں کو کہا جاتا ہے اس سورت سے قرآن کی دوسری منزل کا آغاز ہوتا ہے پہلی منزل کا اختتام سورۂ نساء پر ہوا اس سورۃ مبارکہ کی ایک آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ ......الخ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات ۹/ذی الحجہ ۱۰ھ بروز جمعۃ المبارک نازل ہوئی اس سورۃ کی ابتداء تربیت اخلاق سے ہو رہی ہے ربِّ جلیل نے اُمت مسلمہ سے آخری اُمت کے طور پر کامل شریعت برقرار رکھنے کے لئے عہد و پیمان کیا ہے اس سورۃ کا پیغام خاص یہ ہے کہ جس دین کی تکمیل معرضِ وجود میں آئی ہے اور جو نعمت عطا ہوئی ہے اس کو پانے کے لئے احکامات قوانین اور ضابطہ کو پابندی عمل اور استقلال کے ساتھ برتتا ہے۔

Marfat.com

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ وَالْمُنْخَنِقَۃُ وَالْمَوْقُوْذَۃُ وَالْمُتَرَدِّیَۃُ وَالنَّطِیْحَۃُ وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْھُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳﴾

حرام کردیا گیا تم پر، مردار اور خون اور سُور کا گوشت اور جس جانور ذبح میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو اور جو گلہ گھونٹنے سے مرا ہو اور بے دھار کی چیز سے ہلاک ہوا ہو اور جو گر کر مرا ہو اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور ہلاک ہوا (یہ سب حرام ہیں) اور وہ بھی حرام ہے جس کو کسی درندہ نے پھاڑ کھایا ہو لیکن اس میں جان ہو اور تم نے ذبح کرلیا ہو حرام نہیں، اور جو ذبح کیا ہو تھان پر، وہ بھی حرام ہیں جو تقسیم کیا جائے جوئے سٹے کی طرح / جو تیروں کے ذریعہ فال معلوم کرنے کے لئے پانسے ڈالے جائیں یہ سب گناہ کے کام ہیں اور آج تمہارے دین سے کُفّار مایوس / نا اُمید ہوگئے، سو تم اُن سے نہ ڈرو اور صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہنا، اور آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو بطورِ دین چُن لیا۔ پس جو شخص شدّت بھوک سے بے بس / بے قرار ہوجائے بشرطیکہ کسی گناہ کی میلان طبع نہ ہو تو اللہ معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ (۳)

الفاظ ومعانی آیت ۱ تا ۳

﴿اَوْفُوْا﴾ پورا کرو۔ ﴿عُقُوْدِ﴾ قول وقرار / عہد یہ عَقْدٌ کی جمع ہے اس کا لغوی معنی گرہ لگانا ہے اب یہ مُستعمل ہے اس پختہ عہد پر جو دو افراد کے مابین طے پائے۔ یہاں عقود سے مراد ہر نوعیت کے معاہدے خواہ انسان اور اس کے مالک کے مابین ہوں یا انسان اور دوسرے انسان کے درمیان ہوں، خواہ اس کا ربط دینی احکامات سے یا دینوی معاملات کا معاملہ ہو چونکہ سورۃ المائدہ کی پہلی آیت مبارکہ میں تمام معاہدہ تمام تر معاملات کی پابندی اور ایفائے عہد کو روبہ تکمیل لانے کی ہدایت ہے اس لئے سورۃ المائدہ کا ایک اور نام ''عقود'' بھی ہے۔ (بحوالہ بحر محیط)

امام راغب اصفہانیؒ نے فرمایا کہ ''عقود'' معاملات کی اقسام ہیں اس حکم میں شامل ہیں ان کی تین نوعیتیں ہیں:

❶......ایک وہ معاہدہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جیسے ایمان اور فرمانبرداری کا عہد یا حلال اور حرام کی پابندی کا عہد۔

❷......وہ عہد / پیماں جو ایک انسان اپنی ذات / نفس کے ساتھ کرے حلف اُٹھا کر کوئی چیز اپنے اوپر ذمّے لازم تصور کرے۔

❸......وہ معاملہ جو دو فریق، جماعتوں اور حکومتوں کے مابین ہوتے ہیں گویا باہمی سمجھوتے یا میثاق۔

﴿بَھِیْمَۃُ﴾ چار پائے، چرنے والے جانور، قواعد کے مطابق اسم ہے اس کا مادہ بَھم، اِبْھَام ہے۔ بَھِیْمَۃ کا مفہوم علامہ راغبؒ اصفہانی نے بتایا ہے کہ مالا نطق لہ، یعنی بے زبان، بعض علماء اس رائے پر متفق ہیں کہ ہر چوپائے کو بہیمہ کہا

Marfat.com

جاتا ہے۔ ﴿ الْاَنْعَامِ ﴾ انعام، اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ کو کہا جاتا ہے کیونکہ اُن کی چال میں قدرے نرمی ہوتی ہے۔ لفظ بہیمہ ہر جانور کے لئے مستعمل ہے۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ چوپایہ جانوروں کے لئے لفظ بہیمہ بولا جاتا ہے ﴿ اَنْعَامِ ﴾ اس کا واحد نَعَم ہے۔ پالتو جانور، نر اور مادہ ملا کر جن کی آٹھ اقسام ہیں جو حلال کر دی گئیں۔

﴿ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ ﴾ سوائے اُن کے، جن کا حکم پڑھ کر سنایا جائے گا گویا بجز ان جانوروں کے جن کی حُرمت قرآن مجید میں بیان کردی گئی ہے۔ ﴿ مُحِلِّی ﴾ حلال قرار دینے والے اسم فاعل جمع مذکر قواعد کے مطابق۔

﴿ لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ ﴾ اللہ کی نشانیوں کی بے حُرمتی نہ کرو شَعَائِر، نشانیاں اس کا واحد شعیرۃ ہے۔ جس کے معنی علامت جس سے کسی شے کی پہچان ہو سکے۔ (بحوالہ امام ابن جریرؒ) ﴿ وَلَا الشَّھْرَ الْحَرَامَ ﴾ حُرمت والے ماہ محرم، رجب، ذوالعقدہ، ذوالحجہ۔ ﴿ اَلْھَدْیَ ﴾ وہ قربانی کا جانور جس کو حدودِ حرم میں ذبح کے لئے کوئی اپنے ساتھ لائے۔ ﴿ اَلْقَلَآئِدَ ﴾ اس کا واحد قِلَادَۃٌ ہے گلے کے پٹے رہار کو کہا جاتا ہے گویا قلائد سے مراد وہی جانور ہیں جن کو حرم سے لے کر جایا جاتا ہے، وضاحت یوں ہے کہ ان مویشی کو نہ کسی سے چھینا جائے اور نہ ان کے حدودِ حرم تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ ڈالی جائے۔

﴿ آٰمِّیْنَ ﴾ قصد کرنے والے ارادہ کرنے والے۔ ﴿ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ ﴾ اور نہ آمادہ کرے دشمنی رعداوت کسی گروہ کی، کہ وہ کفار قریش میں سے ہو۔ (بحوالہ تفسیر قادری) جَرَمَ کے معنی کسی کام پر اُکسانا ہے۔ شنان، بمعنی عداوت اور بغض مستعمل ہے۔ ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ﴾ اور معاونت اور مددگاری اختیار کرو ایک دوسرے کی۔ قرآنِ حمید نے ایک اصولی اور اساسی مسئلہ کے بارے میں حکمت سے پُر فیصلہ صادر کر دیا ہے جو تمام تر نظام زندگی کی روح ہے جس پر بنی نوع انسان کی صلاح وفلاح پائی جاتی ہے وہ مسئلہ ہے تعاون وتناصر دائم وقائم رہنے کا اگر کوئی فرد کسی وجہ سے جوش انتقام میں زیادتی کا مرتکب ہو تو اس کو روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" اور باہم معاونت نہ کرو گناہ اور زیادتی پر۔ مفسرین کا قول ہے کہ جس کا حکم دیا گیا اس کی تکمیل بِر اور جس سے منع کیا گیا اس کو چھوڑ دینا تقویٰ اور جس کا حکم دیا گیا نہ کرنا اِثْمُ (گناہ) اور جس سے منع کیا گیا اس کو کرنا عُدْوَان (زیادتی) کہلاتا ہے۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خانؒ)

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ سب مل کر باہمی طور پر نیکی اور پرہیزگاری کا رُخ اختیار کرنے کا مظاہرہ کریں اور لوگوں کی زیادتی اور بے اعتدالیوں کا تدارک کریں۔ ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ﴾ اور ڈرتے رہو باری تعالیٰ سے، حق گوئی، عدل مساوات اور اخلاق حسنہ کی اساس تو خوف خدا ہے جب خوفِ خدا ہو گا تو اللہ تعالیٰ سے تعلق خاص ہو گا۔ ﴿ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴾ سخت سزا دینے والا، بُرائی میں تعاون کرنے والا ان ظالموں کے ظلم میں شریک ہو کر سزا پائیں گے، عذاب چکھیں گے۔

﴿ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ ﴾ تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، اور سُور کا گوشت۔

﴿ وَمَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ ﴾ اور جس پر ذبحہ کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے جس طرح مشرکین نے طریقہ اپنایا تھا کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے کے بجائے، لات اور عزیٰ کے نام لے کر ذبح کرتے۔ (بحوالہ علامہ بیضاویؒ)

اسی مضمون کا اظہار آیت ۱۷۳ سورۃ البقرہ پارہ ۲ سَیَقُوْلُ میں بیان ہوا ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ

''اور (اللہ تعالیٰ) نے تم پر حرام کر دیا مردار کو اور خون کو اور سُور کا گوشت اور ایسے جانور حرام کیے جس پر اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہو''

﴿اَلْمَیْتَةُ﴾ مردار جانور۔﴿ وَالدَّمُ ﴾خون، خون سے مراد ''اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا'' بہنے والا خون۔﴿لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ﴾ سُور کا گوشت، '' لَحْمٌ '' سے مراد اس کا پورا بدن ہے اس میں پٹھے اور چربی بھی شامل ہے اور وہ جانور حرام ہے'' لِغَیْرِ اللّٰہِ ''جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو وہ تو کھلا شرک ہے وہ جانور جو غیر اللہ کے نام نذر کیا گیا ہو اور اس کی رضا کی خاطر ذبحہ کیا گیا ہو، جمہور فقہاء کی رائے تو یہ ہے کہ اس کو بھی 'وَمَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ '' کے تحت حرام قرار دیا ہے۔﴿ اَلْمُنْخَنِقَةُ﴾ وہ جانور جو گلا گھونٹ کر مار دیا جائے۔اِنْخِنَاق، قواعد کے مطابق مصدر ہے، اسم ہے۔﴿ اَلْمُتَرَدِّیَةُ ﴾حلال جانور جو بلندی سے گر کر ذبح سے پہلے ہلاک ہو جائے قواعد کے مطابق اسم فاعل ہے۔﴿ اَلْمَوْقُوْذَةُ ﴾وَقْـذٌ قواعد کے لحاظ سے اسم مصدر ہے۔چوٹ لگنے سے مر جائے جیسے پتھر یا لاٹھی کی ضرب پیہم سے ہلاک کیا جائے۔﴿ اَلنَّطِیْحَةُ ﴾ وہ جانور جو کسی جانور کے سینگ لگنے سے مرجائے۔

﴿ مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ ﴾ جو ذبحہ کیا گیا ہو تھان پر،﴿ نُصُبٌ ﴾ انصاب، جمع ہے قواعد کے لحاظ سے اسم ہے۔

نشان تھان، نصب وہ سنگ رپتھر ہے جس کو دورِ جاہلیت میں پوجا جاتا تھا اور اُن کیلئے جانور ذبح کیے جاتے تھے''۔(بحوالہ ابن جریرؒ)

''اور اُس سے مراد ایسی جگہ ہو سکتی ہے جو مشرکانہ رسوم کی ادائیگی کے لئے مخصوص ہو۔'' (بحوالہ ضیاء القرآن از محمد کرم شاہ الازہریؒ)

''نُـصُـبٌ ،وہ پتھر جو کعبۃ اللہ کے گرد کھڑے ہوئے تھے اور اہلِ جاہلیت اُن کی پرستش کرتے اور اُن کے پاس جا کر جانوروں کی قربانی اُن کے لئے کرتے تھے اور اس کو عبادت سمجھتے تھے۔'' (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

﴿بِالْاَزْلَامِ﴾ اس کا واحد زَلَـمٌ ، تیر، اس تیر کو کہتے ہیں جس میں پر نہ ہو، استقسام بالازلام، ایسے تیر جس میں قسمت آزمائی جاتی ہے اس کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے یہ سات تیر تھے ایک پر نعم ٹھیک ہے اور ایک پر لا نہیں اور اس طرح کے دیگر الفاظ تحریر ہوتے اور یہ تیر بیت اللہ کے خادم کے پاس ہوا کرتے ہیں ان تیروں کو ترکش سے نکال کر قسمت کا حال بتایا جاتا تھا دورِ جاہلیت کی یہ رسم بھی حرام تھی، علماء کا فرمان ہے کہ مستقبل کے حالات دریافت کرنے اور غیب کی باتیں معلوم کرنے کے جس قدر طریقے خواہ علم جعفر کے ذریعہ ہوں یا ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر یا فال وغیرہ کا طریقہ یہ سب استقسام بالازلام کے دائرہ حُکم میں آتا ہے۔(بحوالہ تفسیر مظہری) ﴿ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ ﴾ یہ طریقہ قسمت کا حال معلوم کرنے کا گمراہی ہے۔﴿اَکْمَلْتُ﴾ میں نے کامل کر دیا اِکْـمَـالٌ جس کے معنیٰ کامل کر دینے کے ہیں قواعد کے مطابق فعل ماضی۔﴿لَکُمْ دِیْنَکُمْ ﴾تمہارے لئے دین تمہارا۔﴿ وَاَتْمَمْتُ ﴾ میں نے پورا کر دیا، اِتْمَامٌ سے قواعد کے مطابق فعل ماضی واحد متکلم۔باب افعال

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی اُمت کو تین خصوصی انعامات دینے کی بشارت سے سرفراز کیا۔

(۱)......اکمال دین جس کا مفہوم ترجمان القران میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے بیان کیا ہے آج دین حق ردینِ مبین کے تمام آداب اور احکامات اور حدود وفرائض کی تکمیل کر دی گئی ہے اب اس میں کسی اضافہ کی ضرورت باقی نہیں رہی اور نہ کسی کمی

Marfat.com

کا احساس اور احتمال ہو اکمال اور تکمیل اس کو کہا جاتا ہے جس سے کسی شے کا مدعا اور غرض پوری ہو جائے۔ (بحوالہ امام راغب اصفہانیؒ)

۲......اتمام نعمت کا مطلب ہے مسلمانوں کا غلبہ پانا اور عروج اور مسلمانوں کے مخالفین کا مغلوب ہو جانا اتمام کے معنی ہوئے اب کسی اور شے کی حاجت اور ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اقتدار اور قوتِ مرحمت کی، تا کہ دین حق کے احکام صادر ہو کر نافذ ہو سکیں۔

۳......شریعت اسلام کا اس اُمّت کے لئے چناؤ! ربِّ کائنات نے دینِ اسلام کو چُن لیا جو ہر زاویۂ فکر اور حیثیت سے کامل اور مکمل ہے اور جس پر نجات کا دارومدار ہے "وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا" "اور میں نے چُن لیا تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین"۔

دینِ اسلام جو تمہارے گذشتہ انبیاء اور رسولوں کا دین تھا وہی دینِ حق اپنی اکمل ترین صورت میں ہمارے لئے پسند کیا گیا ہے۔ یہ آیۃ مُبارکہ نبی اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کی ایک بیّن دلیل ہے کیونکہ جب تکمیل دین ہو گی اور اس کے احکامات میں ردوبدل کے مکانات باقی ہی نہیں رہے تو پھر دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي﴾ بے بس ہوا، لاچار ہوا، بے تاب ہوا۔ ﴿مَخْمَصَةٍ﴾ ایسی شدت کی بھوک جس سے پیٹ لگ جائے یہ قواعد کے مطابق اسم ہے۔ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ﴾ اس جملے سے مراد یہ ہے کہ ایک خاص حالت میں اگر کوئی شدت بھوک سے بے تاب اور نڈھال ہو جائے اور اس بات کا امکان لاحق ہو جائے کہ موت کہیں واقع نہ ہو جائے وہ مذکورہ بالا حرام جانوروں میں سے کچھ کھالے تو اس کے لئے کوئی گناہ نہیں رمعصیت نہیں۔

﴿غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ﴾ نہ مائل ہونے والا ہو گناہ کی سمت، مراد یہ لی گئی ہے کہ اس طعام کی حالت میں اس کا میلان گناہ کی جانب نہ ہو۔

تشریح وتوضیحات آیت ۱ تا ۳

آیت نمبر ۱ میں اظہار بیان یہ ہے کہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جو عہد و پیمان باندھا جائے اسے پورا کیا جائے گویا باہمی معاہدات کا پایۂ تکمیل تک پہنچانا، لازمی اور ضروری امر سمجھو! رسول اکرم ﷺ نے بھی عہد شکنی کو منافق کی علامت قرار دیا ہے ایفائے عہد کی پابندی اس ہدایت کے ساتھ، مویشی جانور حلال کر دیئے گئے جیسے اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری وغیرہ اور اسی نوعیت کے پالتو اور جنگلی چوپائے مثال کے طور پر نیل گائے، ہرن وغیرہ وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے نام پر حلال ہیں سوائے اُن کے جن کے بارے میں اختلافی مصلحت کے تحت ممانعت آئی ہے۔

اگر احرام باندھے ہوئے ہو اور عمرے اور حج کا قصد ہو تو شکار کرنے کی اجازت نہیں گویا حالتِ احرام میں شکار محرم و غیر محرم کے لئے سب حرام تصور ہو گا۔

آیت نمبر ۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ صاحب ایمان اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں کی بے حُرمتی نہ کرے جن چیزوں کے تحفظ ادب کے لئے باری تعالیٰ نے جو احکامات بتا دیئے ہیں ان احکامات کے خلاف کر کے اُن کی بے ادبی کے مرتکب نہ بنو تقدس و تکریم والے چار ماہ ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام، رجب المرجب، اُن کی تعظیم اور احترام کا تقاضا

Marfat.com

تو یہ ہے کہ ان ایام مبارک میں نیکی اور تقویٰ کو اپنا شعار بنالو۔ قربانی کے مخصوص کیئے ہوئے جانوروں پر دست درازی سے گریز کرو، ان جانوروں پر ہاتھ نہ ڈالو، جن کی گردن میں نذر اللہ کی علامت کے پٹے یا نشان پڑے ہوئے ہیں اور نہ ان کو تنگ کرو جو ربّ کی رضا اور خوشنودی اور فضل کی تلاش میں مقام محترم، بیت الحرام کی طرف جانے کے لئے رواں دواں ہیں جو مخلص مسلمان عمرہ اور حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں ان کی تعظیم اور تکریم کرو۔ حالتِ احرام میں شکار کی جو ممانعت تھی احرام کی پابندی سے نکلنے کے بعد اب شکار کرنے کی اجازت ہے۔

عداوت، بغض اور کینہ کے جذبۂ جوش میں آکر زیادتی مت کیا کرو سخت سے سخت ترین عداوت کے باوجود عدل اور انصاف کے دامن کو تھام رکھو اگر کوئی فردِ بشر جوش انتقام میں ظلم وجبر کا مرتکب ہوجائے، تو اس کے تدارک کا طریقہ کار یہ ہے کہ ظلم وجور کی اعانت سے محفوظ رہتے ہوئے نیکی کرو۔ نیکی اپناؤ اور عملی تقویٰ کا مظاہرہ کرو، حق گوئی، صداقت مساوات اور انصاف کو شعار بنالو، اگر خدا سے خوف کھا کر نیکی کو اپنایا نہ گیا اور بدی ترک نہ کی گئی تو عام عذاب اور عتاب کا اندیشہ ہے۔

آیت نمبر ۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کرلیا گو اس آیتِ مبارکہ میں تکمیل دین کا اعلان ہے اس بات کا مکمل تعین ہوگیا کہ ہمارا نظریۂ حیات پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا شریعت مکمل ہوگئی اس کو اپنانے میں کمی وبیشی کی کوئی گنجائش نہیں اب نہ اس میں کسی زمان ومکان کا رنگ غالب ہوگا بلکہ اب سلسلہ رسالت بھی تکمیل کی منزل سے گزر چکا یہ ہدایت اور روشنی کے سفر کا آغاز ہے اور اس طویل سفر میں دینِ اسلام کی شمع فروزاں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک آخری رسالت بنی نوعِ انسان کے لئے بھیجی ہے اور ایک رسول جو خاتم الانبیاء ﷺ ہیں رحمۃ للعالمین ہیں ان کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا اور جس دور میں قرآن مجید فرقانِ حمید نازل ہوا اس دور کی شریعت ہر دور کے لئے سرچشمہ ہدایت فیضانِ رحمت ہے اسلام کے احکامات میں اسلام کے جامع اصول ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے یہ دین چُن لیا ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی شریعت کی نعمت تمام کر دی اب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری لازم ہے اُمت محمد یہ اپنے تمام تر تکمیل مقاصد کے ساتھ ساتھ تمام اقوام عالم کے لئے بطور امام منتخب ہوگئی ہے۔

یہ آیت ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' ''اور آج میں نے مکمل کر دیا تمہارا لئے تمہارا دین'' ۹ رذی الحجہ ۱۰ھ بمقام عرفات بوقت عصر بروز جمعہ حضرت محمد مصطفےٰ سرورِ کائنات ﷺ پر نازل ہوئی جب اس آیۃ کا نزول ہوا تو عام مسلمان فرطِ مسرت سے ہمکنار ہورہے تھے مگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ گریہ میں تھے حضور پُرنور ﷺ نے اُن سے گریہ نم اور اشکبار ہونے کا سبب پوچھا تو جسارت کے ساتھ عرض اتنا کیا کہ اس آیت سے اس بات کا عندیہ محسوس ہوتا ہے کہ اب آپ ﷺ کا قیام اس کائنات گیتی میں کم ہے کیونکہ تکمیل دین اور اتمام دین کے ساتھ ارسال کی ضرورت بھی پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر اور بحر محیط)

چنانچہ آنے والی ساعتوں نے اظہار کر دیا اور اس کے صرف اکیاسی (۸۱) دن بعد رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رُخصت ہوگئے۔

جانوروں کے حلال اور احکامات کا تذکرہ تکمیل دین کے مرحلے پر اس لئے ہوا کہ عرب میں اسلام آنے سے پہلے کھانے پینے کے احکامات بہت سخت تھے، دینِ اسلام کا نظامِ رحمت اس بات کا متقاضی تھا کہ بے جا قید، توہم پرستی، کے عنصر سے

Marfat.com

دین کو پاک رکھا جائے اگر کوئی بھوک سے نڈھال ہو گیا اور دم آخر کی اُمید غالب آجائے اور حلال چیز میسر نہ ہو تو حرام شے کو کھا کر جان کی امان پا سکتا ہے آیت کے ابتداء میں اظہار کر دیا گیا تھا کہ تم پر حرام ہے مردار، خون، سؤر کا گوشت اور وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جو گلا دبا کر چوٹ یا پتھر کے ریزے سے چوٹ لگنے سے یا بلندی سے نیچے گر کر یا ٹکر کھا کر ہلاک ہوا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو سوائے اس کے جسے تم نے زندہ زندہ ذبح کر لیا ہو۔

''مَاذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ'' اور وہ جانور حرام ہے جو نُصُب یعنی کسی تھان ❶ پر غیر اللہ کے نام پر ذبح ہو، مشرکین کا عجب دستور تھا بتوں پر جانور ذبح کرتے اور جہالت سے خون بُتوں پر مَلتے تھے۔ (بحوالہ فی ظلال القرآن، سید قطب شہیدؒ) تیروں سے قسمت کا حال دریافت کرنا یا ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر زائچہ بتانا اور کسی طرح سے اس کا پیشہ اپنانا حرام ہے۔

آیت ا تا ۳ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

سورۃ المائدہ مضامین کے لحاظ سے قرآن کی ایک جامع سورت ہے، اُمّت مُسلمہ سے آخری اُمّت ہونے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے تکمیل احکامات پر قائم رہنے کے لئے پیمانِ عہد لیا ہے اسی نوعیت کا عہد و پیمان اہلِ کتاب سے لیا گیا تھا لیکن قرآن کی آیات اس بات کی مظہر ہیں کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو برقرار نہ رکھ سکے، اس سورت مبارکہ کا ایک واضح پیام یہ ہے کہ دین کے احکامات، دین کے قوانین کو پابندی اور استقامت کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے گزشتہ اُمّت کے لوگوں نے استقلال کا مظاہرہ نہیں کیا جس کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور عتاب نازل ہوا اور اُمّت مسلمہ کو احکامات بڑی وضاحت کے ساتھ بتا دیئے گئے تاکہ کوتاہی عمل کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔

ایمان شرعی دو اُمور پر مشتمل ہے صحیح معرفت کی پہچان اور تسلیم و رضا، گویا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے جُملہ احکامات اور ارشادات کو درست طریقہ عمل سے سچا جان کر قبول کرے اور اخلاصِ عمل سے سرِ تسلیم خم کر دے ایمان کی حقیقت کا راز اس میں مضمر ہے کہ تمام تر باری تعالیٰ کے حُکم کو ماننے اور تمام تر حقوق کی ادائیگی کے لئے کامل ایقانِ عہد اور اقرار لازم ہے، گویا رَبِّ جلیل کی کامل ربوبیت کا وہ اقرارِ عمل جو عہد الست کے بارے میں لیا گیا جس کا اثر خاص انسان کی فطرت اور سرشت میں بہ درجہ اتم آج تک موجود ہے جس کا براہ راست سلسلہ و تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو اس کے بندوں سے ہو، تربیت جسمانی سے ہو، یا اصلاح روحانی سے ہو۔

اس آیۃ مُبارکہ میں بتایا گیا کہ بھیڑ، بکری، اُونٹ، گائے، بیل، اور تمام چوپائے خواہ پالتو ہوں یا وحشی حلال قرار دیئے گئے اور ان کا شکار جائز ہے یہ ضرور ہے کہ عمرہ و حج کے لئے احرام باندھو تو حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت ہے، حُرمت کے ایام (مہینوں میں) حاجیوں کی آمد و رفت کے موقع پر ان مہینوں میں خاص طور سے جنگ و جدال حاجی کے جان و مال کے نقصان پہنچانے کی ضرورت نہیں، احرام اُتارنے کے بعد شکار کیا جا سکتا ہے، قربانی اور اللہ تعالیٰ کے نیاز کے جانوروں کو مت لوٹو۔ نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت کرو، آیت ۲ میں تکمیل دین کا اعلان ہے۔ ۞۞

❶ ..... جو استھان پر، بیت اللہ کے قریب گرد بتوں کی جگہیں تھیں۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

اے حبیب ﷺ! دریافت کرتے ہیں آپ سے اُن کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے، آپ کہہ دیجئے! تمام پاک اور ستھری چیزیں حلال کر دی گئیں ہیں اور یہ جو تم شکاری جانوروں کو تربیت دے کر، سدھا کر، شکار کو زخم خوردہ کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہو جیسا کہ باری تعالیٰ نے تم کو سکھایا ہے پس جس شکار کو وہ پکڑ کر تمہارے لئے روک رکھیں تو اس کو بھی تم کھا سکتے ہو، البتہ اللہ کا نام اُس جانور پر لے لیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو بے شک اللہ تعالیٰ کو حساب لینے میں قدرے دیر بھی نہیں لگتی۔ (۴)

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

آج کے دن تمہارے لئے پاک ستھری چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے، اور پاک دامن باعفت عورتیں ایمان والی تم پر حلال ہیں اور پارسا عورتیں بھی جن کو تم سے پہلے کتابیں عطا کی گئیں تھیں جبکہ تم اُن کے مہر ادا کرو، نکاح میں لا کر، یہ نہ ہو کہ مستی نکالنے کے لئے، زنا کاری کرو یا پوشیدہ چوری چھپے آشنائیاں کرو، اور جس کسی نے ایمان کی روشنی اپنانے سے انکار کیا یعنی جو مسلمان سے کافر ہو گیا اس کا سب کیا دھرا اکارت گیا بس اس کا سب کچھ ضائع گیا، اور ایسا آدمی آخرت میں خسارے اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (۵)

الفاظ ومعانی آیت ۴ اور ۵

﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ﴾ اور حلال ہے شکار اس کا، جسے تربیت دی گئی ہو، شکار کرنے والے جانور کو۔ ﴿عَلَّمْتُمْ﴾ تم نے جسے سکھایا، تَعْلِیْم سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق، جَوَارِح، اس کا واحد جَارِحٌ ہے، شکاری جانور، زخمی کرنے والے، مراد شکاری کتے، باز، شکرا وغیرہ۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

عدی بن حاتم اور زید الخیر نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ہم کتے اور باز کے ذریعہ شکار کرتے ہیں کیا ہمارے لئے حلال ہے اس پر اس آیۃ کریمہ کا نزول ہوا، شکاری کتے اور باز وغیرہ کے ذریعے شکار حلال ہونے کی چار شرائط ہیں (۱)......کتا یا باز سکھایا یا سدھایا ہوا ہو۔ (۲)......اس نے شکار کو زخم لگا کر ہلاک کیا ہو۔ (۳)......شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھا گیا ہو۔ (۴)......اگر شکاری کے پاس اس وقت پہنچے جب وہ زندہ ہو تو شرعی طور پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔)

﴿مُكَلِّبِيْنَ﴾ تکلیب سے مشتق ہے۔ قواعد کے مطابق اسم ہے جس کے اصلی معنی کتوں کو تربیت سکھانے کے ہیں

Marfat.com

مکلبین کی تفسیر یہ ہے کہ شکار پر چھوڑنا۔ (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ) اور شکار پر چھوڑنے سے قبل اُن کو شکار کے لئے سدھایا گیا ہو، سدھانے کا مفہوم یوں سمجھئے کہ جب اسے شکار پر چھوڑا جائے تو بھاگتا ہوا جائے، جب رُک جانے کا اشارہ کیا جائے، تو رُک جائے اور جب آنے کا اشارہ کیا جائے تو واپس لوٹ پڑے۔ لازم تو یہ ہے کہ اس کے شکار میں سدھانے اور چھوڑے ہوئے جانور کے علاوہ کسی اور جانور کی شرکت نہ ہو۔ (بحوالہ صحیح البخاری کتاب الذبائح والصید، مسلم شریف کتاب الصید)

﴿ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴾ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے اور حلال حرام سے سوال کرے گا۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿ اَلۡیَوۡمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ﴾ آج حلال ہوئیں سب پاک اور ستھری اشیاء، آج سے مراد لیا گیا وہ دن جس میں اس آیت کا نزول ہوا لغت میں طیبات صاف ستھری اور پسندیدہ چیزوں کو کہا جاتا ہے۔ ﴿ طَیِّبٰتٌ ﴾ پاکیزہ اشیاء نے حلت وحرمت کے فلسفہ کی وضاحت کردی اور اصول بھی بتادیئے۔

﴿ وَالۡمُحۡصَنٰتُ ﴾ کا معنیٰ پاک دامن، باعزت، پارساعورتیں، علماء نے تفسیر کرتے ہوئے مفہوم لیا ہے کہ اہلِ کتاب کی نیک/آزاد عورتیں مسلمانوں کے لئے حلال ہیں کہ کنیزیں اُن کی حلال نہیں ہیں۔ (بحوالہ تفسیر مظہری)

قرآنِ حمید کی آیۃ مُبارکہ ہے کہ ''وَلَا تَنۡکِحُوا الۡمُشۡرِکٰتِ حَتّٰی یُؤۡمِنَّ'' مشرک عورتوں سے اُس وقت تک نکاح مت کرو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں یاد رہے کہ اہلِ کتاب کے علاوہ دوسری تمام قومیں سب مشرکات میں شامل ہیں اس آیۃ مُبارکہ سے کُلی طور پر معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب کی عورت سے نکاح جائز ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب کوئی دریافت کرتا تو وہ فرماتے، مُشرک عورت سے نکاح مت کرو تاوقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور بھلا اس سے بڑا اور کون سا شرک ہے کہ وہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام یا کسی دوسرے بندہ کو اپنا رَبّ بنالیں۔ (بحوالہ احکام القرآن بصاص)

یہاں اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ آیات قرآن اور سنت کی اصطلاح میں اہلِ کتاب، کن لوگوں کو کہا جائے ''لوح بھی تو قلم بھی تیرا وجود الکتاب'' کے مصداق وہ کتاب جس کا نزول باریٔ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے وہ کتاب القرآن ہے جس کی تصدیق امر یقینی ہے اور آسمانی کتاب توراۃ، انجیل، زبور اور صحف موسیٰ وابراہیم بہر نوع، بالیقین جن کو بالاتفاق اہل کتاب میں شمار کیا جاتا ہے وہ یہود ونصاریٰ ہیں قرآنِ حمید میں جن کو اہل کتاب کہا گیا ہے۔

وَقَالَتِ الۡیَهُوۡدُ عُزَیۡرُ ۨابۡنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰہِ

''یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا جانا۔''

﴿ مُتَّخِذِیۡۤ ﴾ پکڑنے والے اسم فاعل جمع مذکر قواعد کے مطابق ﴿ اَخۡدَانٍ ﴾ آشنا بناتے ہوئے۔ بات یہ ہے کہ عورت اور مرد کے باہمی ربط اور تعلقات کو اسلام نے صرف اس صورت حال میں جائز رکھا ہے کہ اس کی اساس نکاح پر ہو جو تعلقات ظاہری نوعیت کے ہوں یا پوشیدہ آشنائی یا آشنائی کے، وہ بالکل حرام اور ممنوع ہیں نکاح کا مقصد، عصمت گوہر نایاب کی مکمل حفاظت ہے۔ ﴿ حَبِطَ ﴾ اکارت گیا، ضائع ہوا، قواعد کے مطابق فعل ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ۔

﴿ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهٗ ﴾ باطل ہو گئے عمل اس کے۔

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ۴، ۵

آیت ۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ تمام چیزیں جو پاک ہیں اور پاکیزہ ہیں حلال کردی گئی ہیں صرف نجس اور ناپاک چیزیں حرام کردی گئی ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ ہر شے حلال ہے جب تک کہ شرعی طور پر اس کے حرام ہونے کا ثبوت نہ مل جائے۔ شکاری جانور کُتے یا باز، جن کو اس نوعیت کی تربیت اور تعلیم دی جائے کہ جس کو شریعت مطہرہ نے معتبر سمجھا ہے۔ بلکہ شکاری جانور جو سدھائے ہوئے ہوں تو ان کا شکار بھی حلال ہے اور جو جانوروں کو سدھاتے ہو، یہ علم بھی تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے یہ ذات باریٔ تعالیٰ ہے جس نے ان سب کو تمہارے لئے مسخر کردیا اور اپنی رحمت کاملہ سے یہ توفیق اور صلاحیت عطا کی کہ تم اُن کی تربیت کرو سچ تو یہ ہے کہ حکمت تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے قرآن حکیم میں کس قدر دلکش، پُرکیف انداز تربیت ہے کہ وہ ہر مرحلے اور ہر مقام پر اہلِ ایمان کو ربّ کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دیتا ہے اللہ تعالیٰ حُکم صادر کرتا ہے سدھائے ہوئے جانور جو شکار تمہارے لئے روکتے ہیں اس پر اللہ کا نام لو اور نام اس وقت لیا جائے جب کسی جانور کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ دانتوں اور پنجوں سے وہ شکار کو ہلاک کردے اس لئے ذبیحہ کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے آخر کار یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کو اپنا ماحصل زندگی بناؤ اور ربّ کے حساب وکتاب سے ڈرتے رہو گویا امر واقعہ یہ ہے کہ حرام اور حلال کے احکامات کو خوفِ باری تعالیٰ اور پرہیزگاری کے شعور سے مربوط رکھو، بےشک اللہ تبارک وتعالیٰ جلد ہی حساب لینے والا ہے۔

آیت ۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ آج کے دن سے تمام پاک اشیاء حلال کردی گئیں ہیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے جائز ہے۔ اسلام کا اعجاز تو یہ ہے کہ وہ رواداری کا ایک ارفع اور اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے اسلامی معاشرہ غیر مسلموں کے ساتھ ایک سلوک اور رویہ کی ایک خصوصی صورتِ حال بتاتا ہے اسلام اہلِ کتاب غیر مسلموں کو صرف مذہبی آزادی سے ہمکنار کرکے معاشرہ کے اندر مقید رہنے کی تلقین نہیں کرتا نہ انہیں قابلِ حقارت جانتا ہے بلکہ انہیں اجتماعی شرکت اور محبت وایثار کا احساس دلاتا ہے اہلِ اسلام اہلِ کتاب کے ساتھ طعام میں شریک ہوسکتے ہیں اور باہم ایک دوسرے سے ملاقات کرنے میں کوئی قباحت اور پابندی نہیں اہلِ کتاب کی پارسا اور پاک دامن، باعزت عورت سے نکاح کرنے کی بھی اجازت ہے حُکم دیا گیا کہ انہیں مہر کی ادائیگی کے ساتھ شرعی نکاح میں رکھو۔

اس بات کی قطعی اجازت نہیں کہ زنا کے مرتکب ہوجاؤ اور پوشیدہ اور مخفی انداز میں دوستی اور آشنائی رکھو، اہلِ کتاب کی عورت سے نکاح کے حُکم کے ساتھ، عورت کے پاک دامن کی قید ہے جو شخص اس اجازت سے استفادہ کرنے کا خواہاں ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے ایمان اور اخلاق کی طرف سے احتیاط برتے، کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ دورِ جدید کی رنگین مزاج تتلی کے زُلف کے اسیر ہوکر، سیمیں بدن، مہ جبیں نازک انداز، دیدۂ جاناں، لالہ رُخسارے، پری وش، کافر بیوی کے عشق میں گرفتار ہوکر اس کے عقائد اور اعمال، شکل وصورت سے متاثر ہوکر ایسی روش اختیار کرے جو ایمان کے منافی ہو، اگر ایسا کیا گیا تو تمام تر "سرمایۂ حیات" اور اساسِ عمل ضائع ہوجائے گا اور آخرت میں سوائے نقصان کے کچھ ہاتھ آنے کا نہیں کہنے کا ماحصل یہ ہے کہ اگر ایسی عورت سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضیاع ہونے کا خطرہ لاحق ہو تو یہ بہت ہی خسارہ کا سودہ ہوگا، قرآن اور سنت کی روشنی میں اور اسوۂ صحابہؓ کی تعلیمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لازم ہے کہ احتیاط کے مصداق اہلِ کتاب کی عورت کو نکاح میں لانے سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔ ❀❀

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾

اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز ادا کرنے کے لئے اُٹھو تو اپنے چہرے دھولیا کرو، اور اپنے بازو کہنیوں تک دھولو، اپنے سر کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو، اور اگر حالت جنابت میں ہو تو ناپاکی دور کرنے کے لئے سارا جسم پاک کرلو، اگر کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کے بعد آئے یا تم نے عورتوں سے صحبت/مراجعت کی ہو پھر پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرلیا کرو پاک مٹی سے، اور ہاتھ پھیر لو اپنے چہرے پر اور ہاتھوں پر مل لو، اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رہے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب صاف ستھرا، اور پاک کردے، اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے تاکہ تم اس کے شکر گزار بنے رہو۔(۶)

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو جو نعمتیں عطا کی ہیں اُسے یاد رکھو، اس کا خیال رکھو اور اس عزمِ صمیم/قول وقرار، عہد و پیمان کو فراموش مت کرو جو اُس نے تم سے لیا ہے، جب کہا تھا تم نے ”ہم نے سن لیا اور فرمانبرداری قبول کی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید/راز خوب جاننے والا ہے۔(۷)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی خاطر حق/انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور ہرگز تمہیں کسی قوم کی دشمنی نہ اُکسائے اس بات پر کہ تم عدل برقرار نہ رکھ سکو، ہر حال میں عدل اور انصاف پر دائم اور قائم رہو، کہ تقوٰی کے یہی قریب تر ہے، پس اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو! بے شک اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے جو سب کچھ تم کرتے ہو۔(۸)

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۙ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٩﴾

اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک صالح عمل کئے ہیں اللہ تعالیٰ کا اُن سے وعدہ ہے کہ اُن کے لئے گناہوں کی بخشش اور اجرِ عظیم ہے۔(۹)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٠﴾

اور جن لوگوں نے کُفر کا ارتکاب کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، ایسے ہی لوگ آتشِ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔(۱۰)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ نے تم پر جو احسان کیا ہے اسے یاد کرو، جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کرے/

Marfat.com

اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

بڑھائیں اپنے ہاتھ تمہاری طرف تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقابلے میں اُن کے ہاتھ روک دیئے صرف باری تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اہلِ ایمان کو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رتوکل کرنا چاہئے۔ (۱۱)

الفاظ و معانی آیت ۶ تا ۱۱

﴿اِذَا قُمْتُمْ﴾ جب کھڑے ہو تو۔ ﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ پس دھولو اپنے چہرے، اِغْسِلُوْا تم دھولو، غَسْلٌ سے جس کے معنی دھونے کے ہوتے ہیں فعل امر صیغہ (جمع مذکر حاضر)۔ جب تم نماز کا قصد کرو وضو کرو جب طبعی تقاضوں کی تکمیل، پائے تکمیل کو پہنچ جائے تو حدثِ اصغر کے لئے وضو لازم قرار پایا اور حدثِ اکبر کے لئے نہانے رغسل کا اہتمام لازم کردیا گیا۔ ﴿وَاَیْدِیَكُمْ﴾ اپنے بازو کو دھوو۔ ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾ اور مسح کرو اپنے سروں پر۔ ﴿وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ﴾ اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھوو۔ اس آیت کریمہ میں وضو کے چار فرائض بتائے گئے ہیں۔ (۱) چہرے کا دھونا۔ (۲) ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔ (۳) سر کا مسح کرنا۔ (۴) پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔ پورے سر کا مسح کیا جائے حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ اپنے ہاتھ آگے کی سمت سے گُدی (پیچھے) تک لے کر جائیں پھر وہاں سے آگے کی طرف جہاں سے آغاز کیا تھا ساتھ ہی ساتھ کانوں کا مسح کرلیا جائے اگر سر پر عمامہ یا پگڑی ہو تو حدیث مُبارکہ کے مطابق موزوں کی طرح اس پر بھی مسح جائز ہے (بحوالہ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ) اس کے علاوہ ایک مرتبہ کرلینا بھی کافی ہے۔ (بحوالہ قرآن کریم معہ تفسیر و ترجمہ از مولانا محمد جونا گڑھی)

﴿اَرْجُلَكُمْ﴾ یعنی اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوو، اَرْجُلَ، رِجْلٌ کی جمع ہے پاؤں، رِجْلٌ واحد، مضاف کُمْ، ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، قواعد کے مطابق اسم ہے، اور اگر جرابیں پہن رکھی ہیں بشرطیکہ وضو کرتے وقت تو حدیث کے مطابق پاؤں دھونے کے بجائے موزے رجرابوں پر بھی مسح جائز ہے (بحوالہ قرآن کریم معہ تفسیر و ترجمہ از مولانا محمد جونا گڑھی) حضور اکرم ﷺ جب وضو کرتے تو کہنیوں کو بھی دھوتے۔

عن جابر ان النبی ﷺ کان اذا توضأ ادار الماء علی مرفقیہ۔ (بحوالہ دار قطنی)

امام مالکؒ ظاہر آیت پر نظر کر کے فرماتے ہیں تمام سر کا مسح کرنا چاہئے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس قدر پر مسح کا نام بولا جائے۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پاؤں کو اچھی طرح دھونے کا حکم فرماتے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کی جو تفصیل مذکور ہے اس سے بھی پاؤں کا دھونا ثابت ہے۔ (بحوالہ نہج البلاغہ)

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ اور اگر تم حالت جنابت رناپاکی میں ہو تو پورا بدن پاک کرلو جَنَابَتْ سے مراد وہ ناپاکی کی کیفیت ہے جو مباشرت ربیوی سے ہم بستری سے، یا احتلام، یا مادہ مُنویہ کے اخراج سے ہو دونوں حالتوں میں غسل کا کرنا واجب ہے اور اس صورت میں نہائے بغیر نماز کا پڑھنا یا قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں، اسی حکم میں حیض اور نفاس شامل ہیں جب حیض یا نفاس کا خون آنا یا نکلنا بند ہو جائے تو طہارت کے لئے نہانا غسل لازمی ہے البتہ پانی دستیاب نہ ہو سکے تو تیمم کی اجازت ہے۔ (فتح القدیر، ایسر التفاسیر)

Marfat.com

سورۃ النساء آیت ۴۳ پارہ ۵ و المحصنٰت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا

"اور جب تم نشہ کی حالت میں رہو تو نماز کے قریب مت جاؤ اور اگر جنابت کی حالت میں رہو تو جب تک نہا نہ لو رطہارت غسل نہ کرلو، نماز کی ادائیگی مت کرو۔

﴿ مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ ﴾ نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ۔ ﴿ حَرَجٍ ﴾ تنگی، تکالیف، گناہ باب نَصَرَ سے مصدر۔ ﴿ شَنَاٰنُ قَوْمٍ ﴾ دشمنی کسی گروہ کی، مشرکوں سے، ﴿ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ ﴾ اور نہ اُکسائے۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ﴾ کہ تم انصاف کے برخلاف کرنے لگو، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عدل اور انصاف کے برقرار رکھنے کے تقاضے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی عدو کی دشمنی کی وجہ سے لغزش ہو جائے۔ ﴿ اِعْدِلُوْا ﴾ عدل قائم کرو۔ ﴿ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ﴾ عدل بہت ہی قریب تر ہے پرہیزگاری کے، جب کافروں کے ساتھ، انصاف برتنا، عدل کرنا، مرتبہ تقویٰ سے بہت قریب تر ہے تو ذرا احساس تو کیجئے مسلمانوں کے ساتھ عدل قائم کرنے کا کیا درجہ ہوگا مثنوی میں کس قدر خوب بیان کیا گیا ہے۔ ع

عدل کن زانکہ درولایت دل | در پیغمبری زند عادل
عدل مشاطہ ایست ملک آرائی | دیں و دولت زعدل ماند بجاری

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عذاب سے محفوظ رکھنے کا قریبی عمل یہ ہے کہ انسان عدل مساوات کو اپنا شعار بنائے "جب اہلِ کفر کے ساتھ عدل برتنے کا تاکیدی حکم ہے تو مسلمانوں کے ساتھ عدل و انصاف کی اہمیت محتاجِ بیان نہیں" (بحوالہ امام رازیؒ)

حضور اکرم ﷺ کے نزدیک عدل اور عادلانہ شہادت کی کس قدر افادیت اور اہمیت ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میرے والد محترم نے مجھے عطیہ دیا تو میری والدہ ماجدہ نے کہا کہ اس تحفہ پر آپ جب تک رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہیں بنائیں گے میں راضی نہیں ہوں گی لہٰذا میرے والد حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "وَاتَّقُوا اللّٰہَ" "اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور اولاد کے درمیان عدل کیا کرو اور فرمایا "میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا" (بحوالہ کتاب الھبۃ، صحیح البخاری، مسلم شریف) ﴿ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ ﴾ یہ کہ بڑھائیں تمہاری طرف، قواعد کے مطابق فعل مضارع جمع مذکر غائب۔

تشریح و توضیحات آیت ۶ تا ۱۱

آیت ۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ کفر اور آخرت کی رُسوائی سے محفوظ ہونے کے لئے پاکیزگی لازمی ہے آپ تو جانتے ہیں دل کی آلودگی اور نجاست کا نام کفر ہے ہر گناہ کا ارتکاب دل کو آلودہ کر دیتا ہے اب دل کو آلودگی سے بچانے کے لئے اور پاکی اپنانے کے لئے بدن کو پاک رکھنے کی تاکید، گویا تکمیل فرائض کی ادائیگی کے لئے جسم کا پاک ہونا شرطِ اوّل ہے اور اگر جسم پاک بھی ہے تو نماز کی ادائیگی کے لئے باوضو ہونا شرط ہے اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمّم کا حکم ہے وضو کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا چہرہ دھولو، دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا جائے اور سر کا مسح کیا جائے گویا گیلا ہاتھ سر پر پھیر لیا جائے اور ٹخنوں تک

پاؤں کو دھولیا جائے یہ چار فرائضِ وضو ہیں باقی طریقے سنت ہیں اور کچھ اُمور مستحب ہیں اُن سب پر عمل کرنا ہے۔ اب اگر جنابت ہو اور عورت بھی جنابت کے بعد حیض اور نفاس کی کیفیت سے پاک ہونا چاہتی ہے تو سارے بدن کو پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ تو پاکی اختیار کرنے کی خاطر غسلِ طہارت کیا جائے، لیکن اگر کوئی شرعی عذر ہو جیسے بیماری یا حالت سفر غسل یا وضو کی سہولت میسر نہ ہو یا کسی مرض کی وجہ سے اگر پانی استعمال کرنے سے شدتِ مرض کا (بڑھ جانے کا) خدشہ ہو یا پھر رفع حاجت سے فارغ ہو کر آئے جس کے لئے وضو لازمی ہے یا بیوی سے مراجعت کی ہو جس سے غسل فرض ہو جائے اور پانی دستیاب نہ ہو تو تیمّم کرلو صاف، پاک، خشک مٹی یا مٹی کی جنس میں سے کسی بھی چیز پر ہاتھ رکھ کر چہرہ پر مل لو، اور دوسری بار رکھ کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت مل لو، تو جب تک وہ عذر باقی ہے غسل یا وضو کا قائم مقام تیمّم رہے گا کس قدر شان کریمی ہے کہ اللہ تعالیٰ محض تردّد میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ خوشحالی اور آسانی چاہتا ہے اور اصل مدعا تو یہ ہے کہ تمہارے بدن وجسم میں پاکیزگی پیدا ہو جائے اور ربِّ جلیل کی عبادت میں اس قدر انہماک پیدا کرلو کہ دل میں پاکیزگی کی علامت موجزن ہو جائے اور دلِ حزیں متحمل ہو سکے کہ تجلیات انوارالٰہی کو قبول کرنے کے قابل ہو سکے اور باری تعالیٰ اپنی تمام تر نعمتوں سے تمہیں سرفراز کردے اور تم اس کے شکر گزار بنے رہو، حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ توفیق شکر بھی انعام باری تعالیٰ ہے۔

آیت ۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ ہر مسلمان جب دعوتِ حق، دعوتِ اسلام قبول کرنے کی توفیق پاتا ہے تو وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ جلّ جلالہٗ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کے ہر حکم کو تسلیم کروں گا اور اسلام کی بقاء اور سربلندی کی خاطر، راہِ حق کا شہید بننے کے لئے جان اور اسلام کی بقائے دوام کے لئے مالی قربانی سے دریغ نہ کروں گا تو اب اس عنایت وانعام کی جو کچھ توفیق رَبّ سے تم پر ہوئی ہے اس کو یاد کرو، اور میثاقِ عہد اور اطاعتِ بندگی سننے اور ماننے کا ہر حکم تمہارے لئے واجب العمل ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق پیہم، مضبوط تر کرلو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اللہ تبارک وتعالیٰ دلوں کے بھید جاننے والا ہے اور انتہائی مخفی امور بھی ان کی ذات سے پوشیدہ نہیں۔

آیت ۸ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر حق پر دائم اور قائم رہو، راستی اور عدل مساوات کے ساتھ شہادت دینے والا بن جاؤ اسی مفہوم کا ذکر سورۃ النساء آیت ۱۳۵ پارہ ۵ والمحصنٰت میں ہوا ہے۔

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

"قائم رہو عدل پر، اگرچہ تمہارا اپنا نقصان ہو، ماں باپ کا یا عزیز واقارب کا، ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دو۔"

سورۃ النساء کی اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ عدل ومساوات کے سلسلے میں اپنے نفس اور والدین اور قرابت داروں کی بھی قطعی پرواہ نہ کی جائے انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر حکم اُن کے خلاف ہے تو اُن کے خلاف ہی قائم رہو، فرد کو اس شہادت کی اساس پر فیصلہ دینا ہے۔ گویا قسط یعنی عدل وانصاف کو برقرار رکھنا ہے۔

"انسان کو عدل سے دور کرنے اور جبر وستم میں مبتلا کرنے کے لئے فطری طور پر عادتاً دو اسباب ہوا کرتے ہیں ایک (۱) اپنے نفس اور عزیز رشتہ داروں کی طرف داری، سورۃ النساء کی اس آیت کا مفہوم اس بات کی غمازی کر رہا ہے دوسری (۲) صورت جو ظلم وجور کی طرف راغب کرتی ہے وہ ہے کسی فرد کی عداوت اور دشمنی کا پہلو۔ سورۃ المائدہ کی آیت زیر مطالعہ کا مضمون یہ ہے کہ

Marfat.com

کسی قوم گروہ کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ اُکسائے کہ تم انصاف کے خلاف کرنے لگو۔'' (بحوالہ ابوحیان، تفسیر بحرِ محیط)

ع　یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مؤمن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآں　اقبالؔ

کے مصداق مؤمن کی شان یہ ہے کہ اپنے جذبات اور احساسات پر اپنے ایمان کو غالب کرلے اور جو گفتگو کرے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کرے کسی بھی انسان کی دوستی اور تعلقات ربط اور عداوت سے بالاتر ہو کر یہی تقویٰ کے قریب تر ہے۔

آیت ۹ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے دعوتِ اسلام، ایمان کو قبول کرلیا اپنے نظریات، عقائد اور معاملات کی، اصلاحِ نفس کے ساتھ اصلاح کی طرف راغب ہوگئے عملی زندگی میں نیکی کی روش اختیار کی تو ربِّ جلیل نے اُن سے بخشش کا وعدہ کیا ہے اگر بتقاضائے بشریت ان سے کوئی خطاء سرزد ہوگی یا انسانی کمزوری اور تقصیر کے سبب جو کچھ خسارہ رہ گیا تو اللہ تعالیٰ اُن کی کوتاہیوں کو معاف فرما کر انہیں اپنے انعام و اکرام اور اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

آیت ۱۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جن لوگوں نے راہِ کُفر اختیار کی قرآنِ حمید کے حقائق کی تکذیب کی، تو ایسے لوگوں کو جہنم میں رہنا ہوگا۔

آیت ۱۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد کرتے ہی رہنا چاہئے اس آیتِ مُبارکہ میں اُس لطیف اساس عمل کی نشاندہی ہے کہ قریش، یہود، اور کُفّارِ مکّہ نے بارہا حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کو مٹانے اور قتل و غارتگری کے لئے کوئی دقیقہ فراموش نہیں کیا اور اپنے تمام منصوبے ترتیب دے گئے مگر یہ احسان باری تعالیٰ ہے کہ سب کو نامرادی اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، ایک قوم تو اس بات کی کوشاں تھی کہ تم پر دست درازی کرے مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ تم پر اُٹھنے سے روک دیئے۔

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ کسی جہاد ❶ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مقام پر قیام کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف ٹھکانوں پر آرام کیا، حضور ﷺ تنہا ایک درخت کے سائے میں قیام پذیر ہوئے اور اپنا سامان حرب ایک درخت پر لٹکا دیا، اِن کے دشمنوں میں سے ایک دیہاتی اعرابی نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی شمشیر پر قبضہ کر کے آپ ﷺ پر تلوار سونت لی، اور عرض گذار ہوا ''مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ'' اب بتائے کہ آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ'' دیہاتی نے پھر وہی بات دہرائی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ عزوجل'' دو تین مرتبہ یہی سلسلہ کلام جاری رہا، غیبی قدرت کے رُعب نے دیہاتی کو مجبور کیا کہ وہ تلوار کو میان میں رکھ لے اس وقت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور اس واقعہ کا ذکر کیا یہ اعرابی اس وقت تک آپ ﷺ کے پہلو میں موجود تھا آپ ﷺ نے اس کو کچھ نہیں کہا۔'' (بحوالہ ابن کثیر)

---

❶ حضرت رسالت ﷺ نے جنگ عطفان میں محارب بنی ثعلبہ کے ایک گروہ سے لڑنے کو متوجہ ہوئے، دشمنوں نے خبر سنی تو اپنے سردار دعثور یا غورث کے ساتھ پہاڑوں میں چھپ کر لشکرِ اسلام کو دیکھتے تھے۔ (بحوالہ تفسیر قادری مطبوعہ ۱۸۸۷ء)۔

Marfat.com

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد و پیمان لیا، اور ہم نے ان سے بارہ سرداروں کا تقرر کیا، اور اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ''میں تمہارے ساتھ ہوں'' اور اگر تم نماز قائم کرتے رہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے رہے اور ایمان لاتے رہے میرے رسولوں پر اور ان کی مدد رتکریم تعظیم کرتے رہے، اور اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتے رہے تو میں ضرور معاف کر دوں گا اور تم کو ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہوں گی تو جس نے راہِ کفر اختیار کیا تو وہ یقینی طور پر سیدھی راہ سے بھٹک گیا دُور نکل گیا۔ (۱۲)

پس بہ سبب ان کی عہد شکنی کے، ہم نے اپنی رحمت سے انہیں دُور کر دیا، ہم نے لعنت کی اُن پر، اور اُن کے دل سخت کر دیئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام کو الفاظ کے اُلٹ پھیر کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں راللہ تعالیٰ کی باتوں کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور جو تعلیم ر نصیحت انہیں کی گئی تھی، انہوں نے اس کا خاصا بڑا حصہ بھلا دیا ہے اور آئے دن آپ (ﷺ) کو اُن کی خیانت سے آگاہی ہوتی رہے گی ان میں بہت کم لوگ اس عیب سے محفوظ ہیں تو آپ انہیں درگذر اور معاف کرتے جایئے بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (۱۳)

آیت و معانی آیت ۱۲ راور ۱۳

﴿ نَقِیْبًا ﴾ یہ قوم رگروہ کی طرف سے ایفائے عہد کا ذمہ دار، قوم کے حالات کی تفتیش کرنے والا قواعد کے مطابق اسم منصوب ہے، نقیب اس شخص رفرد کو کہا جاتا ہے کہ جو کسی قوم کے درست حالات سے واقف ہو اور اُن کی بہتری، بھلائی اور برتری کا ذمہ دار قرار پائے۔ (بحوالہ قرطبی) بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے ہر قبیلہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ایک ایک فرد مقرر کیا جو اُن کے حال احوال سے باخبر ہو اور ان کو حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کی تلقین کرتا رہے۔ لیلۃ العقبہ میں جب مدینہ کے ستر (۷۰) مرد اور دو عورتوں نے حضور اکرم ﷺ سے بیعت رمعاہدہ کیا تھا تو انصار کے بارہ سرداروں نے ذمہ داری لے کر حضرت محمد ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی ان میں سے تین سردار قبیلہ اوس اور نو قبیلہ خزرج کے تھے۔

﴿ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ ﴾ اور معاونت کرتے اُن کی، تم نے اُن کی تعظیم کی۔ (بحوالہ ابن کثیر) ﴿ عَزَّرْتُمْ ﴾ تعزیر کے معنوں میں مستعمل ہے عزت اور تکریم کے سبب کسی کی مدد کرنا، قواعد کے مطابق (تعزیر سے فعل ماضی، جمع مذکر حاضر) النصرۃ مع

Marfat.com

التعظیم (بحوالہ مفردات)۔ ﴿هُمْ﴾ ضمیر (جمع مذکر غائب) ﴿قٰسِيَةً﴾ سخت۔ ﴿مَّوَاضِعِهٖ﴾ مقام، جگہ۔

﴿وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾ اور بھول گئے، حظًّا، ایک حصہ، مِمَّا اس چیز سے جو اُن کو نصیحت کی گئی ہے ساتھ اس کے، مفہوم یہ ہے کہ اپنی کتاب کا اہم حصہ فراموش کر بیٹھے اُن کے نبیوں نے محمد ﷺ پر ایمان لانے کا بار بار انہیں حکم دیا تھا اُس کو بھلا بیٹھے حالانکہ اُن کی آسمانی کُتب میں محمد ﷺ کی توصیف اور حمد بیان کی گئی ہے۔ ﴿خَآئِنَةٍ﴾ خیانت، دھوکہ فریب، خیانة، سے اسم فاعل کا صیغہ، واحد مؤنث، قواعد کے مطابق۔ ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ﴾ تو معافی دیتے رہے ان کو اور درگذر کرتے رہے، وہ آپ ﷺ کو ستاتے رہے، آپ معاف کرتے رہے، وہ آپ ﷺ کے خلاف دل شکن سازش کا جال بچھاتے رہے، آپ ﷺ نظر انداز کرتے رہے وہ اپنا کام کریں آپ ﷺ اپنا کام سرانجام دیں یہی آپ ﷺ کا وصف ہے گویا آپ ﷺ عفوو درگذر سے کام لیں، یہ ذمہ داری اس وقت تفویض حکم میں شامل تھی جب تک لڑائی کرنے کی اجازت نہ تھی، اور بعد میں سورۃ توبہ آیت ۲۹ پارہ (۱۰) وَاعْلَمُوْا میں ارشاد ہوا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

''ان سے لڑائی لڑو! جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے''

تشریح وتوضیحات آیت ۱۲/اور ۱۳

آیت ۱۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پختہ ''ایفائے'' عہد لیا بنی اسرائیل کے قبائل میں بارہ نقیب، سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے منتخب کر لئے تھے، جن کے اسماء تورات میں بتائے گئے ہیں سو ہر قبیلے سے ایک سردار کا تقرر معرضِ وجود میں آیا اس کے فرائضِ منصبی میں شامل تھا کہ لوگوں کو نیکی پر قائم رکھنے کی دعوت دے اللہ تعالیٰ نے خود اس امر کی تصدیق کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں شرطِ اوّل یہ ہے کہ تم نماز کا اہتمام اور انصرام کرو اقامتِ الصلوٰۃ کا مفہوم یہ ہے کہ معاشرے میں، ماحول میں اور اپنے قرب و جوار، ہر مقام، ہر جگہ، جہاں جہاں رسائی ممکن ہو نماز پڑھنے کی کوشش کرو، شرطِ ولایت کی منزل بھی تو ادائیگی نماز اور ادائیگی زکوٰۃ ہے یہاں پر ادائیگی نماز اور ادائیگی زکوٰۃ کے ذکر سے اس بات کا پتہ چلا کہ یہ دونوں امور، اسلام سے قبل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر لازم تھے دیگر قرآنی آیات کے مطالعہ سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ یہ فرائض صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی مختص مخصوص نہیں تھے بلکہ ہر پیغمبر اور ہر شریعت میں ہمیشہ عائد تھے۔ قول وقرار اس عہد کے ساتھ بھی مشروط ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے جتنے بھی رسول مبعوث فرمائے ہیں اُن پر ایمان لایا جائے اور ان کے رشد و ہدایت کے معاملات میں ان کی امداد، اعانت اور تکریم کی جائے ایک ایفائے عہد اس بات سے بھی مشروط ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرض دو اور وہ بھی قرضِ حسنہ، اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینے کا مفہوم یہ ہے کہ راہِ حق میں مال ومتاع خرچ کرنے کو قرض دینے سے تعبیر کیا گیا ہے اگر ایفائے عہد اور میثاق کرنے کی سعادت نصیب ہوگی تو اس کا صلہ یہ ہے کہ سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ابدی راحت اور تسکینِ دل وجان کے لئے فردوسِ بریں میں مقام ہوگا اور اگر کُفر اور سرکشی کی راہ اپنائی تو یقیناً راہِ

Marfat.com

حق سے بھٹک گئے۔

آیت ۱۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل نے عہد شکنی کی تو وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ٹھہرے دنیاوی نتائج اس طرح سے ظاہر ہوئے کہ اُن کے دل ''سنگدل'' ہو گئے سخت کر دیئے گئے اور انبیاء کے پند و نصائح سے بھی وہ کچھ فیض حاصل نہیں کر سکے، اور آیات اور کلام اللہ میں تحریف کے مُرتکب ہوئے، یہ تحریفِ لفظی اور معنوی دونوں اعتبار سے تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عقلِ سلیم، فہم و فراست، شعور اور آگاہی سے بے نیاز ہو کر وہ کج فہم ہو گئے، اس وعدہ خلافی کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن پر مختلف عذاب اور سزائیں مُسلط کر دیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہو گئے، کبھی بیماری اور وباء میں مبتلا ہوئے، کبھی غرقِ آب ہوئے، کبھی آسمان سے آگ کے شعلے برسے، اور کبھی پتھروں کی بارش ہوئی۔

حافظ ابن رجب حنبلی رقمطراز ہیں ''نقضِ عہد کے مُوجب ان میں ملعونیت'' اور ''قسوہ قلب'' کا غلبہ ہوا اور لعنت کے اثر سے آج تک ان کا دل اور دماغ مفلوج ہے اُن کی سزا کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ نصیحت جو ان کو کی گئی تھی اس سے فائدہ اُٹھانا ہی بھول گئے۔ انہوں نے احکام باری تعالیٰ کو فراموش کر دیا، اسلامی نظامِ حیات اور شریعت کو موقوف کر دیا اور اپنے معاشرے کو آزاد کر دیا اس لئے کہ اسلامی طرزِ حیات کے نفاذ کے بعد اُن کو باری تعالیٰ کے دین کے مطابق سیدھا اور پاک صاف طرزِ عمل اپنانا پڑتا جس کے وہ عادی نہیں تھے۔

اس آیت مُبارکہ میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے اور بتانا مقصود ہے کہ اسلامی معاشرے میں یہودیوں کے کیا معاملات اور حالات ہیں وہ ہمیشہ خیانت کے مرتکب ہوں گے اور نبی ﷺ کے ساتھ بھی خیانت کرنے سے باز آنے کے نہیں۔

یہودی علماء کی سب سے بڑی غفلت اور گمراہی تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری بجالانے کی بجائے کلام اللہ کو اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق استعمال کیا آیات کے مطالب اور معانی کا مفہوم کچھ سے کچھ کر لیتے یہی طرزِ عمل رسول اللہ ﷺ کے دور میں مدینہ کے یہودی علماء کا تھا اُن کی ایسی خیانتیں بار بار سامنے آتی رہیں اُن کی بداعمالی تو اس بات کی متقاضی تھی کہ محمد ﷺ بھی اُن سے ناروا سلوک کرتے اُن سے نفرت اور حقارت کا طرزِ تغافل برتتے، لیکن رَبّ کے حُکم کے مطابق آپ ﷺ نے اُن سے درگذر کا معاملہ فرمایا اور اُن تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے کہ جو احسان کی روش اختیار کرتے ہیں۔

Marfat.com

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور ایسا ہی عہد و پیمان ہم نے ان لوگوں سے لیا تھا جن کا کہنا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں، سوانہوں نے بھلا دیا ایک بڑا حصہ اس سبق کا جو انہیں یاد کرایا گیا تھا سو ہم نے بھی ان کے مابین، عداوت اور بغض کی آگ بھڑکا دی، یومِ قیامت تک، اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے بہت جلد، اللہ تعالیٰ اُن کو اِس سے آگاہ کر دے گا۔ (۱۴)

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

اے اہلِ کتاب! کوئی شبہ نہیں اس میں کہ تمہارے پاس ہمارا رسول ﷺ آ گیا ہے جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی ایسی باتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے جن کو تم نے پوشیدہ رکھ لیا تھا اور بہت سی باتوں کو درگذر فرماتا ہے، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے، ایک نور اور ظاہر کرنے والی واضح کتاب آ چکی ہے۔ (۱۵)

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

اللہ تعالیٰ اِس کتاب سے سلامتی کے راستے کی طرف گامزن کرتا ہے اور دکھاتا ہے خوشنودی کی راہ، ہر اُس شخص کو جو ربّ کی رضا کے طریق پر چلنا چاہے اور اُن کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور اپنی توفیق سے اُن کو راہِ راست کی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔ (۱۶)

الفاظ و معانی آیت ۱۴ تا ۱۶

﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى﴾ اور جو کہتے ہیں اپنے کو نصاریٰ، نصاریٰ، نُصْرَۃ، بمعنی مدد کے آتا ہے یہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے کہنے پر مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ، اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں "کون میرا حمایتی ہے" تو اُن کے چند پیروی کرنے والوں نے کہا "نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ" ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ نصاریٰ تین قوموں میں منقسم ہیں

(۱)...... نسطوریہ، جو عیسیٰ ابن مریم کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔

(۲)...... یعقوبیہ، جو خود کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد سمجھتے تھے۔

(۳)...... ملکائیہ، جو عیسیٰ علیہ السلام کو تین خداؤں میں ایک مانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کے بجائے تثلیث کے قائل ہو کر من گھڑت عقیدہ اپنا لیا تھا ظاہر ہے کہ اس قدر بڑے اختلافِ عقائد کے ساتھ باہمی عداوت اور نفرت لازمی ہے حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے رسولِ مقبول محمد ﷺ کی آمد کی نوید بشارت بھی دی تھی اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کی بار بار تلقین کی تھی لیکن انہوں نے اس کو بھی یکسر بھلا دیا، حضرت مسیح علیہ السلام نے گیتی کائنات سے پردہ چاک کرتے ہوئے کہا تھا کہ "میں تم سے سچ کہتا ہوں میرا جانا تمہارے لئے سودمند ہے کیونکہ اگر میں نہیں جاؤں گا تو وہ مددگار، وکیل، شفیع تمہارے پاس نہ آئے گا" (بحوالہ انجیل، یوحنا ۱۶، ۱۷، ۱۸)

Marfat.com

﴿ فَاَغْرَيْنَا ﴾ پس ڈال دی ہم نے اِغْرَاءٌ کے معنی ڈالنے کے اور رغبت دلانے کے آتے ہیں (قواعد کے مطابق) فعل ماضی صیغہ جمع متکلم، اغراء کہا جاتا ہے کسی چیز کو کسی چیز پر مسلط کر دینا۔ (بحوالہ قرطبی)

﴿ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ ﴾ تو ہم نے لگا دی اس کے درمیان دشمنی اور بُغض کی آگ، جب انہوں نے راہِ ہدایت ترک کر دی اور نفسانی جال میں پھنس گئے تو تاریکی اور ظلمت چھا گئی اور باہمی اُلفت ومحبت کی جگہ بغض وعناد نے لے لی۔

﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا ﴾ اے کتاب والو! تمہارے پاس ہمارا رسول (ﷺ) آ گیا ہے پچھلی کتاب والوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام سے اثر (فیوض وبرکات) لینا چھوڑ دیا اور حق تعالیٰ کے احکامات پر دل کی گہرائی کے ساتھ عمل کرنا ترک کر دیا اور باطل رسومات اور شرکیہ اُمور میں اپنے آپ کو ملوث کر لیا رَبِّ جلیل نے نبی اکرم ﷺ کو ارسل کر کے سابقہ کُتب سماویہ کی جو تعلیم لوگوں نے چھپا رکھی تھی اس کو ظاہر کر دیا تاکہ دین کی مستحکم اساس پر لوگ قائم ہو جائیں اور اختلافات کم ہو جائیں،

﴿ تُخْفُوْنَ ﴾ تم چھپاتے ہو، اِخْفَاءٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر مخاطب (قواعد کے مطابق)۔

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴾ بے شک تمہارے پاس آئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوُر اور کتاب ظاہر کرنے والی، مُبِيْـــنٌ اسم فاعل واحد مذکر ہے (قواعد کے مطابق)۔ یہاں نور سے مراد ذات خاتم الانبیاء ﷺ ہے جن کی اساس پر رَبّ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا اور اسلام کو دین حنیف کی شکل میں ظاہر فرما کر شرک کا خاتمہ کیا۔ اس نور سے بصارت دل کو منوّر اور تاباں کیا۔ (بحوالہ تفسیر ابن جریرؒ)

﴿ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ ﴾ اس کا جو تابع ہوا اس کی رضا اور راہِ سلامتی کا، نورِ محمدی اور کتاب مبین سے حق سبحانہٗ تعالیٰ ان کی راہنمائی کرتا ہے جن کو صمیم قلب میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی سچی جستجو طلب ہو اور جس طریق کو اپنانے سے بنی نوع انسان دنیا وآخرت میں ناکامی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور لغزش کا ڈر نہیں رہتا۔ ﴿ سُبُلَ السَّلٰمِ ﴾ کے مفہوم کو علامہ قرطبیؒ نے امام حسن بصریؒ سے اس طرح واضح کیا کہ ''معرفتِ الٰہی کے وہ خاص راستے جن پر عمل پیرا رہنے سے قربِ حق، انسان پاتا ہے اور دوری کے حجاب اُٹھا دیئے جاتے ہیں'' (بحوالہ تفسیر قرطبیؒ اور تفسیر بیضاوی)

تشریح وتوضیحات آیت ۱۴ تا ۱۶

آیت ۱۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ جس طرح یہود نے کامل اطاعت کا عہد میثاق توڑ دیا اس طرح حق تعالیٰ نے عیسائیوں کو عہد وپیمان توڑنے کی سزا بتائی ہے کہ ان کے درمیان آپس میں افتراق اور بُغض، کینہ اور دُشمنی کی فضا قیامت تک برقرار رہے گی۔ نصاریٰ بھی یہود کی طرح اہلِ کتاب ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن سے بھی قول وقرار لیا لیکن انہوں نے اپنے عہد (کئے ہوئے وعدہ) کا لحاظ نہیں رکھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے قلب بھی اثر پذیری سے یکسر خالی ہو گئے چنانچہ عیسائی بھی کئی فرقوں میں بٹ گئے اور باہم ایک دوسرے سے شدید نفرت اور عناد رکھنے لگے ہیں، حتیٰ کہ حق تعالیٰ انہیں آگاہ کیا یہ جو کچھ کرتے تھے یعنی روزِ قیامت ان کو ان کے اعمال کا علم ہو جائے گا۔

آیت ۱۵ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کتاب والوں کو! حق بات تو یہ ہے کہ ہمارا رسول ﷺ محبوب رَبِّ جلیل،

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ جلوہ افروز ہو چکے ہیں جو تمام انسانیت کے لئے مبعوث ہوئے وہی دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کل، تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ اس کی نبوّت کا ایک بیّن ثبوت یہ بھی ہے کہ خود اپنی کتاب میں بعض حقائق اُمور، جو تم سے پوشیدہ رکھے ہیں، کتاب اللہ میں ایسی تمام باتیں جن کو معاشرے کی ضرورت سمجھا گیا کھول کھول کر تم کو بتا دیا اور بہت سے ایسے اُمور جن کا بتانا ضروری نہ تھا اور جس سے تمہاری تضحیک کا پہلو نمایاں ہوتا ان سے درگذر فرماتے ہیں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُور اور روشن کتاب آچکی ہے۔

آیت ۱۶ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہ کمال علم اور جمال دلیلِ نبوّت کا بیّن ثبوت ہے کہ تمہارے پاس رَبّ کی طرف سے کتاب رُشد و ہدایت آئی ہے اس کے ذریعہ حق تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو رضائے حق کے متلاشی ہیں سلامتی کی راہیں دکھاتے ہیں اور لوگوں کو کُفر و معصیّت کی ظُلمت و تاریکی سے نکال کر ایمان اور اطاعت کی روشنی کی طرف لے آتے ہیں اور راہِ مستقیم پر قائم و دائم رکھتے ہیں۔

آیت ۱۴ تا ۱۶ کے اہم نکات پر اجمالی نظر

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اس کی رضا اور خوشنودی کے طلب گار ہوتے ہیں سلامتی کی راہ پر گامزن کرتا ہے اور اللہ کی توفیق اور رضا سے وہ تاریکی اور ظلمات سے نکل کر نور کے دائرۂ عمل کی طرف راہ ہدایت کی پاتے ہیں۔

یہ تو نصاریٰ کا، فرقہ یعقوبیہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا ابطال (جھوٹ) ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بجائے مسیح ابن مریم علیہ السلام کو خدا سمجھ بیٹھے، ان کا یہ فلسفہ زندگی باطل ہے کہ مسیح کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ظہور کیا۔

قرآنِ حمید نے اس گُمراہی کی روح کو واضح کیا ہے کہ، مسیح کیا، ان کی والدہ ماجدہ کیا اور تمام کی تمام مخلوق، اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے سورۂ اخلاص کی آیت نمبر ۱ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' اللہ ایک ہے اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں، وہ سب کی خبر گیری کرتا ہے سب کا مرجع و ماویٰ ہے۔

حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام خدا ہیں اس عقیدہ کے صریح کُفر ہونے میں بھلا کیا شُبہ ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو چاہے، جس طرح چاہے کرے، بھلا اس میں کسی کا کیا دخل، رَبِّ جلیل نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بلا باپ کے پیدا کیا حضرت حوّا کو بلا ماں کے پیدا کیا اور سیّدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق بغیر ماں باپ کے ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوال ''مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ'' اللہ کے دین کے معاملے میں کون میرا حمایتی ہے؟ یہ اس سے اخذ کیا ہے یہ بھی اہلِ یہود کی طرح اہلِ کتاب میں شمار کیے جاتے ہیں ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا، لیکن انہوں نے بھی اس کی قطعی پرواہ نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دلوں سے اثر پذیری جاتی رہی۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

یقینی طور پر انہوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے اے محبوب ﷺ! آپ ان سے کہہ دیجئے! اگر باری تعالیٰ مسیح ابن مریم اوران کی ماں اور روئے زمین کے تمام لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہیں توکس کی مجال ہے کہ اس ارادے سے روک سکے، آسمانوں اور زمین میں اور دونوں کے مابین سلطنت / بادشاہی صرف ایک اللہ ہی کی ہے جو چاہتا ہے جیسی چاہتا ہے مخلوق پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۷)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۡ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

اور یہود اور نصاریٰ کا یہ کہنا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے / چہیتے ہیں آپ (ﷺ) کہہ دیجئے! پھر تمہیں باری تعالیٰ اگر تم سچے ہو تو پھر عذاب / سزا کیوں دیتا ہے تمہارے گناہوں کے باعث، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک بشر / انسان ہو، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، زمین اور آسمان کے درمیان کی ملکیت بادشاہی صرف باری تعالیٰ کی ہے اور سب کو اس کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔ (۱۸)

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَاۗءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾

اے اہلِ کتاب! بلاشبہ تمہارے پاس یہ رسول تشریف لائے ہیں، رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد، حق بیان کرنے، تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو! ہمارے پاس کوئی نویدِ مسرّت / خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آیا ہی نہیں! پس اب تو یقیناً بشارت دینے والا اور آگاہ کرنے والا آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۹)

الفاظ و معانی آیت ۱۷ تا ۱۹

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا ﴾ بے شک انہوں نے راہِ کفر اختیار کی، جنہوں نے کہا ''اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ'' بلاشبہ اللہ تو مسیح ابن مریم ہے نصاریٰ کے فرقوں میں ایک فرقہ یعقوبیہ اس قول کا قائل ہے گو کہ ان کا قول خود ہی بطلان / جھوٹ / کذب پر مشتمل ہے مریم کا فرزند اللہ ہے اب صورتِ حال یہ ہے کہ تمام عیسائی الوہیت کا کسی نہ کسی انداز میں اس بات / عقیدہ تثلیث کو اساسی طور پر اہمیت دیتے ہیں بہرنوع قرآنِ حمید نے اس مقام پر تصریحاً بیان کر دیا ہے کہ کسی نبی اور رسول کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف کر دینا، کفر اختیار کرنے کے مترادف ہے یہ بات واضح ہے کہ عیسائی مسیح ابن مریم علیہ السلام کو اللہ قرار دے کر کفر کے مرتکب ہوئے ہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی فرد، گروہ یا فرقہ کسی اور نبی

Marfat.com

اور رسول کو مقامِ بشریت اور مقامِ رسالت سے اُٹھا کر مقامِ الوہیت کے درجہ پر فائز کرے گا تو وہ اسی طرح کُفر کا مرتکب ہوگا۔

عقیدۂ تثلیث کے بارے میں وضاحت سورۃ النساء آیت ۱۷۱ پارہ ۶ لَایُحِبُّ اللّٰہُ میں ہو چکی ہے۔

اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ ۚ اَلْقٰہَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ

بلاشبہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام پسر مریم علیہا السلام تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ/ایک فرمان جو اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کی طرف بھیجی اور ایک روح تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس نے رحم/شکم میں بچہ کی شکل اختیار کی، یہاں خود مسیح علیہ السلام کو رُوْحٌ مِنْہُ باری تعالیٰ کی طرف سے ایک روح کہا گیا ہے اور سورۃ البقرۃ کی آیت میں یوں ارشاد ہوا "اَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" ہم نے پاک روح سے مسیح کی مدد کی، اس سے عقیدۂ الوہیتِ مسیح کا بطلان ہوگیا، عقیدۂ تثلیث کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا جلد بائیس (۲۲) کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے

"باپ بھی خدا ہے بیٹا بھی خدا ہے اور رُوح القدس بھی خدا ہے بایں ہمہ وہ تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا ہے۔"

حالانکہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا قول قرآن حمید میں اس طرح بیان ہوا ہے:

اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ

"جس کسی فرد نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تو باری تعالیٰ اس پر بہشت حرام کر دیتے ہیں۔"

﴿قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا﴾ آپ اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے کون مالک ہے/قدرت رکھتا ہے، منع کرے/رد کر دے اللہ تعالیٰ کے ارادۂ الٰہی سے کسی چیز کو، ﴿یَمْلِکُ﴾ کے معنی قدرت رکھنا ہے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

﴿اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ﴾ اگر اللہ تعالیٰ چاہے/یہ ارادہ کرے کہ ہلاک کر دے عیسیٰ ابن مریم کو اور اس کی والدہ ماجدہ کو، یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الٰہ ہونے کے عقیدہ کو باطل قرار دیا جا رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ ربِّ جلیل تو وہ ہے جو مسیح ابن مریم علیہ السلام اُن کی ماں اور سب مخلوق کو "مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" روئے زمین پر جو ہیں انہیں موت سے ہلاک کر دے، کیا کوئی ایسا فرد/شخص ہے جو حق تعالیٰ سے انہیں بچا سکے؟

"یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ" پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے قادرِ مطلق وہی ہے جو بے اصل اور مادّے کے پیدا کرتا ہے، والدین کے ذریعہ، ماں باپ دونوں کے بغیر اور باپ کے بغیر، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا معاملہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے مظہرِ کُل کی اعجاز نمائی ہے کسی شے کو تخلیق کرنا اور اس کو صورت عطا کرنا اس کے لئے کوئی امر دشوار نہیں۔ ﴿اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ﴾ اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے چہیتے ہیں اَبْنَآءَ بیٹے، اس کا واحد ابن، قواعد کے مطابق اسم ہے عام طور پر عربی لُغت کے اعتبار سے بیٹے کے لئے دو لفظ مستعمل ہیں وَلَد اور اِبْن لیکن یہ فرق جان لیجئے کہ ولد اس لڑکے کو کہا جاتا ہے جو صُلب سے پیدا ہوا صلب، پیٹھ، مرد کی پیٹھ کی ہڈی، جمع اصلاب، صلب سے ماضی منفی جمع مذکر غائب۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

اور ابن صُلبی بیٹے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور جس چیز کا کسی کے ساتھ تعلق خصوصی ہو اس کو بھی اِبن کہہ دیا جاتا

Marfat.com

ہے جیسے مسافر کے لئے ''ابن السبیل'' استعمال ہوتا ہے۔ یہود اور عیسائی اسی مفہوم کے پیشِ نظر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں کہا کرتے تھے کہ وہ اس کی صلبی اولاد ہیں بلکہ اس وجہ سے وہ اس کے مقرب اور چہیتے ہیں اور اُن پر باری تعالیٰ کی رحمت اس طرح ہے جیسے والد کی بچوں کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ (امام رازیؒ رقمطراز ہیں) ''یہود و نصاریٰ کو جب دعوت اسلام دی جاتی تو ازراہِ تکبر اور افتخار کہا کرتے ہمیں اس دین کو قبول کرنے اور اس کے نبی پر ایمان لانے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ ہم تو اللہ تعالیٰ کے چہیتے اور پسندیدہ ہیں''۔ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ آپ ﷺ کہہ دیجئے پس کیوں سزا / عذاب دیتا ہا تم کو تمہاری بداعمالیوں / گناہوں کے سبب۔

جو قوم بغاوتوں اور گمراہیوں میں مبتلا رہی، اپنے عصیاں کے سبب طرح طرح کی رسوائی، ذِلّت اور عذاب میں گرفتارِ سزا ہو چکی اور آخرت میں عذاب کی سزاوار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قُرب اور اُلفت صرف اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور حسنِ عمل سے ہی پایا جا سکتا ہے، چنانچہ آیت ۲۴ سورۂ ہود میں پارہ ۱۲ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ میں ارشادِ ربی ہے۔

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ

رَبِّ جلیل نے کہا اے نوحؑ یہ تمہارے گھر والوں میں شامل نہیں اس لئے کہ اس کا عمل نیک نہیں،

ذرا اس بات کو حسنِ عمل کے سلسلے میں ذہن میں رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے فرزند کا عمل، حسنِ عمل نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی سزا کا مستحق قرار پایا گو کہ وہ ان کا صُلبی بیٹا تھا۔ ﴿بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ﴾ بلکہ تم انسان ہو ﴿مِّمَّنْ خَلَقَ﴾ اس کی مخلوق سے بَشَر آدمی، ظاہری جسم، کھال۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿خَلَقَ﴾ پیدا کرنا، بنانا، خَلْق کے اصل معنیٰ ہیں صحیح اندازہ کرنا، جب یہ باری تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنیٰ ہوتے ہیں کسی چیز کو بغیر نمونہ کے عدم سے وجود میں لانا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا '' خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ '' اُس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، کبھی ایک چیز سے دوسری چیز کو بنانے کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے ارشادِ حق تعالیٰ ہے:

'' خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ '' انسانوں کو اُس نے نطفہ سے بنایا۔ (قاموس القرآن)

﴿خَلَقَ﴾ اس نے بنایا، فعل ماضی واحد مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

﴿قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ﴾ بے شک تمہارے پاس آ گیا ہے ہمارا رسول جو واضح صاف صاف بیان کرتا ہے ہمارے احکام اور تمہارے غلط روش کی نشان دہی کرتا ہے وہ تم کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔

﴿عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ﴾ رسولوں کے اَنقطاع کے بعد، گویا جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ مدت دراز سے موقوف تھا، فترۃ سکوں، حال، نرمی دو پیغمبروں کے درمیان کا زمانہ۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ائمہ تفسیر نے فترہ سے یہ مفہوم لیا ہے کہ قلیل عرصہ کے لئے سلسلہ نبوت اور آمد انبیاء بند رہنا ہے جو سیدنا عیسیٰ روح اللہ کے بعد احمد مرسل ﷺ کی بعثت تک کا زمانہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مابین ایک ہزار سات سو سال کا زمانہ ہے، اس تمام وقت میں انبیاء کی بعثت کا سلسلہ تواتر کے ساتھ جاری و ساری رہا، ایک اندازے کے مطابق بنی اسرائیل

میں سے ایک ہزار انبیاء اس مدت میں مبعوث ہوئے بنی اسرائیل کے علاوہ جو انبیاء مبعوث ہوئے وہ الگ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کے درمیان جو تقریباً ۵۷۰ یا ۶۰۰ سال کا فاصلہ ہے، یہ زمانہ فترت کے نام سے موسوم ہے اور اس مدت میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ صحیح بخاری شریف، مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لَیْسَ بَیْنَنَا نَبِیٌّ" ہم دونوں کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

تشریح و توضیحات آیت ۱۷ تا ۱۹

آیت ۱۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اللہ مانتے ہیں بھلا اُن کے کُفر میں مُبتلا ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، کوئی اُن سے دریافت تو کرے کہ اللہ تعالیٰ جس نے مسیح علیہ السلام کو اور اُن کی والدہ ماجدہ کو بھی پیدا فرمایا تھا، اگر قادرِ مطلق یہ چاہے کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام ذوی الارواح کو ہلاک کر دے تو کون ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے! کسی کی کوئی بھی قدرت نہیں، اختیارِ کُل تو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جب بھی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے کسی رسول، نبی یا ولی کی شان اس حد سے بڑھا دی تو عقیدۂ توحید پر حرف آیا اور اسی راہ طریق کو اپنانے سے پیغمبروں کی اُمّت میں شرک کی راہ ہموار ہوئی، ربِّ جلیل نے واضح طور پر بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (مسیح) ہوں، اُن کی والدہ ماجدہ ہوں یا ارض و سماء کا کوئی بھی ہو، کسی کو بھی اللہ تعالیٰ ہلاک کر ڈالے تب بھی بچانے کے لئے کوئی نہیں آسکتا، یہ تو فریب خیال ہے عام مخلوق کا عمل دخل ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے مابین ہیں اُن پر اور وہ جس شے کو جس طرح چاہے تخلیق کرے، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت سے خوف زدہ رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

آیت ۱۸ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ جب آدمی شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے تو عقلِ سلیم، فہم و فراست سے محروم ہو جاتی ہے، ذرا یہود و نصاریٰ کی بات تو سنئے! پہلے تو رسول کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا، اب خود ہی اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے کے دعوے دار ہونے لگے، معاذ اللہ، کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں، اس آیت کریمہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ محمد ﷺ کے پاس اہلِ کتاب آئے اور انہوں نے دین کی بابت آپ ﷺ سے بات چیت کی، رسولِ اکرم ﷺ نے اُنہیں دعوتِ اسلام دی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے منع کیا اور اس کے عذاب کا خوف دلایا تو وہ کہنے لگے، اے رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بحوالہ کنز الایمان از احمد رضا خانؒ بریلوی)

یہود اور نصاریٰ کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو عذاب میں کیوں مُبتلا کر دیتا ہے۔ اس کے لئے تم گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرتے ہو، اصل حقیقت تو یہ ہے کہ تم بھی ایک عام انسان ہو، جس طرح دیگر مخلوق ہے اب اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ گناہ معاف کر دے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے اور جسے چاہے معصیت اور خطا پر سزا دے، گیتی کائنات میں ارض و سماء پر اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے وہی ہر شئے کا خالق ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آیت ۱۹ میں خطاب اہلِ کتاب سے ہے بتایا جا رہا ہے وہ دانائے سبل، ختم الرسل، ہادیٔ برحق، شمعِ رسالت، نورِ ہدایت

Marfat.com

کی مشعل روشن لے کر جلوۂ فگن ہوگئے ہیں، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ عرصہ دراز سے کوئی نبی معبوث نہیں ہوا تھا کہ زمانۂ فترت میں تعلیمات نبوّت کا سلسلہ رُک گیا تھا، مقامِ فکر یہ ہے کہ صدیوں کے فاصلے نے مخلوق کو گمراہی کی طرف مائل کر دیا تھا۔ وہ سچائی سے دور سے دور تر ہوگئے، کتنے لوگ تھے جو طوقِ جاہلیت پہن کر تو ہم پرستی میں مُبتلا ہوئے بلکہ فسق و فجور کی روش پر چل پڑے تھے، وہ رحمتِ عالم کائنات گیتی میں جلوہ افروز ہوئے تو انسانیت سنبھل گئی، سدھر گئی، ربِّ جلیل نے کرم فرمایا۔

ع اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا اور اک نسخۂ کیمیاء ساتھ لایا حالیؔ

آمدِ رسول ﷺ ایسے زمانے اور ایسے مقام میں ہوا جب کہ کائنات میں دین کی کوئی روشنی موجود نہ تھی، ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ بُت پرستی عام تھی، ایسے دور میں قوم کی اصلاح کا کام آسان تو نہ تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کی فیضِ کرم اور نورِ نبوّت سے عرصہ قلیل میں ساری قوم علم و عمل، اخلاق، حسنِ معاشرت سے قابلِ تقلید ہوگئی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور تربیت نے ایسا اُجالا روشن کر دیا کہ اس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔

بالآخر حق کہنا پڑا بشارت دینے والا اور آگاہی علم و عمل عطا کرنے والا آ گیا ہے اگر تم نے اس بشیر اور نذیر کی بات نہ مانی تو جان رکھو! اللہ تعالیٰ قدرت رکھنے والا ہے ہر سزا جو چاہے دے سکتا ہے۔

آیت ۱۸ تا ۱۹ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

عجیب تضاد ہے کہ اہلِ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ دیا اور اپنا شمار اللہ تعالیٰ کے بیٹوں میں کر لیا اور خود کو اللہ تعالیٰ کا محبوب سمجھ بیٹھے، بھلا ان سے پوچھئے تو سہی! جب تم اللہ کے دوست ٹھہرے تو تمہیں تمہارے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ سزا کیوں دیتا ہے اس سے اس بات کا پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور فیصلہ کی اساسِ دعوٰی نہیں، بلکہ ربِّ جلیل تو ایمان پرہیزگاری اور عمل کو دیکھتا ہے دنیا اور آخرت میں فیصلہ اسی اصول اساس پر ہوگا۔

اہلِ کتاب کا محبوب خدا ہونے کا یہی زعم باطل تھا جس نے ان کو عہدِ الٰہی کی ذمہ داریوں سے سب سے زیادہ بے پرواہ بنایا اور وہ اپنے آپ کو جنت کا پیدائشی حق دار سمجھنے لگے۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن، مولانا امین احسن اصلاحیؒ)

یہ بات امر یقینی ہے کہ عذاب اور مغفرت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہوگا اہلِ ایمان کے لئے مژدہ مغفرت اور کُفر و فسق میں مُبتلا ہونے والوں کے لئے عذاب، تمام انسانوں کے فیصلے کے لئے یہی معیار ہے۔

اہلِ کتاب کو یقین و آگاہی ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ تمہیں یہ کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر وارد نہیں ہوا حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد محتاط اندازے کے مطابق چھ سو برس سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ بند رہا تمام دنیا غفلت، جہل اور اوہام کی تاریکی میں مُبتلا تھی، ہدایت کی روشنی کے چراغ مدھم ہوگئے۔ بقول جگر مراد آبادی ؎

جہل خود نے دن یہ دکھائے گھٹ گئے انسان بڑھتے گئے سائے

کے مصداق تمام جہانوں کی اصلاح کے لئے ''ہادیٔ اعظم'' محمد رسول اللہ ﷺ کو ارسل کیا گیا۔

Marfat.com

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اس احسانِ نعمت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نبی پیدا فرمائے اور تم کو حکمراں/حاکم مقرر کیا اور تم کو وہ کچھ دے دیا جو کسی کو سارے جہانوں میں عطا نہیں ہوا۔ (۲۰)

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾

اے میری قوم کے لوگو! اس سرزمینِ پاک میں داخل ہو جاؤ، جسے باری تعالیٰ نے تمہارے نام/تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور پیٹھ پھیرتے ہوئے پیچھے مت ہٹو، ورنہ بڑے خسارے/نقصان میں جا پڑو گے۔ (۲۱)

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

وہ گویا ہوئے یعنی بول اُٹھے (جواباً) اس سرزمین میں تو زور آور جابر لوگ آباد ہیں جب تک ایسے سرکش و توانا لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں گے ہم وہاں ہرگز داخل نہ ہوں گے، البتہ یہ لوگ وہاں سے نکل جائیں تب تو ہم ضرور داخل ہونے کے لئے تیار ہیں۔ (۲۲)

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

کہا دو آدمیوں نے ان میں سے جو خدا ترس لوگوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام/فضل کیا تھا، تم اُن کے پاس (بلا تامل) دروازے سے داخل ہو جاؤ، دروازے میں قدم رنجہ فرماتے ہی یقیناً تم غالب آجاؤ گے۔ اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ/اعتماد رکھو۔ (۲۳)

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

قوم نے جواباً کہا! اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں موجود ہیں ہم تو ہرگز داخل ہونے کے نہیں، اب تم اور تمہارا ربّ دونوں لڑو! ہم تو یہاں ہی قیام پذیر ہوں گے/اسی جگہ بیٹھے رہیں گے۔ (۲۴)

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

کہا موسیٰؑ نے، اے باریٔ تعالیٰ! میرے اختیار میں بجز میری جان کے اور میرے بھائی کے اور کوئی بھی تو نہیں پس اب تو ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جُدائی ڈال دے۔ (۲۵)

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

باریٔ تعالیٰ کا حکم صادر ہوا یہ سرزمین، اُن پر چالیس برس تک حرام کر دی گئی ہے تب تک وہ ایسے ہی اس زمین میں سرگرداں/مارے مارے پھریں گے، سو آپ پُر ملال/رنجیدہ نہ ہوں اس نافرمان/فاسق قوم کے انجام پر/افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ (۲۶)

الفاظ و معانی آیت ۲۰ تا ۲۶

﴿يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ اے قوم! ربّ کا وہ احسان اور انعام یاد کرو جو تمہیں ملا۔

﴿ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ﴾ اور جب تمہاری قوم میں بہت سے پیغمبر پیدا کئے اور تم کو صاحبِ ملک / حُکمران / بادشاہ بنایا۔ ﴿ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ اور تمہیں وہ نعمتیں عطا ہوئیں جو عالم میں کسی کو نہیں ملیں یہاں تین نعمتوں کا ذکر ہے۔

① ...... معنوی اور روحانی نعمت جس میں اُن کی قوم میں تواتر کے ساتھ انبیاء مبعوث ہوئے۔

② ...... یہ کہ دنیوی اور ظاہری، ان کو حکومت، ملکیت اور سلطنت عطا کی۔

③ ...... سوئم نعمت یہ ہے کہ معنوی اور ظاہری دونوں نوعیت کی نعمتوں سے مالا مال ہے۔

یعنی ایسی نعمتیں بخشی گئیں جو کائنات رنگ وبُو میں کسی کو نہیں دی گئیں ان نعمتوں میں معنوی لحاظ سے شرف نبوت اور رسالت شامل ہیں۔

﴿ یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ اے میری قوم اس پاک سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے تمہارے حصے لکھ دی ہے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے اور بعض کا خیال ہے کہ شہر قدس اور ایلیا کو ارضِ مقدسہ بنایا ہے اور بعض کے نزدیک شہر اریحا کو بیت المقدس اور نہر اردن کے مابین پرانا شہر تھا اور اب بھی ہے (حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ملک شام، تمام تر ارضِ مقدس ہے)۔ (بحوالہ ابن کثیر اور تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ)

بنی اسرائیل کے جدِ امجد حضرت یعقوب علیہ السلام کا مقام مستقر بیت المقدس تھا، بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں یہ لوگ مصر میں قیام پذیر ہو گئے اور ان لوگوں کا قیام مصر میں اس وقت سے تھا جب تک سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو راتوں رات فرعون سے بچا کر مصر سے نکال نہیں لئے گئے۔ اس وقت عمالقہ جو جنگجو اور بہادر قوم تھی وہ وہاں کے حکمران تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں جا کر وہاں آباد ہونے کا ارادہ کیا تو وہاں جہاد کرنا ضروری سمجھا اس لئے انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو اس ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے کا حکم صادر کیا اور نصرت باریٰ تعالیٰ کی نوید سنائی۔ گویا اللہ جل جلالہ نے فتح و کامرانی کا وعدہ جہاد میں حصہ لینے کی صورت میں کیا تھا لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل عمالقہ سے آمادہ جنگ نہیں ہوئے۔ ❶ (بحوالہ ابن کثیر)

﴿ یٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖۗ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْهَا ﴾ اے موسیٰ (علیہ السلام)! اس شہر میں تو بڑی طاقت ور / جابر قوم آباد ہے جن کا ہم سے مقابلہ نہیں ہو سکتا جب تک ان لوگوں کا وہاں قیام ہے اور جب تک وہ نکل نہ جائیں ہم وہاں جا ہی نہیں سکتے اس کے بعد ہم داخل ہونے کے لئے آمادہ ہیں حَتّٰی، جب تک کہ، یَخْرُجُوْا، وہ نکل نہ جائیں، خُرُوْجٌ سے جب تک وہ باہر نہ نکلیں، قواعد کے مطابق فعل مضارع جمع مذکر غائب۔

﴿ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ ﴾ گویا یہ لوگ جو ڈرتے ہیں اس میں اس بات کا بیان نہیں ہے کہ کس سے ڈرتے ہیں اشارہ لطیف تو یہ

❶ ...... وَلَا تَرْتَدُّوْا، تم مت پھر جاؤ، قواعد کے مطابق فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اَدْبَارِكُمْ، تمہاری پیٹھیں / پشتیں، اَدْبَار صاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ قواعد کے مطابق اسم ہے۔

Marfat.com

ہے کہ ڈرنے کے لائق تمام تر گیتی کائنات میں ایک ہی ذات برحق ہے اور وہ ہے اللہ ﷻ کیونکہ عالم رنگ و بو میں سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کے دائرہ اختیار میں ہے اللہ ﷻ کے اذن کے بغیر نہ کسی کو خسارے کا امکان ہے نہ کسی کو نفع حاصل ہو سکتا ہے۔

﴿ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ﴾ باری تعالیٰ نے ان پر فضل / انعام فرمادیا اس میں اشارہ لطیف یہ ہے کہ جس فرد و بشر میں کوئی وصف / خوبی اور بھلائی ہے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور انعام ہے جو عطا ہوا ہے۔ یہاں اس نکتہ کی طرف وضاحت خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و خرد، طبع سلیم، اور حکمت و دانائی سے سرفراز کیا ہے وہ اپنی اس صلاحیت پر ناز و تکبر نہ کرے بلکہ اللہ ﷻ سے رشد و ہدایت کا ہمیشہ طلب گار رہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ نے کیا خوب انداز تکلم اختیار کیا ہے۔

ع فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ رومیؒ

﴿ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ ﴾ پس تم جب داخل ہو گئے اس میں تو بلاشبہ تم ہی غالب ہو گئے۔ ﴿ دَخَلْتُمُوْهُ ﴾ تم اس میں داخل ہو گئے فعل ماضی جمع مذکر حاضر، ضمیر واحد مذکر غائب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا ﴾ اور اللہ تعالیٰ پر ہی تو بھروسہ کرو۔ ﴿ تَوَكَّلُوْٓا ﴾ تم بھروسہ کرو۔ تَوَکَّلُ سے امر کا صیغہ ہے قواعد کے مطابق فعل امر (جمع مذکر حاضر)۔

﴿ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ پس جدائی ڈال دے ہمارے مابین اور قوم نافرمان کے مابین، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعائیہ کلمات ادا کئے، اُفْرُقْ جدائی ڈال دے جس کے معنیٰ دو چیزوں کے مابین جُدائی کرنے کے ہیں فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں یہ وضاحت کی یہ لوگ جس سزا کے مستحق ہیں ان کو وہ سزا دی جائے دعا کی شرفِ قبولیت کے لئے یہ الفاظ ارشاد ہوئے۔

﴿ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ ﴾ ان پر چالیس برس کے لئے حرام قرار دے دی گئی۔ ﴿ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ ﴾ وہ مارے پھریں گے زمین میں، مراد سرزمین ملک شام ہے۔ ﴿ مُحَرَّمَةٌ ﴾ حرام کی گئی، اسم مفعول واحد مؤنث قواعد کے لحاظ سے۔ مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ وہاں جانے کی کوشش بھی کریں تو نہ جا سکیں گے صرف یہی نہیں کہ ملک شام نہ جا سکیں گے بلکہ وہ اپنے وطن مصر کی طرف پلٹنا چاہیں گے تو وہاں بھی نہیں جا سکتے بلکہ اسی میدان میں اُن کو مقید رکھا جائے گا یہ وادی تیہ ہے اس میدان میں جو مصر اور بیت المقدس کے مابین ہے جس کی پیمائش حضرت مقاتل کی تفسیر کے مطابق جس کی لمبائی تیس فرسخ تقریباً ۹۰ میل اور چوڑائی نو فرسخ تقریباً ۲۷ میل ہے جس کی آبادی چھ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی چالیس سال تک اپنی نافرمانی اور جہاد سے اعراض کے سبب سرگرداں رہے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ پس اس نافرمان قوم پر کبیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں بھلا ان پر ترس کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے کہ پیغمبر دعوتِ دین تبلیغ کے مرحلے سے گذرتا ہے اور محسوس یہ کرتا ہے کہ میری قوم راہِ ہدایت

پانے یا اختیار کرنے کو آمادہ نہیں تو کچھ دلی قلق کا احساس ضرور ہوتا ہے اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے آپ نے حقِ تبلیغ کے فرائض ادا کردیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیام اُن تک پہنچا دیا ہے اب ان کے بارے میں رنجیدہ ہونے کی ضرورت قطعی نہیں ہے یہ اپنی کم فہمی اور کج فہمی کے سبب آپ علیہ السلام کی بات اور پیام کو ماننے کے لئے تیار ہی نہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۰ تا ۲٦

آیت ۲۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ دنیا میں باری تعالیٰ نے انسانیت اور مخصوص طور پر بنی آدم علیہ السلام پر کیسے انعامات اور اکرامات کئے اور کتنے احسانات کئے اس کا اندازہ اور شمار انسان کرنے سے قاصر ہے انسان کس قدر کوتاہیوں اور لغزشوں میں مبتلا رہا ہے پھر بھی اللہ جل جلالہ کی رحمت اور شفقت انسانوں پر رہی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو پیام نوید دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہی قوم میں نبی مبعوث فرمائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، اور حضرت یوسف علیہ السلام جیسے جلیل القدر انبیاء مرحمت فرمائے اور تم کو وہ کچھ دیا جو کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔

آیت ۲۱ رمیں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ معجزات کے اعتبار سے اور برکات کے لحاظ سے بنی اسرائیل کا عہد پُرعظمت دَور تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے رسولِ محترم ان میں بنفسِ نفیس موجود تھے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو پیغام دو کہ بڑھ کر ارضِ مقدس کو فتح کر لو اس کا قبضہ باریٔ تعالیٰ نے تمہارے حصے میں لکھ دیا ہے تمہیں اس طرف قدم بڑھانا چاہئے اور جہاد کا ثواب پانے کی کوشش میں عمل پیرا ہونا چاہئے دیکھو جہاد سے اعراض کر کے پیچھے مت ہٹ جانا ورنہ خسارے میں مُبتلا ہو جاؤ گے۔

آیت ۲۲ رمیں بیان کیا جارہا ہے کہ بنی اسرائیل عمالقہ کی جرأت، بہادری اور بے با کی کی شہرت سے اس قدر خوف زدہ ہوگئے کہ پہلے ہی مرحلے میں ان کے حوصلے پست ہوگئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کو بجا لانے سے صاف صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! وہ تو بڑے جابر اور سرکش لوگ ہیں اُن کی موجودگی میں ہم ان کے شہر میں داخل نہیں ہوں گے، البتہ اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم پھر چلے جائیں گے۔

آیت ۲۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ قوم موسیٰ علیہ السلام میں سے دو افراد، خدا ترس، حضرت یوشع بن نون اور کالب ابن یوقنا، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت، نعمت سے سرفراز کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ان جابر اور سرکش کے مقابلے میں دروازے کے اندر داخل ہو جاؤ اور جب تم وہاں تک پہنچ جاؤ گے تو غالب تم ہی رہو گے، اللہ تعالیٰ اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو توکل تو یہ ہے کہ کسی نیک مقصد کے حصول کے لئے انتہائی عزم، حوصلہ اور ہمت کے ساتھ کوشاں رہا جائے، اہلِ ایمان کی علامت تو یہ ہے کہ اُن کا توکل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔

آیت ۲۴ میں بیان کیا جارہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قوم کے لوگوں نے اظہارِ تخاطب کرتے ہوئے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام)! آپ اور آپ کا ربّ دونوں جاؤ اور معرکہ لڑو! ہم یہاں بیٹھے ہیں البتہ یہ ضرور کریں گے کہ یہاں سے پیچھے

Marfat.com

بھاگنے کے نہیں، اب معاملہ آپ جانیں اور آپ کا رَبّ! ہمیں موت سے بہر نوع زندگی عزیز ہے۔

آیت ۲۵ میں اظہارِ بیان یوں ہے کہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے رَبّ سے اِلتجا کی، اے اللہ! مجھے اپنی جانِ عزیز اور اپنے بھائی ہارون کی جان پر اختیار چلتا ہے لیکن اس نافرمان قوم کے سرکش لوگوں پر میرا کوئی زور نہیں، ان نافرمانوں سے ہمیں جُدا کردے، اس التجا میں مکمل تسلیم ورضا کا مکمل پہلو مضمر ہے۔

آیت ۲٦ میں بتایا گیا ہے کہ حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے جواب دیا وہ ملک یعنی سرزمین شام چالیس برس تک اُن پر حرام ہے اور اُنہیں بطورِ سزا اسی مقام میں وادی تیہ میں قیام کرنا ہوگا نہ آگے جانے کی اجازت ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں، ہر سمت چلتے رہے سفر کرتے رہے مگر اس میدان سے نکلنا نصیب نہ ہوا، مگر اس میدان میں اُن پر منّ وسلویٰ اترتا رہا، جسے وہ کھاتے کھاتے بیزار ہوگئے اور اُنہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا اپنے پروردگار سے دستِ دُعا دراز کیجئے کہ وہ ہمیں مختلف اقسام کی سبزیاں اور دالیں ہمارے لئے پیدا کردے، دُعا طلب کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُن پر ابرِ کرم برسا، دھوپ سے بچاؤ کے لئے اُن پر بادل سایہ فگن ہوئے، رَبِّ جلیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی برکت سے اپنی نعمتوں سے نوازا، پھر پر سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مارا تو بارہ چشمے، بارہ قبائل کے لئے آبِ رواں کے جاری وساری ہوئے، روشنی کے لئے اس عصا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام میدان میں گاڑ دیتے تو وہ "مینارہ نور" بن جاتا اور سارے میدان میں شمعِ نُور فروزاں ہوجاتی اس طرح کے دیگر انعامات ملتے رہے، صحیح روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اسی چالیس برس کے دَوران پہلے حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات واقع ہوگئی اور اس کے چھ ماہ یا ایک سال بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی فطرت طبع سے ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی اُمّت کی تکلیف اور پریشانی سے متاثر ہوکر مغموم اور مُلول ہوجاتے ہیں اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا گیا کہ آپ ان کی سزا سے رنجیدہ نہ ہوں اور ان نافرمان لوگوں پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں۔

آیت ۲۰ تا ۲٦ کے اہم نکات پر اجمالی نظر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا ذکر تو کیا کرو کہ اس نے تمہیں نعمت عطا کی، تم ہی سے نبی رسول بھیجے اور تمہیں بادشاہت عطا کی اور عطائے کرم سے وہ کچھ ملا جو کسی کو بھی نہیں دیا، مگر بنی اسرائیل کی بزدلی تو دیکھئے سب کچھ ملنے کے بعد انہوں نے راہ نافرمانی اختیار کی، تو اللہ تعالیٰ کی پھٹکار اُن پر پڑی، ان آیات کا مقصود و مُدّعا ان یہودیوں کو آگاہی سے ہمکنار کرنا ہے جو محمد رسُول اللہ ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوتِ جہاد دی اور کہا بہادر قوم کے سپُوت کی طرح شہر میں داخل ہوجاؤ لیکن وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے آخر کار نافرمانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا یہ قوم چالیس سال کی مدت تک دربدر بھٹکتی رہی، قوم موسیٰ علیہ السلام میں دو شخص صحیح معنوں میں ایمان دار نکلے جنہیں نصرت باریٔ تعالیٰ پر یقین کامل تھا انہوں نے قوم کو بتایا ہمت تو کرو پھر دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تمہیں غلبہ عطا کرتا ہے لیکن وہ سرکشی کا مظاہرہ کرتے رہے نبی اور پیغمبر دعوتِ تبلیغ کے باوجود محسوس کرتا ہے کہ میری قوم راہِ مستقیم پانے کا عزم نہیں رکھتی تو فطری بات ہے، قلق تو ہوتا ہے۔ اب اے موسیٰ (علیہ السلام) اُن کے بارے میں رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں، اے موسیٰ (علیہ السلام)! تم نے حق تبلیغ ادا کردیا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور آپ ﷺ ان پر، آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کی خبر رقصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا دیجئے! جب دونوں نے ایک ایک قربانی رنذرانہ پیش کیا تو اُن میں سے ایک کی نذر رقربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ قبول کی گئی تب دوسرے نے کہا ''میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا'' تو دوسرے نے کہا ''اللہ جل جلالہ صرف پرہیزگاروں کی قربانی منظور فرماتا ہے۔(۲۷)

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾

اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر قتل کرنے کے لئے بڑھائے تب بھی میں تمہیں قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا میں تو ربّ کائنات سے ڈرتا ہوں جو مالک کُل ہے تمام جہانوں کا۔(۲۸)

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾

میں تو چاہتا ہوں میرے اور اپنے خود دونوں کے گناہ تو اکیلے ہی سمیٹ لے اور تاکہ دوزخیوں رجہنم والوں میں شامل ہو جائے اور یہی سزا ہے ظلم کرنے والوں کی۔(۲۹)

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۰﴾

پس اس کے نفس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے پر اُکسایا اور اُس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور شامل ہو گیا خسارہ اُٹھانے والوں میں۔(۳۰)

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

پس اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کو کرید رہا تھا، تاکہ اُسے دکھائے کہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو چھپائے وہ کہنے لگا ہائے تف! افسوس، مجھ پر، میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہوا کہ اپنے بھائی کی لاش کو دفن کرنے کی کوئی تدبیر کر سکتا، پھر وہ بے حد پشیمان ہوا اور وہ بہت ہی پچھتایا اور شرمندہ ہوا۔(۳۱)

الفاظ و معانی آیت ۲۷ تا ۳۱

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ﴾ اور سنا دیجئے! انہیں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کی خبر رقصہ صحیح صحیح واقعہ اور حقائق کے ساتھ '' بِالْحَقِّ '' کے لفظ کا استعمال تاریخی روایات کے ایک اہم اصول کی طرف تلقین کا اشارہ ہے قرآن میں متعدد مقامات پر بالحق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ''ذٰلِكَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ '' یہ سچے واقعات ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے جو فرزند ہیں مریمؑ کے پس جو بات حق تھی ہم نے بیان کر دی۔ آیت ۳۴ سورۂ مریم پارہ قال الم (۱۶)

بالحق کا استعمال قرآن مجید کے مخاطبین کو اس بات کی رہنمائی کی طرف لطیف انداز میں وضاحت کر رہا ہے کہ حضور انور ﷺ جو اُمّی ہیں ہزاروں برس پہلے کے واقعات ٹھیک سچے بیان فرما رہے ہیں تو یہ وحی کا اعجاز ہے اور نبوت کے سوا اور کیا ممکن ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

﴿ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ﴾ جب دونوں نے قربانی دی تو ایک کی قبول کی گئی دونوں میں سے اور نہ قبول ہوئی دوسرے کی۔ ﴿قَرَّبَا﴾ ان دونوں نے نیاز کی، انہوں نے قربانی کی تَقْرِیب سے ماضی تثنیہ مذکر غائب، قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) لفظ قربانی، عربی لغت کے مفہوم کے مطابق اس شے/چیز کو کہتے ہیں جو کسی کے قُرب کا سبب بنایا جائے۔

اور اصطلاحِ شرع میں اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جو ربّ تعالیٰ کے تقرّب کا ذریعہ ہو، اس قربانی کے دینے کا واقعہ مُستند روایات کے مطابق کچھ یوں ہے کہ جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام اس دنیا میں معرضِ وجود میں آئے تو پھر نسلِ انسانی کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت آدم علیہ السلام اور حوّا کے باہم ربط/ملاپ سے ایک ہی وقت میں لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتے تھے اور دوسری بار حمل سے لڑکی اور لڑکا پیدا ہوتے تھے ایک حمل کے بہن بھائی کا نکاح دوسرے حمل کے بھائی بہن سے کر دیا جاتا۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اس وقت کی ضرورت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے شریعت آدم علیہ السلام پر یہ خصوصی حُکم صادر فرمایا تھا، اصل قصہ کچھ یوں ہوا کہ پہلے فرزند قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی جس کا نام اقلیما تھا حسین اور جمیل دوشیزہ تھی اور دوسرے بیٹے ہابیل کے ساتھ جس لڑکی نے جنم لیا وہ اتنی حسین نہیں تھی جس کا نام لیوذا تھا حضرت آدم علیہ السلام نے لیوذا کو قابیل کے ساتھ نامزد/منسوب کر دیا اور اقلیما کو ہابیل کے ساتھ منسوب کر دیا، قابیل نے آدم علیہ السلام کی اس تجویز سے انکار کر دیا۔ (بحوالہ تفسیر قادریؒ مطبوعہ ۱۸۷۷ء)

قابیل کا منشاء یہ تھا کہ وہ اپنی بہن کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائے لیکن آدم علیہ السلام نے شرعی عذر کے سبب اس کو قبول نہ کیا قابیل اور ہابیل کے مابین اختلاف کو ختم کرنے کا یہ عمل تجویز کیا کہ تم دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے پیش کریں جس کی قربانی شرفِ قبولیت حاصل کرے گی اس کا قابیل کی بہن کے ساتھ نکاح کر دیا جائے گا ہابیل کے پاس جانور، بھیڑ بکریاں تھیں اس نے ایک توانا، تندرست دُنبہ کی قربانی دی، قابیل زراعت کرتا تھا اس نے کچھ اناج گندم وغیرہ قربانی کے لئے پیش کر دیا، اُس وقت کا دستور تھا کہ آسمان سے آگ آتی اور قُربانی کو جلا دیتی چنانچہ آسمان سے آگ آئی اور ہابیل کی قُربانی کو جلا دیا قابیل کی قُربانی کو نہ جلایا گویا ہابیل کی قربانی مقبول بارگاہِ رَبُّ العزّت ہوئی اور قابیل کی قربانی یونہی پڑی رہی۔ ''وَلَمْ یُتَقَبَّلْ'' اور نہ قبول ہوئی تَـقَـبَّـلُ، یَتَـقَـبَّلُ، سے مصدر التَـقَبُّلُ کا معنی قبول کرنا ہے، یَتَقَبَّلُ فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے قواعد کے مطابق۔

قابیل نے اپنی رُسوائی اور ذِلّت کے سبب اپنے بھائی سے کہا'' لَاَقْتُلَنَّكَ ''میں ضرور تجھے مار ڈالوں گا ہابیل نے قابیل کی دھمکی کا جواب نرم لہجہ اور اصولی بات پر دیا'' اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ''نافرمانی سے بچنے والوں کی اللہ تعالیٰ قربانی قبول فرماتا ہے۔'' لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ ''اگر تم بڑھاؤ میری طرف اپنا ہاتھ کہ مجھے قتل کرو، ہابیل نے جب محسوس کیا کہ قابیل میرے قتل پر آمادہ ہے اور کسی طور پر باز آنے کا نہیں، ہابیل نے بَرملا کہا'' اگر تم میرے قتل کے درپے ہو تو کوئی بات نہیں میں تمہارے قتل کے درپے نہ ہوں گا'' قابیل اگر تم نے زیادتی/ظلم کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو یہ تمہارا عمل ہے میں پھر بھی تمہارے ساتھ اس لئے زیادتی نہیں کروں گا کہ یہ عمل ظلم اور زیادتی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں باری تعالیٰ اس عمل سے ناراض ہوتے ہیں، جان قربان کر دینا، اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دینے سے بہتر ہے۔

Marfat.com

﴿ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ ﴾ میں تو ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے۔﴿ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِكَ ﴾ بے شک میں تو چاہتا ہوں کہ تو اُٹھالے میرا گناہ، اور اپنا گناہ۔﴿ اَخَافُ ﴾ میں ڈرتا ہوں، خَـوف سے فعل مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے قواعد کے مطابق۔﴿ تَبُوۡٓاَ ﴾ تو پھر جائے، بُوءٌ جس کے معنی لوٹنے کے ہیں بَوَاءٌ جس کے معنی ٹھکانہ دینے اور قصاص میں برابر ہونے کے ہیں بَـوَّاءٌ اس نے جگہ دی، تَبَـوِئَة سے ماضی جمع متکلم۔(بحوالہ قاموس القرآن)﴿ اِثۡمِكَ ﴾ گناہ تیرا/اپنا اِثْـم مضاف ک ضمیر واحد مذکر حاضر، مضاف الیہ، قواعد کے مطابق۔ اِثۡمِکَ اسم ہے۔﴿ فَطَوَّعَتۡ لَهٗ ﴾ پھر آسان کر دیا اس کے لئے، رغبت دلائی، آمادہ کرلیا۔﴿ تطویع ﴾ سے فعل ماضی واحد مؤنث غائب قواعد کے لحاظ سے طوّع آسان بنادینا۔(بحوالہ قرطبی)

﴿ فَاَصۡبَحَ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴾ پس ہو گیا سخت نقصان اُٹھانے والوں سے۔﴿ اَصۡبَحَ ﴾ وہ ہو گیا اُس نے صبح کی اصباح سے فعل ماضی واحد مذکر غائب۔(بحوالہ قاموس القرآن)﴿ فَبَعَثَ اللّٰهُ ﴾ پس بھیجا اللہ تعالیٰ نے۔﴿ غُرَابًا ﴾ کوا۔

﴿ یَّبۡحَثُ ﴾ کرید تا تھا زمین میں، یَبْحَثُ، بَحْثُ مصدر، سے مضارع واحد متکلم قواعد کے مطابق۔

﴿ یٰوَیۡلَتٰۤی ﴾ اس نے کہا افسوس مجھ پر، مجھ سے اتنا نہ ہو سکا۔ یـاویلتی ہائے افسوس مجھ پر، ندا کے وقت یا کو الف سے بدل ویل کے معنی ہلاکت کے آتے ہیں جب انسان ہلاک ہونے لگے تو اس وقت کہا جاتا ہے، یـاویـلتـی اے کاش! میں برباد ہو گیا۔(بحوالہ ضیاء القرآن، از محمد کرم شاہ الازہریؒ)﴿ اَعَجَزۡتُ ﴾ کیا میں عاجز ہو گیا، عَـجۡـزٌ سے فعل ماضی واحد متکلم قواعد کے مطابق۔﴿ النّٰدِمِیۡنَ ﴾ شرمندہ پشیمان، اس کا واحد النَّادِم، قواعد کے لحاظ سے اسم فاعل ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۲۷ تا ۳۱

آیت ۲۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! آپ آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں قابیل اور ہابیل کا واقعہ ٹھیک ٹھیک سُنایئے، جب ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ایک کی قربانی قبول کرلی گئی اور دوسرے کی قربانی مقبول نہیں ہوئی، ان دونوں کے درمیان تنازعہ دو بہنوں کے سلسلے میں تھا، واقعات کا خلاصہ مفسرین نے یوں بیان کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا کا باہم ربط، سلسلہ ملاپ ہوا تو بنی نوع انسان کی بقائے نسل کے لئے حضرت حوّا کے حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے وقت کے دستور کے مطابق ایک حمل کے لڑکے کا نکاح دوسرے حمل کی لڑکی سے کیا جاتا تھا، صرف حضرت آدم علیہ السلام اور حوّا کی اولاد تھی تمام بچے پیدا ہونے والوں کو سگا بہن بھائی قرار دیا گیا، دوسروں کے ساتھ نکاح اور رشتہ ازدواج میں شامل ہونے کی اجازت دی گئی۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ قدرے حسین وجمیل تھی اور وہ اسی سے نکاح کرنے کا خواہش مند تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو سمجھایا کہ دستور شریعت کے مطابق ایسا نہیں ہوسکتا، حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ ربّ العزت میں قربانی پیش کرنے کو کہا، چنانچہ ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی اور قابیل کی قربانی قبول نہیں ہوئی، قابیل کو حسد اور رشک ہوا اس نے اپنے بھائی سے کہا میں تجھے قتل کر ڈالوں گا ہابیل کا کہنا تھا اس میں ناراضگی اور غصہ کی کیا بات ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو قبولیت کی اساس اخلاص ہے اللہ تعالیٰ تقوی والوں اور فرمانبرداروں کی ہی نذر نیاز قبول فرماتا ہے، اس خبر کے بتانے کا مدّعا یہ ہے کہ حسد کی بُرائی کا علم لوگوں کو ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق سیکھنے کا موقع ملے۔

آیت ۲۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اُٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اُٹھاؤں گا کیونکہ مجھے تو اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں امن، تقوی اور صلح و آشتی کو ایک اچھے اندازِ فکر میں بتایا جارہا ہے کہ یہ نرم اور دلکش اندازِ تکلم اس بات کا متقاضی ہے کہ اس دشمنی کو دوستی میں بدل دیا جائے، حسد کی آگ کو ٹھنڈا کیا جائے، شر کے پہلو اور جوش کو کم کیا جائے، اس شخص کو بھائی چارے کی محبت کی طرف مائل کیا جائے اور اس کے قلب میں تقوی کی صلاحیت اجاگر ہو جائے لیکن دوسرا بھائی جوش انتقام سے سرشار ہے، دوسرا بھائی اپنے طرزِ عمل سے باز نہیں آیا حالانکہ نیک اور صالح بھائی اسے تنبیہ کے طور پر آخرت کے بُرے انجام سے باخبر رہنے کی تلقین کر رہا ہے اور تم میری طرف قتل کے لئے ہاتھ بڑھاؤ تو میرا فطرتاً یہ مزاج نہیں کہ اپنے بھائی کو قتل کر دوں۔

آیت ۲۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرے اور اپنے گناہ کا تو خود مرتکب ہو جائے اور جب دونوں کے گناہ تو سمیٹ لے گا تو جہنمی بن کر رہے گا کیونکہ ظالم کے ظلم کا یہ درست انداز میں بدلہ ہے، اب ہابیل کے کلام کا ماحصل یہ نکلا کہ اگر قابیل نے یہ سوچ ہی رکھا ہے کہ میرے قتل کا وبال اپنے سر رکھے تو میں نے بھی ارادہ کر لیا ہے اپنی طرف سے مدافعت کا کوئی پہلو اختیار نہیں کروں گا تاکہ مجھ پر حرفِ الزام نہ آنے پائے اور تمہارے ساری عمرِ عزیز کے گناہ تجھ پر ہی ثابت رہیں اور میرے خون کا گناہ تیرے ہی ذمّے رہے۔ اگر مجھ سے کوئی خطاء سرزد ہو چکی تو اس کی وجہ یقینی طور پر یہ ہوگی کہ تم مجھے ناحق ہلاک کرنا چاہتے تو یہ کثرت گناہ تمہیں جہنم میں لے جائے گا کہ ظالموں کا وہی ٹھکانہ ہے۔

آیت ۳۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہابیل نے نرم لب ولہجہ سے اور کچھ نفسِ امارہ نے قابیل کو اُکسایا کہ بھائی کو قتل کر دے سو اس نے بھائی کو مار ڈالا اور نقصان اُٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔ حدیثِ مُبارکہ میں آتا ہے کہ ظلم اور قطع رحم دو ایسے گناہ ہیں جن کی سزا آخرت سے قبل ہی دنیا میں ملتی ہے۔ ❶

آیت ۳۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ یہ پہلا قتل کا جرم تھا جو انسان کے درمیان سرزد ہوا تھا اب ندامت اور خجالت نے آگھیرا، حقیقت تو یہ ہے کہ اس سے قبل کسی انسان کا خون نہیں ہوا تھا اور کوئی انسان موت کی آغوش سے ہمکنار نہیں ہوا تھا اس لئے ہلاکت کے بعد قابیل کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، نعش رلاشے کو کیا کرے، باریٔ تعالیٰ کی شانِ کریمی تو دیکھئے ایک کوّے کو بھیج دیا اُسے دیکھانے کی خاطر، اس کوّے نے اپنی منقار ر چونچ اور پنجوں سے زمین کو کرید ڈالا اور دوسرا کوّا، جو مر چکا تھا اس کو مٹی ہٹا کر زمین میں دبا دیا یہ منظر دیکھ کر قابیل کو پتہ چلا کہ مردے کی لاش کو دفن کرنا چاہیئے چنانچہ اُس نے زمین میں گڑھا کھودا اور لاش کو سپردِ خاک کیا، گویا دفن کر دیا۔ (بحوالہ جلالین ومدارک)

اس کے بعد قابیل کو احساس ہوا کہ صد افسوس کہ میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپانے کی کوئی تدبیر سوچ لیتا، اپنی حماقت پر ندامت اور پچھتاوا تو اسے ہوا لیکن ندامت تو اس وقت سود مند ہے جس کے ساتھ معصیت سے معذرت اور فکر و تدارک کا بھی احساس ہو حقیقت تو یہ ہے کہ یہ پچھتاوا اور احساس ندامت اس بات سے نہیں کہ عصیان اور جُرم ہو گیا ہے بلکہ وہ کیفیت بدحالی تھی جو بھائی کے قتل کے بعد اسے لاحق ہوئی، یہاں اس واقعہ کا تذکرہ، یہودیوں کی سازش پر لطیف انداز سے ملامت کرنا ہے جو انہوں نے حضرت محمد ﷺ اور آپ کے مقتدر صحابہ کو قتل کرنے کے لئے کی تھی۔

---

❶ …… نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مَامِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ اَنْ یُعَجِّلَ اللّٰهُ عُقُوْبَتَهٗ فِی الدُّنْیَا مَعَ مَایَدَّخِرُ لِصَاحِبِهٖ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْبَغْیِ وَقَطِیْعَةِ الرَّحِمِ ظلم وزیادتی اور قطع رحمی یہ دونوں ایسے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ اُن کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں سزا دیتا ہے، اور آخرت کی سزا بھگتنی ہے۔ (بحوالہ ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الزہد، مسند احمد)

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ؗ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝

اسی وجہ سے ہم نے حکم تحریر کر دیا بنی اسرائیل پر کہ جس نے قتل کیا کسی انسان کی جان کا، بغیر جان کے بدلے/سوائے قصاص کے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا، تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس کسی نے ایک شخص کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانوں/لوگوں کی جان بچائی اور بے شک اُن کے پاس ہمارے بہت سے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے، پھر بھی اُن میں بہت سے لوگ ایسے ہیں اس کے بعد بھی جو زمین میں ظلم و جور/زیادتی کرنے والے ہیں۔ (۳۲)

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

اور وہ جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اُن کو اس جرم کے بدلے میں قتل کر دینا چاہیے چُن چُن کر، یا اُن کو سولی پر چڑھا دیا جائے/پھانسی دی جائے یا اُن کے ہاتھ مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں/ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر کاٹ دیئے جائیں یا اُنہیں جلا وطن کیا جائے، یہ تو اُن کے لئے رسوائی دنیا کے لئے ہے بطورِ سزا اور آخرت میں اُن کے لئے اس سے بڑی سزا/بڑا عذاب ہے۔ (۳۳)

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

مگر جو لوگ پکڑے جانے سے قبل توبہ کر لیں اس سے پہلے کہ تم اُن پر قابو پاؤ تو جان لو! کہ اللہ تعالیٰ بھی بخش دینے والا/معاف کرنے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔ (۳۴)

الفاظ و معانی آیت ۳۲ تا ۳۴

﴿ مِنْ اَجْلِ ﴾ اسی سبب سے، جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو جان سے ہلاک کرنے کا بند دروازہ کھولا تو رسمِ قبیح کی ابتدا ہوئی اب دیگر لوگ بھی قتل کے مرتکب ہونے لگے۔ ﴿ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ ﴾ بے شک جو کوئی قتل کرے کسی شخص کو سوائے قصاص کے اور "فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ" اور فساد برپا کیا ہو زمین میں، یعنی رہزنی کی ہو

﴿ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ﴾ پس قتل کر ڈالا اُس نے سب لوگوں کو اس نظر سے کہ اُس نے خون کی ہتک حرمت کی اور لوگوں کو جرأت عطا کی غضبِ الٰہی کو اپنی طرف کھینچنے میں، گویا ایک آدمی کا قتل ویسا ہے جیسے سب لوگوں کا، علامہ بیضاویؒ رقمطراز ہیں "جس نے ایک بشر/نوع کو قتل کیا اُس نے خونِ انسانی کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا"۔ (بحوالہ بیضاویؒ)

اس مفہوم کو یوں سمجھئے کہ بغیر شرعی اجازت یا شرعی سزا کے علاوہ صرف فساد پھیلانے کی خاطر کسی کو قتل کیا تو اس نے ایک بشر/انسان کو ہی قتل نہیں کیا بلکہ وہ انسانیت کا قاتل ہے۔ مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ آج دنیا میں بائبل کے نسخے پائے جاتے ہیں وہ احکاماتِ باری تعالیٰ کے ان الفاظ سے یکسر خالی ہیں حالانکہ تالمود میں بیان وضاحت کے ساتھ ہے "جس نے

Marfat.com

اسرائیل کی ایک جان کا قتل کیا کتاب اللہ کے مطابق اس نے گویا ساری کائنات کے لوگوں کو ہلاک کیا''۔ (بحوالہ تلمود)

﴿ وَمَنْ اَحْيَاهَا ﴾ اور جو شخص کسی کی زندگی باقی رہ جانے کا مُوجب ہو، قصاص معاف کر کے یا قتل سے منع کر کے یا ہلاکت کی جگہوں سے نکال کر، اَحْیَاهَا اس کو زندگی دی ھَا، قواعد کے مطابق ضمیر واحد مؤنث۔

﴿ فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ﴾ پس وہ لوگوں کی زندگی رحیاتِ نو کا موجب ہوا قتل کے ساتھ پیش آنے سے ڈرانا اور جانوں کی حفاظت، حمایت اور اعانت کی ترغیب اس کلام سے مقصود ہے۔

﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ اور البتہ آئے بنی اسرائیل کی طرف رسول ہمارے مُعجزات کے ساتھ ظاہر اور واضح آیتوں کے ساتھ، تورات میں قتل ناحق سے روکنے کے بعض احکامات نازل ہوئے اور اُن کو احکام کی یاد دہانی کراتے تھے، یکے بعد دیگر رسولوں کی آمد کا تسلسل جاری وساری رہا، حقیقت تو یہ ہے کہ اُن کی طبع فطری اور مزاج برہم کی بے اعتدالی نے اصلاح کی نوبت آنے نہ دی اور یہ تواتر کے ساتھ آمادۂ قتل اور مرتکب فساد ہوتے رہے۔ جن انبیاء پر وہ ایمان لاچکے تھے انہیں بھی تختہ دار تک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، تو بھلا اُن سے یہ اُمید کیونکر کی جاسکتی ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی ایذارسانی اور آپ ﷺ کے خلاف ناپاک سازشیں کرنے سے دُور رہیں گے۔

﴿ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ یہی سزا ہے اُن کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور اُس کے رسول سے۔ اسلامی طرزِ حکومت میں فتنہ وفساد کو ختم کرنے اور اس کے خلاف تادیبی کاروائی کرنے کا حکم باری تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے جو اس حکم کو نہ مانے، قتل وغارت گری اور لوٹ مار میں مصروفِ عمل رہتا ہے گویا وہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کے خلاف بغاوت کا پرچار کر رہا ہے۔

﴿ يُحَارِبُوْنَ ﴾ مُحَارَبَة مصدر، ہے جو جنگ کرتے ہیں قواعد کے مطابق مضارع جمع مذکر غائب لفظ ''محاربہ'' حرب سے اخذ کیا گیا ہے اس کے اصل معنی سلب کرنے اور چھین لینے کے آتے ہیں حرب کی جمع حُرُوب ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

حرب، بدامنی، پھیلانے کے مفہوم میں بھی مستعمل ہے لفظ محاربہ طاقت کے ساتھ، بدامنی پھیلانے اور سلامتی کو سلب کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

﴿ اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا ﴾ کہ قتل کئے جائیں تقتیل ''مصدر'' ان کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں، قواعد کے مطابق مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ ﴿ اَوْ يُصَلَّبُوْٓا ﴾ قتل کریں اور سولی پر چڑھا دیں اگر اُنہوں نے قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لیا ہو۔ ﴿ اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ ﴾ یا کاٹ ڈالیں ہاتھ اور پاؤں۔ ﴿ مِّنْ خِلَافٍ ﴾ برخلاف یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پیر، یعنی اُن کے داہنے ہاتھ گٹوں پر سے اور بائیں پیر ٹخنوں سے کاٹ دیئے جائیں، گویا کہ مال کو لوٹنے کا عمل بلاواسطہ کیا گیا ہو، مگر سب کے لئے سزا یہ ہے۔ ﴿ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ﴾ یا نکال دیئے جائیں زمین سے، زمین سے نکالنے کا مفہوم بعض اہل فقہ نے یہ لیا ہے کہ اُن کو دارالاسلام سے خارج کر دیا جائے اور بعض کا کہنا ہے جس جگہ پر ڈاکہ پڑا ہے وہاں سے نکال دیا جائے۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا کہ اگر مجرم کو یہاں سے نکال کر دوسرے شہر میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ

وہاں کے لوگوں کو بھی ستانے کے جُرم کا ارتکاب کرے گا اس لئے مجرم کو قید خانہ میں مقید کر دیا جائے اور یہی نفی من کا نکالنا ہے آزادانہ طور پر زمین پر کہیں چل پھر نہیں سکتا۔

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

یہ ہے اُن کے لئے دنیاوی رُسوائی کا باعث اور قیامت میں رآخرت میں اس سے بڑی سزا ہے۔

ان الفاظ سے یہ اعادہ ہوتا ہے دنیاوی سزا، حدود وقصاص یا تعزیرات سے جب تک توبہ نہ کی جائے آخرت کی سزا معاف نہیں ہوتی، البتہ سزا پانے والا خلوصِ قلب سے دل کی گہرائی اور گیرائی کے ساتھ توبہ کرے تو سزا معاف ہو جائے گی یہ تو باری تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے اگر کوئی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ

مگر جن لوگوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ قابو پاؤ تم اُن پر۔

﴿ تَقْدِرُوْا ﴾ تم قادر ہو جاؤ یا تمہارا ہاتھ پڑے، قدرۃ سے قواعد کے مطابق مضارع کا صیغہ ہے۔

اگر وہ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لے اور اپنے آپ کو اسلامی حکومت کی فرمانبرداری کے خاطر سپرد کرے تو پھر حقوق اللہ معاف ہو جائیں گے، لیکن اگر انہوں نے کسی کا مال لوٹا ہے تو اُس مال کی واپسی کرنی ہوگی اور اگر کسی کو قتل کیا ہے تو اس کا دیت یا قصاص ادا کرنا ہوگا اور اگر کسی کو زخم خورہ کیا ہے تو اس کی سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔

تشریح وتوضیحات آیت ۳۲ تا ۳۴

آیت ۳۲ میں اظہار بیان یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو فرض کے طور پر بتا دیا گیا کہ بغیر شرعی عذر راجازت کے یا شرعی سزا کے علاوہ صرف فساد پھیلانے کی خاطر کسی نے کسی کو قتل کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس نے صرف ایک فرد بشر کو ہی قتل نہیں کیا بلکہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہے جو تمام بنی نوع کا قاتل ہے اس کو اس قدر سزا بھگتنی پڑے گی جس قدر سزا انسانیت کے قتل پر ہونی چاہئے اور کسی نے کسی کو ظلماً قتل ہونے سے بچا لیا، گویا اُس نے انسانیت کو بچا لیا، ایک آدمی کی جان بچانے والا پوری انسانیت کی جان بچانے کا اجر پائے گا، حق تعالیٰ کے تمام انبیاء یہی تعلیمات لے کر آئے لیکن فساد برپا کرنے والے زمین پر ابھی دست درازی سے باز نہیں آتے۔

آیت ۳۳ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جو لوگ ناحق فسق وفساد کے مرتکب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کے باغی ہیں تو ایسے لوگوں کو جیسا اُن کا جرم ہے ویسی ہی سزا حاکمِ وقت دینے کا مجاز ہے چاہے تو قتل کر دے یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری سمت کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا پھر ایسے نافرمان لوگوں کو ملک بدر کر دیا جائے۔

جو لوگ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں رہزنی کرتے ہیں امن عامہ اور لوگوں کی عفت وآبرو اور جان ومال کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں تو ان لوگوں کے لئے شریعت نے سزا کے تین درجات کا تعین کیا ہے۔ اوّل حدود۔ دوم قصاص۔ سوئم تعزیرات۔

اول)...... حدود: قرآنِ کریم نے جس جُرم کی سزا بطور "حق تعالیٰ" کا تعین کر کے جاری کی اس کو حدود کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے "حدود" حد کا واحد ہے۔ اس کو یُوں سمجھیے کہ اگر لوٹ مار کے سبب قتل کیا مال لُوٹ نہ سکے تو قتل کیے جائیں گے، اگر مال بھی

Marfat.com

لُوٹ لیا تو سولی پر چڑھا دیئے جائیں گے، اگر صرف لُوٹ مار کا بازار گرم کیا مال لُوٹا گیا اور قتل نہ کیا تو مخالف سمت سے ہاتھ اور پاؤں قلم کر دیئے جائیں گے لیکن اگر صرف حملہ کیا، قتل نہ کر سکے اور نہ مال لُوٹ سکے تو مقید کر دیئے جائیں گے، حدود میں کسی حاکمِ وقت یا امیر کو تغیر اور تبدیلی کی اجازت نہیں ہے۔ حدود میں ڈاکہ چوری، زنا، تہمت اور شراب نوشی جیسے جرائم شامل ہیں۔

دوم)...... قصاص: قصاص کا مفہوم یہ ہے کہ بندے کا حق غالب ہے مثال کے طور پر کسی کو قتل کر دیا گیا، یا زخمی کیا گیا اگر مقتول کے وارث معاف کر دیں تو سزا معاف ہو جائے گی۔

سوم)...... تعزیرات: جس جُرم کی سزا کا تعین نہیں کیا گیا اس کو تعزیر کہا جاتا ہے تعزیری سزا حالات کے مطابق ہلکی سے ہلکی بھی ہو سکتی ہے اور سخت سے سخت تر اور اُن کو معاف بھی کیا جا سکتا ہے اس میں حاکم کے اختیارات کا دائرہ کار وسیع تر ہے تعزیرات میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں مجروح ہوتے ہیں لیکن زیادہ حکومتِ وقت کے فرائض متاثر ہونے کے امکانات ہوتے ہیں اس سے ان کی سزا شرعی دائرے میں رکھ کر حکومت کو تجویز کرنے کا اختیار ہے یہ تمام تر سزائیں تو دنیاوی ذلت اور رُسوائی کے باعث ہیں، آخرت میں اُن کے لئے عذابِ عظیم ہے۔

اِس آیۃ کریمہ کی شانِ نزول میں بتایا جاتا ہے کہ قبیلہ عکل اور قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ ایمان قبول کر کے مدینہ آئے تو وائے بدنصیبی اُن کی اُنہیں مدینہ کی فضا راس نہ آئی اور بیمار ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں جہاں ان کے اونٹ صدقے کے ہوتے تھے جو جبل العیر کے قریب تھا بھیج دیا، وہ چند یوم وہاں قیام کریں اور اُونٹوں کا دودھ اور اُن کا پیشاب پییں، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا چنانچہ چند روز میں وہ تندرست اور صحت مند ہو گئے، اونٹوں کا پیشاب جو اُن لوگوں نے پیا اسے یوں سمجھنا کہ یہ یا تو رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ (بحوالہ تفسیر قادری مطبوعہ ۱۸۸۷ء) لیکن ستم ظریفی تو دیکھئے اُنہوں نے اُونٹوں کی نگرانی کرنے والے چرواہے کو قتل کر دیا اور اُونٹوں کو خود اپنے ساتھ لے گئے جب حضرت محمد ﷺ کو اس کی بابت معلوم ہوا تو لوگوں کو بھیجا جو اُنہیں اونٹوں سمیت ''پابند سلاسل'' کر کے پکڑ لائے رسول اکرم ﷺ نے اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے قلم کرائے رکاٹ ڈالے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں، ایسا ہی سلوک اُنہوں نے چرواہے کے ساتھ کیا تھا، پھر اُنہیں دھوپ میں چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ ''اُنہوں نے قتل بھی کیا، چوری بھی کی اور ایمان لانے کے بعد کفر کے بھی مُرتکب ہوئے اور اللہ کے ساتھ محاربہ کیا''۔ (بحوالہ صحیح بخاری، کتاب الدیات، والطب والتفسیر، صحیح مسلم شریف کتاب القسامۃ)

آیت ۳۴ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جو لوگ توبہ کر لیں اس سے پہلے کہ تم اُن پر غالب ہو جاؤ تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تو معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے، توبہ کرنے والوں کا جُرم اور سزا معاف کر دینے میں جو حکمت عیاں ہے اس کے دو پہلو نمایاں ہیں کہ:

اوّل...... یہ کہ اُن کی توبہ کرنے کے عزم کی حوصلہ افزائی کی جائے گویا کہ اُن میں طاقت اور قوت تھی وہ آمادۂ بغاوت ہو سکتے تھے یہ اُن کی طرف سے اصلاح پانے اور راہِ ہدایت پر آجانے کی دلیل ہے۔

دوئم...... پہلو یہ کہ اُن کے اقرارِ توبہ کا عمل دیکھ کر دیگر لوگ اس سمت راہِ ہدایت پر آنے کی کوشش پر آمادہ ہو جائیں گے۔

Marfat.com

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے قرب / اس تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈو اور اُس کی راہ میں جہد و جہد / جہاد کرو، اس اُمید پر کہ فلاح / صلاح پاؤ۔ (۳۵)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

بے شک وہ لوگ جنہوں نے راہِ کفر اختیار کی اگر یہ لوگ عذاب سے چھٹکارے کی خاطر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب بطورِ فدیہ دینا چاہیں اور اتنا ہی اور کچھ لے آئیں تب بھی روزِ قیامت اُن کا فدیہ نہ قبول کیا جائے گا اور اُن کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ (۳۶)

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

آگ / دوزخ سے بہت چاہیں گے کہ نکلیں، لیکن وہ نہیں نکل سکیں گے، اس سے اُن کے لئے تو دوامی سزا / ہر وقت رہنے والا عذاب ہوگا۔ (۳۷)

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کی سزا یہ ہے کہ ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ اُن کے کرتوت کی سزا ہے، بدلہ ہے / عبرتناک سزا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اللہ تعالیٰ تو غالب ہے حکمت والا ہے۔ (۳۸)

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پس، جس نے توبہ کر لی اپنے ظلم کے بعد / اپنی اصلاح کر لی / اپنے عمل درست کر لے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ (۳۹)

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

کیا آپ کو معلوم نہیں! آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (۴۰)

الفاظ و معانی آیت ۳۵ تا ۴۰

﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ﴾ تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر ہی وہ عمل ہے جو انسان کو صحیح طور پر خفیہ اور علانیہ جرائم سے روکتا ہے۔ ﴿وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے یعنی اللہ تعالیٰ کے قُرب کے متلاشی رہو، وسیلہ، لفظ وَسْــلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ملنے اور جڑنے کے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسے اعمال پر کاربند رہو جس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقرب حاصل ہو جائے۔ امام شوکانی کا کہنا ہے کہ:

اِنَّ الْوَسِيْلَةَ الَّتِي هِيَ الْقُرْبَةُ، تَصدقُ عَلَى التَّقْوٰى

وسیلہ جو قربت کے معنی میں مستعمل ہے، پرہیز گاری اور اعمالِ خیر پر اثر انداز ہوتا ہے، جس کے ذریعہ بندہ اپنے رَبّ کا قُرب حاصل کرتا ہے اور اسی طرح جو بندہ کو رغبت اور اُلفت کے ساتھ حق تعالیٰ کے قریب کردے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "وسیلہ سے مُراد قُربت اور فرمانبرداری ہے۔" (بحوالہ روایت حاکم)

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں کہ لفظ وسیلہ میں محبّت اور رغبت کا اظہار شامل ہے، وسیلہ کے درجات میں اضافہ، رَبِّ جلیل اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی اُلفت پر مبنی ہے۔

ابن منظور وسیلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الوسیلة فی الاصل مایتوصل به الی الشئ ویتقرب به الیه". (بحوالہ لسانُ العرب)

یعنی جس شے کے ذریعہ کسی تک رسائی ہوجائے اور اس کا قُرب مل جائے اسے "وسیلہ" کہا جاتا ہے۔

والوسیلة کل مایتقرب به. (بحوالہ کشّاف) وسیلہ وُہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قُرب کا ذریعہ بنے۔

ایمان، عملِ نیک، عبادت اور اتباعِ سُنت اور گناہوں سے محفوظ رہنا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ تک رسائی اور اس کے قُرب پانے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمانۂ قحط میں حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر حق تعالیٰ سے بارش کی دُعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا کو قبول کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "وسیلہ ایک بلند درجہ جنّت کا ہے جس کے اوپر کوئی اور درجہ نہیں، تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو وہ درجہ مجھے عطا کردے۔" (بحوالہ مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو اذان کے بعد میرے لئے دعائے وسیلہ کرے گا وہ میری شفاعت کا حق دار ہوگا۔ (بحوالہ صحیح البخاری، کتاب الاذان۔ صحیح مسلم شریف کتاب الصلوٰۃ) کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ "عابدوں کا وسیلہ فضائل ہیں اور عالموں کا وسیلہ دلائل ہیں اور عارفوں کا وسیلہ ترکِ وسائل ہے عابد تو معاملہ سے تُوسّل تلاش کرتا ہے اور عالم مکاشفہ سے راہ چلتا ہے اور عارف معائنہ سے راہ دیکھ لیتا ہے۔ (بحوالہ کشف الاسرار)

﴿وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ، شاید کہ تم چھٹکارہ پانے والے ہو اپنے نیک اعمال کے سبب۔ "بحر الحقائق" میں لکھا ہوا ہے کہ "اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فلاح کے چار عناصر بتائے ہیں ان چار چیزوں کے بغیر نجات نہیں مل سکتی۔

❶ ......اول یہ کہ ابتداء خلقت میں نور پہنچتا ہے یہ انسان کو شرک کی تاریکی کے پردوں سے خلاصی دیتا ہے۔

❷ ......تقویٰ اعمالِ شرعیہ کا منبع ہے۔ سالک اس کی وجہ سے گناہ کی ظلمت سے نجات پاتا ہے۔

❸ ......وسیلہ تلاش کرنا، وہ فناء ناسوت ہے بقائے لاہوت میں اور عارف اس کے سبب تاریکیٔ ہستی سے باہر آتا ہے۔

❹ ......جہاد، وہ انانیت کو مضمحل ثابت کرتا ہے اور موحد اس منزل اور مرتبے پر پہنچ کر وجود کی تیرگی سے نکل کر شہود کے نور میں پہنچ جاتا ہے۔" (بحوالہ بحر الحقائق)

Marfat.com

﴿ وَمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لِيَفۡتَدُوۡا بِهٖ ﴾ اور مانند اس کے، ہمراہ ہونا اُن کے تا کہ فیصلہ بدلہ کے عوض دیں۔ ﴿ يَفۡتَدُوۡا ﴾ اِفتِدا مصدر، بدلہ میں دے کر چھوٹ جائیں قواعد کے مطابق فعل مضارع جمع مذکر غائب۔ ﴿ يُرِيۡدُوۡنَ ﴾ وہ چاہتے ہیں رقصد کرتے ہیں۔ ﴿ اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنَ النَّارِ ﴾ یہ کہ نکلیں آتشِ دوزخ سے۔ ﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقۡطَعُوۡۤا ﴾ چوری کرنے والا اور چوری کرنے والی کے ہاتھ قلم کردو، جب بقدرِ نصاب چوری کریں اور یہ نصاب امام شافعیؒ کے نزدیک چوتھائی دینار ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک دس درہم اور امام مالکؒ کے نزدیک تین درہم۔ ﴿ جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا ﴾ جزا رسزا ہے اس کی جو انہوں نے کمایا۔ ﴿ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ﴾ عبرتناک سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے، یہاں پر چور کی سزا کے تعیّن کی دو جہتیں واضح کی گئی ہیں اس کے اپنے کیئے کی سزا ہے اُس کو بھگتنا ہے یہ اس کی بداعمالی اور بدکرداری کی سزا ہے لفظ نکال عربی لغت میں ایسی سزا کے معنی میں آتا ہے جسے دیکھ کر دوسروں کو عبرت حاصل ہو، یا دوسروں کو بھی سبق ملے مِنَ اللّٰهِ کہہ کر اس لطیف اشارہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اُس نے کسی قسم کا مال بغیر حق کے ہڑپ کرلیا، جس کی بناء پر ظلم کی صورت پیدا ہوئی دوسرے یہ کہ اُس نے حُکمِ باری تعالیٰ کی حُکم عدولی کی۔ پہلی صورت میں یہ سزا مظلوم کا حق ہے اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس کا حق ہے اگر وہ معافی دینا چاہے تو سزا معاف ہوجائے گی، قصاص کے تمام معاملات میں یہی معمول کارفرما ہے۔ دوسری جہت کی صورت یہ ہے کہ جس فرد کا مال چُرایا ہے اگر وہ معاف کرنا چاہے بھی تو معاف نہ ہوسکے جس کو شرعی اصطلاح میں حدود کہا گیا ہے۔

﴿ فَمَنۡ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِ ظُلۡمِهٖ وَاَصۡلَحَ ﴾ پس اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے گا اس میں اشارہ لطیف یہ ہے کہ حاکم وقت اس اِقرارِ توبہ کے سبب شرعی سزا تو معاف نہیں کریں گے لیکن حق تعالیٰ اُن کے جُرم کی معافی دے کر آخرت کی سزا سے نجات دیں گے۔ جمہور علماء کی رائے تو یہ ہے کہ چوری کرنے کے بعد "حد" تو ضرور بہ ضرور لگے گی لیکن توبہ کرنے کے سبب روزِ قیامت کا عذاب معلوم ہوجائے گا۔ ﴿ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ﴾ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ زمین وآسمان کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے! ذرا رموزِ باری تعالیٰ کی حکمت پر غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ صفات قادرِ مطلق ہے اور مالک مطلق بھی ہے اسی طرح حکیم مطلق بھی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سلطنت کا احاطہ انسانی صلاحیت کے بس کی بات نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا ادراک انسانی عقل ودماغ نہیں کرسکتا، البتہ یہ ممکن ضرور ہے اصول کے ساتھ، غور وفکر سے کچھ علم وآگہی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے جس سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۳۵ تا ۴۰

آیت ۳۵ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ بڑے پُرلطف، پُرشفقت اور ناصحانہ انداز میں ایمان والوں سے خطاب ہے کہ ایمان لاکر اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرلیا جائے، وسیلہ اللہ تعالیٰ کے قُرب کے لئے ڈھونڈو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو، ایسا جہاد جو اپنے نفس کے ساتھ بُرائی سے تدارک کے لئے یا نیکی اپنانے کے لئے عملی طور پر کیا جائے یہ جہدِ مسلسل ہے جس کو ہمت اور استقلال محنت سے سرانجام دو تا کہ فلاح پاؤ اور دوجہاں کی کامرانی سے ہمکنار ہوسکو جب

Marfat.com

جب قرآن الحکیم میں فلاح کی نوید دی جاتی ہے تو یہ انسان کی ذاتی زندگی سے اس کا آغاز ہوتا ہے پھر کنبہ، معاشرت اور قومی و عملی زندگی کا سلسلہ ہم آہنگ ہو کر موت اور بعد الموت تک اور روزِ محشر تک کی کامیابی پر محیط ہے۔ گویا کہ انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اس کا قُرب حاصل کرنے اور اُس کی راہ میں جہاد کرنے سے بھلائی، فلاح اور کامیابی کی اُمید کر سکتا ہے۔

آیت ۳۶ میں بتایا جا رہا ہے کہ جنھوں نے راہِ کفر اختیار کی اور اللہ تعالیٰ سے رُوگردانی کی اگر وہ روزِ آخرت روئے زمین کے سارے خزائن رخزانے بھی اس سے مزید زیادہ خرچ کریں اور فدیہ ادا کر کے عتابِ باری تعالیٰ سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہیں تو یہ اُن کے لئے ممکن نہ ہوگا، کُفار کا یہ گمان کہ ہم وہاں سونا، چاندی، زروزیورات وغیرہ سے کام چلائیں گے ان کا خیال حرفِ غلط کی طرح غلط ہے آخرت میں تو نجات کی راہ ایمان ہے اور صاحبِ ایمان ہونا ہے۔

حدیث مُبارکہ میں مذکور ہے کہ ایک جہنمی کو آتشِ دُوزخ سے نکال کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے دریافت کرے گا کہ تم نے مسکن رآرام گاہ کو کیسے پایا وہ جواب دے گا ''بدترین قیام گاہ'' ربّ کا ارشاد ہوگا کہ کیا تُو زمین بھر سونا بطور فدیہ دے کر اس سے چھٹکارہ پانا پسند کرے گا'' اس کا جواب ہوگا ہاں'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' میں نے تو دُنیا میں اس سے بہت کم کا تم سے مطالبہ کیا تھا تم نے وہاں قطعاً اس کی پرواہ نہیں کی، اسے دوبارہ جہنّم میں ڈال دیا جائے گا''۔

(بحوالہ صحیح مسلم شریف صفۃ القیامۃ، صحیح بخاری شریف کتاب الرقاق والانبیاء)

آیت ۳۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کُفار پر عذاب کا ہونا، کفر والحاد کا منطقی انجام ہے یہ حسرت تو کافروں کو ہمیشہ بے چین، بے قرار کرتی رہے گی کہ اے کاش! آتشِ جہنّم سے ہم نکل سکیں مگر ایسا ہونے کا نہیں! وہ دوزخ سے نکلنے کا راستہ پانے کے نہیں! کافروں کو ایسا عذاب دیا جائے گا جو دائمی اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔

آیت ۳۸ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر مرد چوری کرے اور اس کا ثبوت مل جائے یا عورت چوری کرے اور جرم ثابت ہو جائے تو اُن کے ہاتھ کاٹ دو یہ اُن کے اَعمال بدر کرتُوت کی سزا ہے، یہ اُن کی کمائی کا صلہ ہے اور ربِّ جلیل کی طرف سے عبرتناک سزا ہے، جہاں تک ہاتھ کاٹنے کا سوال ہے اُمّت کا اس بات پر اجماع ہے پہلی چوری پر داہنا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا رسول اللہ ﷺ نے تصریحاً ارشاد فرمایا۔ لا قطع علٰی خَائِنٍ اس سے اس بات کا پتہ چلا کہ چوری رسرقہ کا اطلاق خیانت پر نہیں ہوتا بلکہ صرف اس جرم رفعل پر ہوتا ہے کہ کوئی فرد کسی کے مال کو اُن کی ملکیّت سے نکال کر اپنے قبضہ میں کر لے، حضرت محمد ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ایک ڈھال سے کم مالیّت کی چُوری ہے تو ہاتھ نہ قلم کیا جائے، رسول اللہ ﷺ کے دُور میں ایک ڈھال کی رقم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق دس درہم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مطابق پانچ درہم اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق تین درہم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق ایک چوتھائی دینار تھی محدّثین کے نزدیک نصاب ربع دینار یا تین درہم یا اس کے برابر قیمت کی چیز ہے۔

آیت ۳۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اگر گنہگار نے توبہ کر لی اصلاحِ نفس کے ساتھ، کیونکہ توبہ کی توفیق مل جائے تو یہ اصلاحِ احوال ہے ربِّ جلیل یقیناً توبہ قبول فرماتا ہے، توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت عنایت اس پر مائل ہو جائے گی

Marfat.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت ہی درگذر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے، بتانا یہاں یہ مقصود ہے کہ جس نے خلوصِ نیت اور احساسِ عزم سے توبہ کرلی اور اپنے نفس کو چوری سے پاک کرلیا اور اللہ تعالیٰ کا اطاعت شعار اور صالح بندہ بن جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ ہو جائے گا۔

ہاتھ کا قلم کرنا تو انتظامی تمدّن اور معاشرتی تہذیب کی سزا ہے اس سزا سے نفس کی پاکیزگی تو نہیں پائی جاسکتی، نفس کی اصلاح تو صرف توبہ اور رجوع الی اللہ سے ممکن ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ ایک چور کا ہاتھ جب آپ کے حکم کے مطابق کاٹ دیا گیا تو آپ نے چور کو بلایا اور ارشاد فرمایا ’’قل اَستَغفِرُ اللّٰہ و اتوب الیہ‘‘ کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں اس نے رسول اللہ ﷺ کے مطابق یہ الفاظ ادا کئے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ اے اللہ اُس کو معاف فرما۔

آیت ۴۰ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ کیا آپ نے نہیں جانا یہ خطاب حضرت محمد ﷺ کی طرف ہے اور مراد اُمّت ہے کہ ارض وسماء کی اصل بادشاہت تو اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے جب چاہے جس وقت چاہے عذاب نازل کردے جب چاہے سزائے جُرم میں سزا دے اور جب چاہے معاف فرما دے، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ واحد کس قدر حلیم ہے، بُردبار ہے وہ ایسا قادرِ مطلق ہے جو چاہے کرسکتا ہے جب چاہے کرسکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے کہ عفو و درگذر سے کام لیتا ہے سزا اور جزا دینے کے کُلی اختیارات اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں اور ان اختیارات سے روکنے والا کوئی اور بھی نہیں اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

آیت ۳۵ تا ۴۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کا قُرب تلاش کرنے کی تلقین ہے وضاحت اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قُرب اس کا وسیلہ اور رضا پانے کا کیا طریقۂ عمل ہے تو بتایا یہ گیا کہ ایسا کوئی فعل امر سرزد نہ ہونے پائے جس سے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی ناراضگی اور برہمی مول لینی پڑے، کامیابی کی کلید یہ ہے کہ آدمی تمام آلام ومصائب پر صبر کرتا رہے اور پُرمسرّت حیات بسر کرتا رہے دنیاوی زندگی کے معاملات میں شفارش اور رشوت سے تو کام چلایا جاسکتا ہے لیکن آخرت میں یہ بات نہ ہوگی۔ کسی کی نظر بچا کر، نظروں کے سامنے چوری کا مرتکب ہو جائے تو ایسے لوگوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے اگر آج پاکستان میں اسلام کی تعزیرات کا نفاذ ہو جائے تو یقین جانیئے مدّتِ قلیل میں پاکستانی معاشرہ اور معاشرت کے حالات یکسر بدل جائیں گے اسلامی تعلیمات تو واضح طور پر بتا رہی ہیں چوری کرنے والے مرد و زن کے ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ صلہ اس بات کا جو کچھ انہوں نے کیا گناہ کرنے پر عذاب تو باری تعالیٰ کا ہوگا، البتہ گناہ کرنے کے بعد توبہ کرلی جائے اور اصلاح کرلی جائے مقامِ فکر ہے آج بھی ہم مسلمان جو درحقیقت ’’اُمّتِ خیر‘‘ ہیں اپنی ساری زندگی کو اسلامی طرزِ عمل کی طرف راغب کرے تو راہِ نجات مل سکتی ہے، دینِ حنیف میں جو احکامات ہیں اُن کی پابندی لازم ہے۔ یہود اور نصاریٰ کی طرزِ معاشرت سے دور رہا جائے، ان کا تو عجب عالم ہے، توراۃ میں شادی شدہ مرد اور عورت کی سزا رجم تھی لیکن یہودیوں نے اس حکم کو غائب کر دیا۔ یاد رکھئے اگر معاملات کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق نہ ہوگا تو دنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم۔

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْكَ ؕ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۚۖ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۴۱﴾

اے رسول (ﷺ)! ان لوگوں کے حالات آپ کو افسردہ اور رنجیدہ نہ کریں جو راہِ کُفر میں بڑی تیز رفتاری دکھا رہے ہیں جو زبان سے تو اقرار کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر اُن کے دل ایمان نہیں لائے اور کچھ اہلِ یہود جھوٹ خوب سنتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جاسوسی کرتے ہیں جواب تک آپ ﷺ کے پاس نہیں آئے وہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اس کے صحیح / اصل موقعوں سے ہٹا کر بدل دیتے ہیں / گویا کہ وہ کلمات کا مطلب بدل ڈالتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو تسلیم کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو حکم عدولی کرنا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے اور کسی کو فتنہ میں مُبتلا کرنے کا ارادہ کرلے تو اس کو اللہ تعالیٰ سے بچانے کا کوئی اختیار نہیں، ان لوگوں کے دل کو پاک رکھنے کا اللہ تعالیٰ کا کوئی ارادہ نہیں اُن کے لئے دُنیا میں بھی رسوائی اور ذلت ہے اور آخرت میں بھی اُن کے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔(۴۱)

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ شَیْـًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۴۲﴾

جاسوسی کرنے والے، جھوٹ کے سننے والے اور حرام کھانے والے ہیں اگر یہ آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں تو آپ چاہیں تو فیصلہ صادر کر دیجئے اور آپ ﷺ کو اختیار ہے انہیں ٹال دو نظر انداز کر دیجئے، اگر آپ اُن کو نظر انداز کر دیں گے تو بھی یہ آپ ﷺ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، ہاں اگر اُن کے درمیان فیصلہ کیا جائے تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے بلاشبہ انصاف کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔(۴۲)

وَكَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۳﴾

اور کیونکر کس طرح وہ آپ کو مُنصف بنائیں گے! جب کہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم تورات میں موجود ہے جس میں باری تعالیٰ کا حکم تحریر لکھا ہوا ہے اس کے بعد بھی یہ حکم ماننے سے بایں ہمہ پھر جاتے ہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ وہ قطعًا ایمان لاتے نہیں! (۴۳)

الفاظ و معانی آیت ۴۱ تا ۴۳

﴿ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ ﴾ نہ مغموم کریں آپ کو لوگ عناد کے سبب جو عجلت کرتے ہیں اپنے تئیں کفر اور گمراہی میں۔ ﴿ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾ منہ سے اپنے، اپنی زبانوں سے، اس آیتِ مبارکہ میں مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے اور یہودیوں کی سازش اور خفیہ مجلسوں کے انعقاد کرنے کے سلسلہ میں آپ کو باخبر کیا گیا کہ آپ

Marfat.com

ﷺ کے پاس آنے والے لوگ منافقین جن کی خصلت کا فرانہ ہے اُن سے دُور رہیے، اُن کی پہلی بُری خصلت کا اظہار یوں کیا گیا کہ ﴿ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ ﴾ جاسوسی کرنے والے ہیں، غلط اور جھوٹ بات سننے کے عادی ہیں سَمّٰع دو معنوں میں مستعمل ہے سننا اور قبول کرنا سماع صیغہ مبالغہ ہے علامہ زمخشری اور بیضاوی نے قبول کرنے کا یہ مفہوم لیا ہے کہ اپنی باطنی خرابیوں کے سبب اپنے مقتدر لوگوں کی جھوٹی اور پُر دروغ باتیں پسند کرتے ہیں اور پھر علم وعمل کی تحقیق کے بغیر ان کی باتوں کو قبول کر لیتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر کشاف)

قرآنِ کریم نے ﴿ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ ﴾ کے الفاظ استعمال کر کے ان منافق یہود کی بُری خصلت بتائی ہے اور ایک اُصول کی طرف اشارہ لطیف کر دیا ہے جاہل لوگوں کو علماء کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل پیرا تو ہونا چاہئے لیکن ناواقفِ علم لوگوں کی غلط اور جھوٹی باتیں سننے کے عادی نہ بن جائیں ﴿ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ﴾ سننے والے ہیں جاسوس ہیں دوسری قوم کے لوگ جو آپ ﷺ کے پاس ابھی تک نہیں آئے، یعنی وہ محض رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جاسوسی کرنے کی خاطر آتے ہیں تا کہ اہم راز کی بات معلوم کریں اور اپنی قوم کے سردار کو اس کی خبر کریں، یہاں ان منافقوں کی دُوسری بُری عادت کا اظہار کیا جا رہا ہے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے ایک دینی مسئلہ دریافت کرنے آئے ہیں لیکن اُن کا مقصد کچھ اور ہے یہ یہودی قوم کے جاسوس ہیں اس سے مراد خیبر کے یہود ہیں مدینہ کے یہود جاسوسی کرتے تھے اور اہلِ خیبر کو خبریں بھیجتے تھے۔

﴿ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ ﴾ بدل دیتے تھے اللہ تعالیٰ کی باتوں کو ﴿ لَمْ تُؤْتَوْهُ ﴾ نہ دیا جائے تم کو وہ۔ ﴿ تُؤْتَوْهُ ﴾ تم کو وہ دیا جائے۔ اِیْتَاءٌ سے مضارع کا صیغہ ہے، جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ فَاحْذَرُوْا ﴾ پس تم اجتناب کرو، بچو حَذَرٌ سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ فَلَنْ تَمْلِكَ ﴾ پس ہرگز تو اختیار نہیں پائے گا۔ مَلَكٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ اَكّٰلُوْنَ ﴾ بہت کھانے والے حرام کے۔ اَكَّالُوْنَ بہت کھانے والے اَكَّالٌ اس کا واحد ہے مبالغہ کا صیغہ ہے قواعد کے مطابق اسم ہے۔ سُحت کے لفظی معانی کسی شے کو جڑ سے کھود کر برباد کرنے کے آتے ہیں مال حرام کو اس لئے سحت کہا جاتا ہے کہ وہ نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو گوشت سُحت سے پیدا ہوا ہے اسے آگ ہی جلائے گی'' دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! سحت کسے کہا جاتا ہے؟ ارشاد ہوا: ''فیصلہ کرتے وقت رشوت طلب کرنا''۔

رشوت ایسے مال کو کہا جاتا ہے جو کسی کا حق تلف کرنے کے لئے اور ناحق کوئی شے خود لینے کے لئے کسی کو دی جائے رشوت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جس کا معاوضہ لینا شرعی طور پر درست نہ ہو، قرآنِ حمید میں اس جگہ لفظ سحت سے مُراد رشوت لی گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت قتادہؒ اور ضحاکؒ اور دیگر آئمہ تفسیر نے اس کی تفسیر رشوت سے کی ہے۔

﴿ وَاِنْ تُعْرِضْ ﴾ اور اگر وہ اعراض کریں گے، تُعْرِض تغافل برتے گا۔ اعراضٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مذکر قواعد کے مطابق ﴿ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ﴾ اور اگر تم فیصلہ کرو اس کے مابین تو فیصلہ انصاف کے ساتھ کرو۔ ﴿ يَتَوَلَّوْنَ ﴾ پھر جاتے ہیں۔ تَوَلّی سے مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ۴۱ تا ۴۳

آیت ۴۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے حبیب! (ﷺ) آپ کا ناصر اور مددگار باری تعالیٰ ہے، منافقین کے اظہارِ کُفر میں عُجلت کرنے سے اور راہِ کفر اختیار کر لینے سے اور دوستی اور باہمی تعلقات اُستوار کرنے سے آپ کبیدہ خاطر اور رنجیدہ نہ ہوں یہ قول وقرار سے تو ایمان کا اقرار کرتے ہیں، ان کی زبان کلمہ تو پڑھتی ہے مگر دل ایمان کے نُور سے دُور ہیں، یہ منافق ہیں یا یہود میں سے ہوں یہ لوگ بد بخت ہیں، اصل ایمان تو قلبؔ کا ایمان ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ یہ یہودی ایسے گمراہ ہیں کہ جُھوٹ سننے کی ان کو عادت ہوگئی ہے، اُن کے دل میں ظُلمات کا اندھیرا چھا گیا ہے۔ حق سے محرومی ان کا مقدّر ہو گیا ہے اس کے علماء جو غلط بیانی سے جھوٹ سناتے ہیں وہ اُنہیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں اس لئے تو آپ ﷺ پر ایمان لانے کی طرف مائل نہیں ہوتے ان میں بُری خصلتیں موجود ہیں۔ جاسوسی اور لگائی بُجھائی ان کا شیوہ ہے۔ حضور ﷺ کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں سنتے کوئی بات ہیں اور جا کر بیان کچھ کرتے ہیں وہ اصل کلمات میں تغیّر اور تبدیلی سے کام لیتے ہیں۔

اس آیت کے شانِ نزول میں بیان یہ کیا گیا کہ خیبر کے ایک شادی شُدہ یہود جُوڑے، مرد اور عورت نے ارتکاب زنا کیا، یہودیوں نے اپنی مقدس کتاب تورات میں ردّوبدل کر ڈالا تھا اور تورات کے کسی حکم پر عمل بھی نہیں کرتے تھے ان احکامات میں سے ایک حکم رجم بھی تھا جو اُن کی کتاب میں شادی شدہ جوڑے زانیوں کے لئے تھا اور ابھی تک موجود ہے، یہودیوں کی یہ پُرانی عادت تھی کہ کبھی اقرباء پروری کی خاطر، کبھی جلال و جمال اور طمع مال کی خاطر لوگوں کی خواہش کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے فتاویٰ خود ترتیب دے دیا کرتے تھے خصوصاً سزاؤں کے معاملے میں یہ عام روش تھی کہ جب کسی بڑے آدمی سے ارتکابِ جُرم ہوتا تو تورات کی سخت سزا کو معمولی سزا میں بدل دیتے چونکہ وہ سزائے رجم سے بچنا چاہتے تھے، اس لئے باہمی طے پایا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں چلتے ہیں اگر آپ ﷺ نے اُن کے غلط طریقہ کار جو اُنہوں نے اپنا رکھا تھا، یعنی کوڑے لگانے اور منہ کالا کرنے کی سزا کا فیصلہ صادر کیا تو تسلیم کر لیں گے اور اگر رجم کا حکم دیا تو نہیں مانیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ کی روایت میں ہے کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے اُن سے دریافت کیا کہ تورات میں رجم کے بارے میں کیا حُکم ہے انہوں نے کہا کہ تورات میں زنا کی سزا کوڑے مارنا اور ذلیل ورُسوا کرنا ہے عبداللہ بن سلام نے برملا کہا کہ ''تم جھوٹ کہتے ہو'' تورات میں رجم کا حُکم آیا ہے، تورات لانے کو کہا گیا وہ تورات لا کر پڑھنے لگے تو جہاں آیت رجم تھی وہاں ہاتھ رکھ کر آگے کی آیت پڑھ دی گئی حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ ہاتھ اُٹھایا جائے ہاتھ اُٹھایا گیا تو وہاں آیت رجم تھی چنانچہ انہیں اقرار اور اعتراف کرنا پڑا کہ محمد رسول اللہ (ﷺ) سچ فرماتے ہیں ''تورات میں آیت رجم موجود ہے دونوں زانیوں کو سنگسار کر دیا گیا'' (بحوالہ صحیحین اور کتب حدیث)

اللہ تعالیٰ جب کسی کو گمراہی کی طرف راغب کرنا چاہتا ہے اور فتنہ فساد میں مبتلا کر دیتا ہے تو اے حبیب (ﷺ) آپ بھی اُن کے لئے کچھ نہیں کر سکتے یہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاکیزہ رکھنے کا اللہ تعالیٰ کبھی ارادہ بھی نہیں کرتا ایسے گمراہ لوگوں کے لئے دنیا میں رُسوائی وذلّت اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

Marfat.com

آیت ۴۲ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ صریحاً جھوٹ سننے والے اور حرام مال کے کھانے والے اگر آپ کے پاس اپنے معاملات اور مقدمات لے کر حاضر ہوں تو آپ کو اس بات کا اختیار ہے کہ چاہے فیصلہ کیجئے یا انہیں نظر انداز کیجئے! فیصلہ کرتے وقت انصاف کے تقاضے کو مدِّ نظر رکھنے کا حکم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور اکابرین کا قول ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو یہ اختیار شروع میں تھا اور جب اسلام کا تسلط غالب آیا تو ارشاد ہوا کہ اَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ان کے نزاع کا فیصلہ قانون شریعت کے مطابق کیا جائے قرآن مجید میں بار بار بیان ہوا ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی ظالم اور سفاک کیوں نہ ہو اور فیصلہ کرو تو ٹھیک ٹھیک عدل کے ساتھ کیا کرو کیونکہ باری تعالیٰ عدل اور انصاف سے کام لینے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آیت ۴۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ یہ یہود توراۃ کی کتاب کو آسمانی کتاب تسلیم کرتے ہیں اور اس کے فیصلہ پر بھی عمل نہیں کرتے، حُکم عُدولی کرتے، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ اُن کا ایمان نہ تو احکامات تورات پر ہے اور نہ آپ (ﷺ) اور قرآن حمید پر۔ تورات اور انجیل کے وصف بیان کرنے کے بعد واضح کیا گیا کہ یہ کیسی مقتدر کتاب اور اس میں کیسے علوم ہدایت کا خزینہ ہے۔ لیکن ان لوگوں نے بے قدری کی اور آج کیفیت، حقیقت یہ ہے کہ اصل مطلب اور شے کا پتہ قدرے مشکل ہو گیا ہے یہ شانِ کریمی کا اعجاز ہے کہ ربّ کی رحمت کاملہ سے کتاب رشد و ہدایت قرآن مجید، فرقان حمید نازل ہوا جو ان سابقہ کتابوں کی تصدیق اور اصل مطالب کی حفاظت کرتا ہے۔

آیت ۴۱ تا ۴۳ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

اِن آیاتِ مُبارکہ میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے اور تلقینِ عمل یہ ہے کہ ربّ آپ ﷺ کا ناصر و حامی ہے آپ ﷺ اُن لوگوں کی باتوں کی قطعی فکر نہ کریں جو کفر میں سبقت کر رہے ہیں مُنافق کا تو شیوہ عمل یہی ہے کہ غلط کلام کرنے اور سماعت کرنے کے عادی ہیں اصل بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اہلِ کفر اور شرک کے ایمان قبول نہ کرنے پر اور ہدایت کی راہ اپنانے پر قدرے تردّد اور قلق ہوتا تھا، اس لئے باری تعالیٰ غم نہ کرنے کی ہدایت فرما رہا ہے بتایا جا رہا ہے مُنافق کے لئے دُنیا میں بڑی ذِلت اور تذلیل ہے اور آخرت میں ان کے لئے سزا بڑی کڑی اور سخت ہے وہ کان لگا کر دروغ سننے کے عادی ہیں اور خوب حرام کھانے والے ہیں۔ اے محمد ﷺ! اگر آپ اُن سے نالاں رہو، گریزپا رہو، منہ پھیرو گے تب بھی یہ ہرگز آپ ﷺ کو کوئی ضرر نہیں دے سکتے ان کے مَابَین فیصلہ عدل کے تقاضوں کے مطابق کیا جائے اللہ تعالیٰ تو عدل کرنے والوں کو عزیز رکھتا ہے ان کی کیفیّت احوال تو یہ ہے کہ فی الحقیقت یہ ایمان و یقین والے ہی نہیں، مسلمانوں کو تنبیہ کیا جا رہا ہے کہ تم یہودیوں کے طریقِ عمل سے اِجتناب کرو اور ہر معاملہ میں کتاب اللہ کے مُطابق فیصلہ صادر کرو۔

Marfat.com

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ ‌ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ‌ ‌ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ۝۴۴

بے شک! ہم نے تورات نازل کی، اس میں ہدایت اور نور ہے، اسی کے مطابق یہود کو حُکم دیتے تھے جو ہمارے اطاعت گزار تھے اہل اللہ، علماء اللہ کی اسی کتاب کے حُکم کو ماننے کے پابند بتائے گئے اس لئے کہ یہ تمام کے تمام اللہ کی کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور ہم نے یہ حُکم دیا کہ پس تم کو انسانوں سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں، صرف مجھ سے ڈرا کرو! اور مول اور دام لگا کر نہ فروخت کرو میری آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر اور جو اس فیصلہ اور حُکم کو تسلیم نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ (۴۴)

وَكَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيۡهَاۤ اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ ۙ وَالۡعَيۡنَ بِالۡعَيۡنِ وَالۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَالۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ‌ ؕ فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ‌ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝۴۵

اور ہم نے یہود کے لئے تورات میں یہ حُکم نازل کر دیا تھا جان کے بدلے جان، آنکھ کے عوض آنکھ، ناک کے بدلے ناک، اور دانت کے عوض دانت، اور تمام زخموں کے لئے برابر کا بدلہ (قصاص) پھر جو شخص اس کو معاف کر دے، بدلہ تو یہ معافی کفّارہ ہے اُس کے گناہوں کا اور جو کوئی اس پر عمل پیرا نہ ہو اور تصدیقِ عمل سے انکاری ہو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔ (۴۵)

وَقَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ‌ ۖ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝۴۶

اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے اُن کے نشانِ قدم پر بھیجا مریم کے فرزند عیسیٰ (علیہ السلام) کو، جو اپنے سے قبل کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے: اور ہم نے انہیں ہدایت اور نور سے بھری ہوئی انجیل مرحمت فرمائی، وہ بھی تورات میں جو کچھ اس وقت موجود تھا اس کی تعلیم کو سچ سچ ثابت کرتی تھی یعنی تورات اور یہ انجیل، ہدایت اور نصیحت تھی پرہیز گاروں کے لئے۔ (۴۶)

الفاظ و معانی آیت ۴۴ تا ۴۶

﴿ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ ﴾ بلاشبہ ہم نے اتاری (بھیجی) تورات اس میں ہدایت اور نور ہے۔ نور کا مفہوم ہے جو تاریکی اور اندھیروں سے دور کر دے۔ بتایا جا رہا ہے ہم نے اپنی کتاب تورات نازل کی جس میں حق پانے کے لئے رہنمائی اور ایک خاص روشنی (نور تھا۔ اس میں بنی اسرائیل کے لئے اصولِ ہدایت کا ذکر ہے جس میں ایک خاص نور بھی موجود ہے جو روحانی انداز میں اُن کے دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

﴿ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ ﴾ حُکم دیا کرتے تھے اُن کے مطابق، پیغمبر جو فرمانبردار (مسلم تھے اُن کے لئے جو یہودی بن گئے۔ مفہوم یہ ہے کہ گویا تورات کو اس کے لئے نازل کیا گیا کہ جب

تک اس کی شریعت کو منسوخ نہ کیا جائے اس وقت تک آنے والے پیغمبر، اُن کے نائب اور اہل اللہ اور علماء وفقہا اسی تورات کی ہدایت کے مطابق فیصلے صادر کیا کریں، ان میں انبیاء کے نائبین کا ذکر کرتے ہوئے ﴿ وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ ﴾ کہا گیا ربّانی ❶ اللہ والے، اہلِ علم، علماء، مشائخ، ﴿ الْاَحْبَارُ ﴾ ❷ اس کا واحد حبر ہے یہود کے زبانی محاورہ کے مطابق حبر سے مراد عالم ہے اگرچہ یہ بات عیاں ہے کہ اللہ والا ہونے کی صفت یہی ہے کہ باری تعالیٰ کے ضروری احکامات کی تعمیل، فرمانبرداری اور عمل کے بغیر کوئی اللہ والا، کہلانے کا مستحق نہیں اگر کوئی علم کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص نہیں رکھتا تو اس کا شمار عالم میں نہیں کیا جائے گا۔

﴿ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰہِ وَکَانُوْا عَلَیْہِ شُھَدَآءَ ﴾ اس لئے کہ محافظ ونگہبان بنائے گئے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے اور وہ تھے اس پر گواہ ونگہداشت کرنے والے، بتایا جارہا ہے کہ یہ انبیاء اور نائبین، مشائخ، علماء تورات کے احکام بتانے کے پابند اس لئے تھے کہ حق تعالیٰ نے تورات کی محافظت کی ذمہ داری ان کے سپرد کردی تھی اور اس کی حفاظت کا پیمانِ وفا بھی انہوں نے کیا تھا۔

﴿ اسْتُحْفِظُوْا ﴾ کا لفظ اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ تورات کی محافظت کی کُلّی ذمہ داری، حق سبحانہٗ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے علماء اور فضلاء کو دی تھی لیکن توحیدِ حق کو اپنانے کی ان میں صلاحیت باقی نہ رہی اگر وہ اپنی ذمہ داری کو بہ طریقِ احسن بجالاتے تو تورات ردّوبدل اور تحریف سے قطعی محفوظ رہتی لیکن جب اہلِ علم، عبادت گزاروں، عابدوں پر جمال وشوکت اور دنیاو جاہت کا غلبہ غالب ہوگیا تو انہوں نے اپنی انا کی تسکین کی خاطر اس میں تبدیلی کردی، تورات میں بڑی وضاحت کے ساتھ، خاتم النبیین ﷺ کے جلوہ فگن ہونے کی بشارت اور اہلِ یہود کو ایمان لانے کی تلقین کی تھی لیکن حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کے بجائے آپ ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے اس پر تنبیہ کرنے کی خاطر دورِ جدید کے یہود کو بتایا گیا۔

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ

پس مت ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور حکم میں اخفا اور خیانت مت کرو اور میری آیات کو معاوضہ لے کر بیچنا چھوڑ دو۔

یہاں وضاحت طلب امر یہ ہے کہ مسلمانوں کو متنبہ کیا جارہا ہے کہ علماء یہود کی طرح اہلِ ثروت اور بادشاہوں کا خوف دل میں طاری کرکے قرآن الحکیم کے معانی ومفاہیم میں تم بھی متاعِ قلیل لے کر ہیرا پھیری شروع نہ کردینا اللہ تعالیٰ نے اپنی گرفت کرلی اور پکڑ لیا تو کوئی ایسا نہیں جو عذاب الٰہی سے چھڑا سکے، اگر اللہ جل جلالہٗ کی نگاہِ لطف وعنایت سے محروم ہوئے تو یہ گیتی کائنات تمہارے لئے تنگ وتاریک ہوجائے گی اور جہاں میں کہیں امان نہ مل پائے گی۔

﴿ وَکَتَبْنَا عَلَیْھِمْ فِیْھَآ ﴾ اور ہم نے لکھ دیا ہے اُن پر، اور ہم نے تورات میں یہ حکم قصاص تحریر کردیا تھا۔

﴿ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ﴾ یہ کہ جان کے بدلے جان! تورات میں طرح طرح کی تبدیلی رونما ہوئی لیکن آج بھی یہ حکم یہود کی کتاب میں موجود ہے جو قرآن کی حقانیت اور تصدیق کا بیّن ثبوت ہے۔ ﴿ اَلنَّفْسَ ﴾ جان، اس سے مراد فرد ہے قواعد کے مطابق اسم مفرد ہے۔

وَقَفَّیْنَا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ التَّوْرٰۃِ

❶ ..... ربّانی سے مراد ایسے لوگ جنہیں علم کے ساتھ ساتھ "کیفیاتِ قلبی" بھی مل جائیں۔

❷ ..... احبار سے مراد ایسے افراد ہیں جنہوں نے اکتسابِ علم کیا اس پر کلی عمل کیا اور علم کی ترویج کی اور اس میں مصروف رہے، ہر صوفی عالم ہوتا ہے بغیر علم کے وہ چل نہیں سکتا ہر صوفی عالم ہوتا ہے مگر ہر عالم صوفی نہیں ہوتا" (بحوالہ اسرار التنزیل از مولانا محمد اکرم اعوان)

Marfat.com

اور ہم نے بعدہ بھیجا اُن کے نقشِ قدم پر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے۔

﴿ اٰثَارِھِمْ ﴾ ان کے نشانات / نقشِ قدم / اُن کے پیچھے پیچھے، آثار قواعد کے مطابق مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ توراۃ، انجیل کی تصدیق کرتی ہے اور انجیل توراۃ کی تصدیق کرتی ہے۔ ﴿ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ﴾ اور ہم نے اتاری انجیل اس میں ہدایت اور نُور ہے۔

حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی نبوّت کا سلسلہ جاری وساری رہا اور مختلف زمانوں میں انبیاء آتے رہے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اُنہوں نے تصدیق کی توراۃ کی، اُنہیں انجیل عطا کی گئی وہ بھی مثلِ تورات سراپا ہدایت اور نُور تھی۔ ﴿ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴾ اور یہ انجیل بھی سراپا ہدایتِ عمل تھی، اہلِ تقوٰی کے لئے۔ اُس کو یوں سمجھئے جس طرح تورات، اُس وقت لوگوں کے لئے باعثِ ہدایت تھی بعینہٖ انجیل کے نازل ہونے کے بعد اب انجیل کو بھی حیثیت مل گئی، اس کے بعد قرآنِ مجید جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تو تورات، انجیل اور دیگر صحیفہ آسمانی پر عمل متروک اور منسوخ ہو گیا اور اب رَبِّ جلیل نے آسمانی کتابوں کا سلسلہ بند کر دیا اور صرف اور صرف قرآنِ مجید ہی نظامِ عمل اور راہِ نجات پانے کا واحد ذریعہ ہے اچھی طرح جان لیجئے اب قرآن پر ایمان لائے اور حضرت محمد ﷺ کی نبوّت ورسالت کو مانے بغیر نجات ممکن ہی نہیں۔

تشریح وتوضیحات آیت ۴۴ تا ۴۶

آیت ۴۴ میں اظہارِ بیان ہے کہ ہم نے اپنی کتاب تورات اُتاری جس میں حق کی سمت رہنمائی اور ایک خاص نُور تھا اس میں بنی اسرائیل کے لئے اصولِ ہدایت کا تذکرہ ہے اور ایک خاص علامت نُور بھی، جو روحانی طور پر اُن کے دلوں پر اثر کرتی ہے، جو روح کو تڑپانے والی اور قلب کو گرمانے والی ہے گویا کمالاتِ ہدایت اور نُور کا مجموعہ تھی۔ ہدایت کا مفہوم یہ ہے کہ زِیست کے سامان کرنے کا وہ طریقہ / زندگی گذارنے کا وہ سلیقہ جو رَبِّ جلیل کو پسند ہو جس کو کرنے کا حکم صادر ہوا۔ نُور تو روشنی کو کہتے ہیں مگر حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ اس کا مفہوم ایسی کیفیات اور برکات ہیں جس سے خُلوص دل وجان اور قُربِ الٰہی کی منزل ملتی ہے میرے ذہن میں حدیث کا وہ مفہوم پیشِ نظر ہے کہ اگر صحابی نے ایک مٹھی جو خیرات کی ہے اور مابعدہٗ آنے والا اُحد کے پہاڑ کے مساوی بھی سونا خیرات کرے اس کے اَجر کو نہیں پا سکتا، جس شخص کو فیضِ صحبت اور جمالِ دیدار سرکارِ دوعالم ﷺ نصیب ہو جائے اس کا کیا کہنا۔

راہِ نجات پانے کے لئے تو تعلیمات کو دل وجان سے تسلیم کرنا اور اس پر یقین اور عمل لازمی ہے اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول یکے بعد دیگرے آتے رہے اور کتاب سے رہنمائی پاتے رہے اور فیصلے کرتے رہے تورات کی محافظت کا ان کو ذمہ دار قرار دیا گیا اور جب تک علماء اور فقہاء نے اپنی ذمہ داری کا پاس رکھا تو توراۃ محفوظ رہی، مگر جب دنیا پرست اور علماءِ سوء نے اس پر عمل نہ کیا اور اپنی طمع اور لالچ کی خاطر تغیّر وتبدیلی کر ڈالی اور اس میں تحریف کر دی حالانکہ توراۃ میں بڑی وضاحت کے ساتھ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے جلوہ فگن ہونے کی بشارت موجود ہے اور اہلِ یہود کو محمد ﷺ پر ایمان لانے کی تلقین کی تھی لیکن یہود نے ستم بالائے ستم یہ کیا کہ حضرت محمد ﷺ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے وہ لوگ حُبِّ مال اور طلبِ جاہ وجلال میں مُبتلا ہوئے اور حضرت محمد ﷺ کو رسول برحق ماننے کے باوجود آپ کی پیروی سے گھبراتے رہے۔

تنبیہ کے طور پر وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ احکامِ باری تعالیٰ کو پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

تعذیب اور انتقام سے ڈرتے رہو لوگوں سے خوف زدہ ہونے کی قطعی ضرورت نہیں جو لوگ اللہ جل جلالہ کی آیات سستے مول فروخت کرتے ہیں، جو لوگ آیات اللہ پر عمل کرنا واجب نہیں سمجھتے اس کے مطابق فیصلہ صادر نہیں کرتے اس کے احکامات کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں وہ کافر بھی ہیں اور منکر بھی اور ایسے ہی لوگوں کی سزا، دائمی عذاب دوزخ ہے۔

آیت ۴۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ تورات میں باری تعالیٰ نے اہلِ یہود کے لئے تحریر کر دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان، آنکھ کے عوض آنکھ، ناک کے بدلے ناک، اور کان کے عوض کان، اور دانت کا بدلہ دندان توڑنا، اور اگر زخم لگ جائے تو زخموں کا قصاص زخم لگا کر لیا جائے اور یہ بات ہے کہ اگر کوئی معاف کرنا چاہے تو یہ بات قصاص کی ہوئی معافی دی جاسکتی ہے اور معاف کر دینے والے کا یہ طرزِ عمل خود اس کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ❶ حق تعالیٰ اسے معاف فرمائیں گے۔ یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف فیصلہ کرے وہ بہت ہی ظالم ہے۔ تورات میں تحریف اور ردّ و بدل کے باوجود آج بھی یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ اگر وہ اس صدمہ سے مر جائے تو جان کے بدلہ میں جان لی جائے اور آنکھ کے بدلہ میں آنکھ، دانت کے بدلے میں دانت، ہاتھوں کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلایا جائے، زخم کے بدلے زخمی کیا جائے اور چوٹ کے بدلے چوٹ۔ (بحوالہ خروج ۲۱: ۲۳: ۲۵ کتاب التورات باب ۲۱ آیت ۲۳ تا ۲۵)

آیت ۴۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو مبعوث کیا، اُن کا عالم وجود میں آنا معجزہ، آغوش مادر میں بات کرنا معجزہ اور دعوتِ الی اللہ دینا معجزہ اور اُنہیں کتاب انجیل مرحمت فرمائی گئی اور وہ اپنے سے پہلی کتاب تورات کی بھی تصدیق کرنے والی ہے، انجیل کا نزول، ان تمام خبروں کی تصدیق اور صداقت اور حضرت محمد ﷺ کے مبعوث ہونے کی پیش گوئی ہے بعثت نبوی ﷺ کا تذکرہ تورات میں مذکور ہے۔

سابقہ انبیاء علیہم السلام کے فوری بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا جو پہلے سے آئی ہوئی رُبھیجی گئی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے، اس کو جھٹلانے والے نہیں! یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے سچے اور صادق رسول ہیں اس کے باوجود بھی یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت کی۔

سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسی نئے مذہب کا پیغام نہیں دیا بلکہ وہی ایک دین جو تمام سابقہ انبیاء کا دین تھا اور اسی کی طرف وہ دعوت دیا کرتے تھے تورات کی درست صورت میں تعلیمات میں سے جو کچھ اُن کے دور میں محفوظ تھا اس کو وہ خود تسلیم کرتے رہتے تھے اور انجیل بھی اُس کی تصدیق کرتی تھی۔ (بحوالہ متی باب پنجم آیت ۱۷۔ ۱۸)

قرآنِ حمید اس حقیقت کا اظہار کئی بار کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جتنے پیغمبر دنیا میں بھیجے گئے ان میں سے کوئی گذشتہ انبیاء کی تردید کو اور ان کے کام پیام اور پیغام کو مٹا کر اپنا مذہب چلانے کے لئے ارسل نہیں ہوا تھا بلکہ ہر پیغمبر اپنے سے پہلے پیغمبر کی تصدیق کرنے کا مجاز تھا اور اسی پیام حق کے کام کو فروغ دینے کا داعی تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر کتاب پہلے نزول کردہ کتابوں کی مصدق تھی اور پرہیز گاروں کو ہدایت اور نصیحت کی راہ کھول کر بتاتی تھی جو سراپا نصیحت تھی۔

---

❶ ...... رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''من جرح فی جسده جراحة فتصدق بها كفر عنه ذنوبه بمثل ماتصدق به ''جس کے جسم میں کوئی زخم لگایا گیا اس نے معاف کر دیا تو جس درجہ کی یہ معافی ہوگی اس قدر اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ الحدیث

Marfat.com

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤٧﴾

اور اہل انجیل ضرور فیصلہ کیا کریں اس کے مطابق / اسی کے مطابق حکم دیا کریں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے انجیل میں اور جو لوگ اس کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق / بدکار ہیں۔ (۴۷)

وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ آتَاكُمْ ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾

اور اے محبوب! (ﷺ) ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب (قرآن) حق کے ساتھ نازل کی ہے جو سچائی کے ساتھ تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے / سابقہ کتابوں کی اور قرآن ان سب کتابوں کا محافظ ہے تو بس اب ان کے مابین آپس کے معاملات میں اسی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکم دیجئے! اور اُن کی خواہشات کی اتباع نہ کریں اس کھلی ہوئی سیدھی راہ کو چھوڑ کر جو آپ ﷺ کے پاس آئی ہے، تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے شریعت اور راہِ عمل کا دستور بنا دیا ہے اور اگر باری تعالیٰ چاہتا، تو تم سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا، لیکن وہ تمہیں آزمانا چاہتا ہے جو کچھ دیا ہے اس میں سے، تم نیکیوں کی سمت آگے بڑھنے کی کوشش کرو، تم سب کو اللہ تعالیٰ کی ہی طرف رجوع ہونا ہے پھر وہ تمہیں آگاہ کرے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو۔ (۴۸)

وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَآ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿٤٩﴾

اور اے حبیب! ﷺ آپ اُن کے معاملات میں فیصلہ صادر کریں اس کتاب کے حکم کے مطابق جو باری تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل فرمائی ہے اور اُن کی خواہشات پر نہ چلئے، اُن سے دامن بچاتے رہئے / ہوشیار رہئے کہیں وہ لغزش میں مُبتلا نہ کر دیں / بہکا نہ دیں کسی ایسے حکم سے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اچھی طرح جان جایئے! اللہ تعالیٰ نے اُن کے بعض گناہوں کے سبب اُن کو مُبتلائے مُصیبت رکھا ہے بے شک اکثر لوگ نافرمان / بے حکم ہوتے ہیں۔ (۴۹)

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾

تو کیا وہ دورِ جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کس کا فیصلہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے۔ (۵۰)

الفاظ و معانی آیت ۴۷ تا ۵۰

﴿ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ ﴾ اور چاہئے کہ ضرور حکم کریں اہلِ انجیل یعنی اس کے عالم۔ ﴿ بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ ﴾ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا حکم اُن پر، حکم اُن پر اس وقت منسوخ نہیں ہوا تھا۔ ﴿ مَن لَّمْ يَحْكُم ﴾ اور جس نے حکم / فیصلہ نہ مانا، یاد رہے

کہ نصاریٰ نے احکام سے عدول/انکار کیا، موجودہ انجیل کی تعداد لوگ چار بتاتے ہیں اور بہت سی باتیں لوگوں نے اپنی طرف سے شامل کر رکھی ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کا کلام اس میں موجود ہے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بہت سے قول ''ملفوظات'' اور ارشادات کو اکثر لوگوں نے کتابی شکل دے کر اس کی ترتیب یوں کروائی ہے انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا، ان چار کتابوں کو عیسائی مانتے ہیں باقی کتابیں انجیل مانی، انجیل مرقیوں اور انجیل برنباس کو نہیں مانتے حالانکہ انجیل برنباس تو بڑی حد تک قرآن کے مطابق ہے لیکن بہت سے عیسائی عالم اس کو بھی نہیں مانتے۔ (بحوالہ تشریح القرآن مولانا عبدالکریم پاریکھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نبوت تک اہلِ انجیل کو یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا، سرکارِ دو عالم کی بعثت کے بعد، سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام کا دورِ نبوت بھی اختتام پذیر ہوا تھا اور انجیل پر پیروی کا حکم بھی منسوخ ہوا، اب اہلِ ایمان اس کو ہی مانا جائے گا جو حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر صدقِ دل سے ایمان لائے اور قرآنِ حمید کے احکامات پر عمل پیرا رہے۔

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ ﴾ اور نازل کیا ہم نے قرآن، درستگی اور راستی کے ساتھ، گویا مفہوم یہ ہے کہ تورات اور انجیل کے بعد قرآن کا نزول ہوا حق کے ساتھ، حق کیا ہے! اس کا معنیٰ اور مفہوم علامہ قرطبیؒ نے ''الحجۃ الغالیۃ'' میں تحریر کیا ہے ''اس کتاب میں ایسی دلیلیں بیان کی گئی ہیں جن کا کوئی جواب نہیں۔''

''حق'' کے معنی کی تشریح میں علامہ راغب اصفہانی رقمطراز ہیں ''کوئی قول اور فعل اس وقت حق کہلایا جاتا ہے جب کہ وہ اس طرح پایا جائے جیسے چاہئے، اس انداز سے پایا جائے جتنا مناسب ہو، اس وقت پایا جائے جب کہ اس کی ضرورت ہو۔''
(بحوالہ مفردات)

﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ ﴾ اس حال پر کہ وہ مطابق ہے اس سے پہلے کتابیں جو نازل ہوئیں اس کی، اور یہ قرآن محافظ ہے۔ ﴿ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ ﴾ اور نگہبانی ہے اس پر، مُھَیمِن کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ مثلاً محافظ، نگراں، شاہد اور امین، نگہداشت کرنے والا، ھَیْمَنَۃ سے قواعد کے مطابق اسم فاعل واحد مذکر اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے قرآنِ حمید کی صفت بھی مُھَیمِن ہے اس لئے کہ قرآن تمام کُتبِ سماوی کے اصول پر حاوی ہے اور اُن کے علوم معارف کی جنہیں لوگوں نے فراموش کر دیا تھا حفاظت کرنے والا ہے۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

قرآن حکیم نگہبان ہے کتابوں پر تغیر تبدیل سے اُن کی محافظت کرتا ہے وہ جو کچھ تغیر کرتے ہیں قرآن سے اس صداقت کی تصدیق ہو جاتی ہے گویا ''قرآن پہلی کتابوں کی صحت پر گواہ ہے۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

''قرآن کُتب سماوی کا رقیب اور نگراں ہے موجودہ تحریف شدہ آسمانی کتابوں پر حق کی کتنی مقدار جوں کی توں موجود ہے قرآن اس بات پر گواہ ہے کہ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں پر نازل فرمائی تھیں''۔ (بحوالہ ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

تورات اور انجیل کے بعد قرآن کا نزول ہوا، قرآن کیا ہے حکمت سے پُر کتاب ہے چنانچہ سورۂ یٰسین پارہ وَ مَن یقنت (۲۲) میں ارشادِ ربانی ہے۔ ﴿ یٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۙ ﴾ یٰسین ○ قسم ہے قرآن کی جو حکمت والا ہے۔ بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

﴿ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ اور نگہبان ہے اس پر یہ کہہ کر اس مقام پر قرآنِ مجید کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

اوّل...... اس کی خوبی یہ ہے کہ قرآن کا نزول حق کے ساتھ ہوا۔

دوئم...... خوبی یہ ہے کہ یہ سابقہ پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔

سوئم...... خوبی یہ ہے کہ قرآن اُن کُتب پر شاہد/محافظت کرنے والا بن کر آیا ہے، گویا قرآن تورات اور انجیل کا بھی محافظ ہے۔

﴿ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ﴾ اور پیروی نہ کرو اُن کی خواہشوں اور آرزوں کی، یہ بات جان جایئے اگر کسی بات سے روکا جائے/منع کیا جائے تو اس کا ہمیشہ یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ مخاطب اس کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کو منع کردیا گیا بلکہ رہ کنے کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کام سے مجتنب/دُور رہے/باز رہے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کی تعمیل سے منع کرنے کا قطعی یہ مفہوم نہیں، معاذ اللہ معاذ اللہ! کہ آپ ﷺ کو اُن کی پیروی کرنے کا خیال آیا، اس لئے منع کرنا پڑا بلکہ ماحصل مدّعا یہ تھا کہ جیسے پہلے آپ احکامات باری تعالیٰ کی اتباع کرتے رہے تھے ان کی خواہشاتِ نفس کی تکمیل کا وَاہمہ تک کا احساس نہ ہوا حکم یہ ملا کہ اسی طرح مستقبل میں بھی ہمت واستقلال کے ساتھ احکاماتِ ربِّ جلیل کی اطاعت کرتے جایئے۔

﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴾ ہر گروہ/طبقہ کے لئے ہم نے ایک خاص شریعت مقرر کی ہے اور خاص طریق عمل کی وضاحت کی ہے البتہ اصول مشترکہ اور متفق یا رائے کے فروعی معاملات میں کچھ اختلافِ رائے بمصلحت ضرور ہوتے ہیں شــرعۃ یعنی شریعت کے لغوی معنی یہ ہیں کہ ایسا راستہ جو پانی کی طرف لے جاتا ہو جو نجاتِ دارین کی طرف رہنمائی کی راہ دکھاتا ہو۔ شِـرْعۃ، دستور شریعت، امام راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے کہ شرع کے معنی صاف اور کشادہ راستہ، اصل میں مصدر ہے پھر اسے طریق واضح کے معنی میں بطورِ اسم استعمال کیا گیا ہے اور شَــرَع، اُس نے راہ ڈالی، شرع سے ماضی واحد مذکر غائب، "شَــرِع، شَــرَع اور شــریعۃ" تینوں طرح کہا گیا ہے۔ راہِ خداوندی کے لئے بطورِ استعارہ استعمال کیا گیا یہاں شرعۃ، راہ خداوندی سے "راہِ فطرت" کی طرف اشارہ ہے جسے اختیار کرنے سے ہر انسان طبعاً مجبور ہے کیونکہ اس سے انسانوں کی مصالح اور بستیوں کی آبادی وابستہ ہے اور اس دین کی طرف اشارہ ہے جسے اپنے ارادہ و اختیار سے قبول کرنے کے لئے اللہ ﷻ کی طرف سے مامور ہے"۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ مِنْهَاجًا ﴾ منہاج صاف، کشادہ راستہ، حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ شرعاً وہ احکام ہیں جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں اور منہاج وہ سنت رسول اللہ ﷺ سے سمجھے گئے چنانچہ "شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ" میں اُن اصول کی طرف اشارہ ہے جن میں تمام مذاہب آسمانی متفق ہیں اور ان میں نسخ واقع نہیں ہوتا مثال کے طور پر معرفتِ خداوندی ایمان بالرسل، ایمان بالکتب، روزِ قیامت کا یقین۔ (بحوالہ مفردات امام راغب اصفہانیؒ)

چنانچہ سورۃ شوریٰ (۱۳) پارہ الیہ یُرَدُّ پارہ ۲۵ میں ارشادِ ربی ہے:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ

Marfat.com

وَمُوۡسٰى وَعِيۡسٰٓى اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ ؕ

"مقرر کیا ہے تمہارے لئے وہ دین جس کی وصیت کی نوح علیہ السلام کو اے پیغمبر جس کی وحی بھیجی آپ کی طرف اور جس کی وصیت کی ہم نے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، اور عیسیٰ علیہ السلام کو، کہا یہ کہ دین قائم کرو اور اس میں اختلاف نہ ڈالو۔"

اس آیتِ مبارکہ میں انہیں بُنیادی عقائد، کلیات اور اُصول کی طرف اشارہ ہے اِن جُزوی یا فروعی مسائل کی طرف جو مختلف شریعتوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ لَجَعَلَكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ البتہ کر دیا سب کو ایک اُمّت، اب شرعہ اور منہاج جو ہر اُمّت کو الگ الگ دی گئی ہے کیا وہ ایک ہی اُمّت ہیں؟ یا مختلف ہیں، حافظ ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں "حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے شرعہ کے معنی سبیل یا راستہ ہیں" اور منہاج کے سُنّۃ، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، قتادہ، ضحاک وغیرہ کا یہی قول ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک اصول کلیہ اور ضابطہ کی طرح فروعی اختلاف نہ پایا جاتا تو کتنا اچھا ہوتا! دین میں مختلف نوع کی گروہ بندی ختم ہو جاتیں۔ بُنیادی عقائد و کُلّیات میں یکسانیت کے باوجود فروعات میں یہ اختلاف عین حکمت ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

یہاں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان ہو رہی ہے کہ اگر ربِّ جلیل چاہتا تو لازماً ہر ایک کو اسلام کا پابند بنا دیتا اور کسی میں ہمت نہ ہوتی کہ انکار کرتا لیکن اس لئے ایسا نہیں کیا گیا تا کہ لوگوں کی آزمائش کی جائے ان کا امتحان لیا جائے، کوئی ویسے اختیار کو بروئے کار لا کر دعوت "دینِ حق" قبول کرتا ہے اور کون ہے جو جان بوجھ کر اعراض اور اعتراض کرتا ہے۔ (بحوالہ تفسیر علامہ بیضاویؒ)

﴿ لِيَبۡلُوَكُمۡ ﴾ تا کہ تمہاری آزمائش کرے، یَبۡلُوۡ بَلَاءٌ قواعد کے مطابق مضارع واحد مذکر غائب۔

﴿ اٰتٰىكُمۡ فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ ؕ ﴾ جو دی گئی تمہیں تو نیک کاموں میں پہل رسبقت کرو، کس قدر مستحکم بات ہے باہمی اختلاف اور جھگڑے میں اُلجھنے کی چنداں ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کے آخری دین "الکتاب" قرآن مجید اور خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لاؤ اور نیکی کے کاموں میں دوسروں سے سبقت اور بازی لے جانے کی کوشش میں ہمہ تن مصروفِ عمل رہو جیسے کہ ارشاد ہوا وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى، نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد چاہو رمعاونت کرو۔

﴿ بِمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴾ جس بات میں تم جھگڑتے تھے وہ اُمورِ دین اور شریعت ہیں۔ "تَخۡتَلِفُوۡنَ" تم اختلاف کرتے ہو، اِخۡتِلَافٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ﴿ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ ﴾ اور ڈرو اس بات سے کہیں کوئی تمہیں برگشتہ نہ کر دے ربہکا نہ دیں آپ کو۔ ﴿ يَفۡتِنُوۡا ﴾ وہ بہکائیں، فتنون سے مضارع جمع مذکر غائب منصوب قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ اَنۡ يُّصِيۡبَهُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِهِمۡ ﴾ اور یہ کہ پہنچائے انہیں عقوبت، یہ سب اُن کے بعض گناہوں کے سبب دنیا میں اور باقی عقبیٰ میں۔ ذُنُوۡبُ اس کا واحد ذَنۡب ہے گناہ۔ ﴿ يَبۡغُوۡنَ ﴾ وہ چاہتے ہیں۔ بَغۡیٌ فعل مصدر وہ طلب کرتے ہیں قواعد کے مطابق مضارع جمع مذکر غائب۔ ﴿ يُوۡقِنُوۡنَ ﴾ وہ یقین رکھتے ہیں، اِيۡقَانٌ سے مضارع جمع مذکر غائب بلحاظ قواعد۔

Marfat.com

تشریح وتوضیحات آیت ۴۷ تا ۵۰

آیت ۴۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اور چاہیۓ اہلِ انجیل کو اُس کا جو باری تعالیٰ نے اُن پر اُتارا ہے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی نبوّت کو تصدیق کرنے کا حکم صادر کریں آپ ﷺ پر جو کتاب ''الکتٰب'' نازل ہوئی ہے وہ فیوض وبرکات اور کیفیات کے لحاظ سے سابقہ نازل کردہ کتابوں سے بڑھ کر ہے جو ابہام اور اوہام، علماء انجیل نے اپنی جانب سے شامل کرلئے ہیں اُن کو یہ عملی طور پر ردّ کرتی ہے جو فیصلہ صادر کریں اس کے مطابق جسے حق تعالیٰ نے نازل کیا ہے در حقیقت وہی لوگ فاسق اور فاجر ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حُکم کے مُطابق فیصلہ نہ کریں۔

آیت ۴۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے کہ یہ کتاب حکمت ودانائی سے پُر ہے یہ پہلی کتابوں کی مصدّق بھی ہے اور تصحیح بھی کرتی ہے یہی وہ کتابِ رُشدوہدایت ہے جو اُن کے مضامین کی نگہبان بھی ہے، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق فیصلے صادر فرمایئے، حق وہی ہے جو حبیب ﷺ پر نازل ہوا اصل دین اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا نام ہے۔ اس لئے آپ (ﷺ) اُن کے باہم معاملات میں ہی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے ساتھ حُکم کیجئے۔ العیاذ باللہ یہود میں کچھ نزاع کی کیفیت تھی چنانچہ اُن کے علماء اور صاحبِ فہم لوگ حضرت محمد ﷺ کی خدمتِ اَقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہود ہمارے دائرۂ اقتدار میں ہیں اگر آپ ہمارے حق میں فیصلہ صادر کردیں تو ہم مسلمان ہونے کو تیار ہیں اور جب ہم مسلمان ہوجائیں تو ہمارے بیشتر لوگ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوجائیں گے رسول اللہ ﷺ نے اُن کی اس خواہش کی تکمیل سے انکار کردیا اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم کا قول ہے ''کہ سیّدنا آدم علیہ السلام کے زمانے سے یہی دستور العمل ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت اور جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آیا اس کا اقرار کرنا، شریعت وطریق ہر اُمّت کا خاصہ ہے۔''

یہ بات تو ہے کہ سابقہ شریعتوں میں کچھ ضروری احکامات اور مسائل ایک دوسرے سے جُداگانہ تھے ایک شریعت کے مطابق بعض اُمور حلال تھے اور دوسری شریعت میں اس کی ممانعت تھی لیکن سب کا دین ''توحید'' پر دائم اور قائم تھا سب کی دعوت ایک ہی تھی اس بات کی تصدیق حدیث مبارکہ کے الفاظ سے یوں ہوجاتی ہے کہ ''نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنبیا اخوۃ لعلات دِیننا واحد'' ہم پیغمبروں کی جماعت علاتی ❶ بھائی ہیں، ہمارا دین ایک ہے۔ (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

رَبِّ جلیل چاہتا تو تم سب کو ایک دین میں شامل کردیتا، لیکن وہ تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیئے ہوئے احکامات کی تکمیل وتعمیل میں تو انجام کار کی فکر کرکے نیکی اور حسنات میں سبقت میں مستعدی دکھلاؤ سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع ہونا ہے اختلافات کی تمام حقیقت وہاں جاکر آشکار ہوجائے گی۔

❶ ...... علاتی بھائی: علاتی بھائی اُن کو کہا جاتا ہے جن کی مائیں تو الگ الگ ہوں باپ ایک ہی ہو۔

Marfat.com

آیت ۴۹ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اُن کے معاملات میں فیصلہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے احکامات کے مطابق کیا جائے اور اُن کی خواہشات کی اتباع نہ کی جائے اس آیتِ مُبارکہ میں مسلمانوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ اہلِ کتاب کا تو یہ عالم ہے کہ احکاماتِ باری تعالیٰ سے یکسر منہ موڑ چکے تھے، بھلا اُنہیں یہ بھی گوارا نہیں کہ آپ راہِ ہدایت اختیار کر و وہ ہر قسم کے شبہات اور گُمان میں مبتلا کر کے دین سے بدظن کرنے کی بھر پور کوشش کریں گے اس آیتِ مُبارکہ میں بتایا جارہا ہے کہ بلاشبہ حق تعالیٰ نے اُن کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو مبتلائے مصیبت رکھنے کا ارادہ کرلیا ہے اگر یہ لوگ اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو ان کو سزا اللہ تعالیٰ ہی دے ڈالے، حقیقت احوال تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

آیت ۵۰ میں بتایا جارہا ہے کہ کیا یہ لوگ پھر سے عہدِ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اب قرآن الحکیم اور اسلام کے سوا، سب جاہلیت ہے حدِیث مُبارکہ میں مذکور ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ثَلَاثَۃٌ مُبْتَغٍ فِی الْاِسْلَامِ سنۃ الْجَاھِلِیَّۃِ وَطَالِبُ دَمِ امْرِیٍٔ بِغَیْرِ حَقٍّ لِیَرِیْقَ دَمَہٗ

''اللہ تبارک وتعالیٰ کو سب سے ناپسندیدہ تین شخص ہیں جو اسلام میں جاہلیت کے طریق کا متلاشی ہو اور ناحق کسی کا خون بہانے کا طلب گار ہو''
(بحوالہ صحیح بخاری کتاب الدیات)

جب کہ اللہ تعالیٰ کے نافذ کردہ احکامات عین عدل وانصاف پر مبنی ہیں، جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں اُن کے لئے رَبّ کے فیصلے سے بہتر بھلا کوئی فیصلہ ہو ہی نہیں سکتا۔

آیت ۴۷ تا ۵۰ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو نویدِ مسرّت دی کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا تذکرہ کرو اُس نے تم میں سے اَنبیاء اور رسول پیدا کئے حقیقت تو یہ ہے کہ ایک لطیف اشارہ ہے ان انعامات، اکرامات اور مُعجزات کی جانب جن سے بنی اسرائیل کو سرفراز کیا تھا، کیسی کیسی نعمتیں عطا ہوئیں، من وسلوٰی اُترا، بادلوں کا سایہ ہوا، فرعون سے راہِ نجات پانے کے لئے دریاؤں میں راستہ بنایا گیا حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد مقام فضیلت اُمّت وسط یعنی اُمّت مُسلمہ کو عطا ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! میرا اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر کچھ اختیار نہیں پس اے میرے رَبّ! تو میرے اور ان نافرمان قوم کے درمیان علیحدگی کردے۔

عین مُمکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں یہ اثر پوشیدہ ہو کہ اب اس بدعہد قوم کی اصلاح اور قیادت کی ذمہ داری سے سبکدوشی کردی جائے، رَبّ تعالیٰ نے یہ درخواست تو منظور نہیں فرمائی اس لئے کہ پیغمبر قوم کے لئے بمنزلہ روح ہوتا ہے لیکن بنی اسرائیل کے ناقدری اور بے یقینی کی سزا یہ دی کہ چالیس سال تک ان کو صحرا گردی کے لئے چھوڑ دیا۔ (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن، مولانا امین احسن اصلاحی)

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ، وہ باہم ایک دُوسرے کے ندیم/ہم راز مددگار ہیں اور تم میں سے جس نے اُن سے دوستی کا دم بھرا سو بے شک وہ اُن ہی میں سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا!۔(۵۱)

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

پس آپ دیکھتے ہیں اُن لوگوں کو کہ جن کے دلوں میں روگِ نفاق ہے دوڑ دوڑ کر/لپک لپک کر ملتے ہیں اور کہا کرتے ہیں یہودی اور نصاریٰ کی سمت اور کہا کرتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم پر افتادِ زمانہ نہ پڑ جائے وہ وقت دُور نہیں، جب اللہ تعالیٰ عطا کرے فتح کامل اور کوئی حکم اپنے پاس سے بھیج دے تا کہ یہ اپنی پوشیدہ تدبیر پر نادم ہونے لگیں۔(۵۲)

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

اور تب ایمان والے برملا کہہ اُٹھیں گے کیا یہی لوگ ہیں جنہوں نے قسمیں اُٹھائی ہیں اور یہ کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اُن کے اعمال اِکارت ہوگئے اور وہ نادار ہوئے سراسر خسارے والے ہوگئے۔(۵۳)

الفاظ ومعانی آیت ۵۱ تا ۵۳

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اے گروہ ایمان والوں کے۔﴿ لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ﴾ نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو اپنا ہمدم، راز داں اور رفیق۔﴿ اَوْلِيَآءَ ﴾ اس کا واحد ولی ہے، ولی ساتھی/دوست کو بھی کہتے ہیں اور "قریب تر" کو بھی اور مددگار کو بھی، چونکہ یہود و نصاریٰ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنِ جان ہیں اس لئے ان سے محبت اور دوستانہ مراسم رکھنے کو منع کیا گیا ہے۔

﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ ﴾ اور جو کوئی تم میں سے اُنہیں اپنا دوست رکھے، اُن کی معاونت کرے اور اُن کی موافقت کی طرف جھکے، پس وہ بھی اُنہیں میں سے ہے یہ امر نہایت تہدید ہے یہود اور نصاریٰ سے باہمی رسم دوستی رکھنے سے ❶ چنانچہ سورۂ آلِ عمران آیت ۲۸ پارہ ۳ تِلْكَ الرُّسُلُ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

ایمان والوں کے ہوتے ہوئے منکرین کو اپنا دوست/رفیق بنالینا یہ کام ایمان والوں کا نہیں

﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ﴾ اور جو کوئی ایسا کام کرے گا اس کا کوئی تعلق اللہ تعالیٰ سے نہیں۔﴿ فَتَرَى الَّذِيْنَ ﴾ پس تو دیکھتا ہے اُن لوگوں کو۔﴿ يُسَارِعُوْنَ ﴾ وہ دوڑتے ہیں، جلدی کرتے ہیں۔ قواعد کے مطابق مُسَارَعَة سے مضارع جمع مذکر غائب۔(بحوالہ قاموس القرآن)۔﴿ نَخْشٰى ﴾ ہمیں اندیشہ ہے، ہمیں خوف/خطرہ ہے۔﴿ خَشْيَةٌ ﴾ سے فعل مضارع، جمع

❶ ...... جو اُن سے دوستی قائم رکھے گا وہ اُنہی میں سے سمجھا جائے گا۔

متکلم کا صیغہ قواعد کے لحاظ سے۔ ﴿ اَنْ تُصِیْبَنَا ﴾ اس سے ہمیں پہنچے۔ تُـصِیْبَ اَصَابَۃٌ سے فعل مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب نَـا ضمیر جمع متکلم، قواعد کے مطابق۔ ﴿ دَآئِرَۃٌ ﴾ افتاد، گردش، اسم ہے دورٌ سے جس کے معنیٰ ''پھرنے'' کے ہیں اسم فاعل واحد مؤنث۔ ﴿ اَسَرُّوْا ﴾ اُنہوں نے چھپائے رکھا، اِسْـرَارٌ سے فعل ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ ﴿ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ ﴾ جو قسم کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی۔ ﴿ جَھْدَ ﴾ کوشش، طاقت باب فَتَحَ سے مصدر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)۔ ﴿ حَبِطَتْ ﴾ وہ ضائع ہوئی حَبط سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تشریح و توضیحات آیت ۵۱ تا ۵۳

آیت ۵۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے اہلِ ایمان تم منافقوں کی تقلید کرتے ہوئے یہود اور نصاریٰ کو اپنا ہمدم ، ندیم اور رفیق مت بنانا وہ خود ایک دوسرے کے دوست اور راز داں ہیں بھلا تم میں اور اُن میں کیا نسبت جو شخص تم میں سے ان سے گہری دوستی اور رسم التفات رکھے وہ اُن میں سے ہوگا، گویا دشمنانِ دین کو اپنا راز داں بنانے اور اس سے رسمِ تعلقات کی ممانعت ہو رہی ہے مسلمانوں میں کچھ لوگ ، منافق ایسے بھی تھے جو مسلمانوں سے تعلقاتِ باہم اور مراسم بھی رکھتے تھے اور یہود کی طرف بھی اُن کا میلان طبع تھا گویا ایسے لوگوں کا شمار زُمرہ مسلمین میں سے نہیں کیا جا سکتا ، ایسے لوگ ظالم ہیں اور ظالموں کو باری تعالیٰ راہِ ہدایت نہیں دکھاتا ، اس آیت کی شانِ نزول یہ بیان کی جاتی ہے کہ ❶ حضرت عبادہ بن صامت انصاری ﷺ اور سردار منافق عبداللہ بن اُبی بن سلول جو دورِ جاہلیت سے یہود کے حلیف سمجھے جاتے تھے، جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو فتح مُبین حاصل ہوئی تو عبداللہ بن اُبی نے بھی دائرۂ اسلام میں آنے کا اظہار کیا، پھر چند عرصہ کے بعد ہی بنو قینقاع کے اہلِ یہود نے فتنہ پھیلایا جس پر حضرت عبادہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود میں میرے کثیر تعداد میں دوست ہیں جو بڑی عظمت و شوکت والے ہیں اب میں اُن کی دوستی سے بیزار ہوں اب مجھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اطاعت کے سوا دل میں کسی کی بھی محبت کی گنجائش نہیں، اس پر عبداللہ بن اُبی نے کہا ''میں یہود کی دوستی ترک نہیں کر سکتا مجھے پیش آنے والے حوادث کا خطرہ لاحق ہے اور مجھے اُن کے ساتھ رسمِ دوستی رکھنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہود کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے عبادہ ﷺ کا یہ کام نہیں'' اس پر یہ آیت کریمہ کا نزول ہوا۔ (بحوالہ خازن)

آیت ۵۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ منافقین اور یہود کے تعلقات کے بارے میں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے قلوب میں شک اور نفاق کا مرض پھیلا ہوا ہے اُن کو اللہ تعالیٰ کے وعدے پر کامل اعتماد اور مسلمانوں کی حقانیت پر ایقان و یقین ہی نہیں اس لئے تو لپک لپک کر اہلِ کفر کی آغوش میں پناہ کے طلب گار ہیں اگر ہم اُفتادِ زمانہ اور گردشِ روزگار میں مُبتلا ہوئے تو وہ ہماری معاونت کریں گے۔ یہود اور نصاریٰ کی کیفیت تو یہ ہے کہ وہ برسرِ پیکار تھے اور آمادۂ فتنہ و فساد تھے اور ہر طرح سے اللہ کے رسول ﷺ کو اور ایمان والوں کو رنج و الم میں مُبتلا کرنے کی فکر میں تھے، اس لئے ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ اُن سے رسمی دوستی، رفاقت اور باہم راز داری کے تمام تر تعلقات کو یکسر منقطع کر لو کیونکہ ڈرپوک اور دُوغلی روش

❶ ...... بحوالہ تفسیر ابن جریر بروایت عکرمہ ﷺ۔

Marfat.com

اختیار کرنے اپنانے والوں کو تو یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں مخالف کامیاب ہو گئے تو ہماری بھی خیر نہیں، اس لئے بہتر تدبیر تو یہ ہے کہ اُن سے مراسم رکھو کہ دوستی وقت پر کام آئے، ارشادِ رَبّی ہوا اب کامیابی اور کامرانی ایمان والوں کی ہوگی یا کوئی ایسا امر واقع ہوگا کہ یہود اور نصاریٰ خود ہی اپنے علاقے چھوڑ کر بھاگ جائیں گے ایسی صورت میں یہ ڈرپوک، بزدل دوغلے لوگ بہت ہی پشیماں پشیماں اور اپنے دلوں میں نادم ہوں گے ہائے ہم نے یہ کیا کیا، اُف! ہم نے کیا غلطی کرلی؟ یہ لوگ اپنی پوشیدہ تدبیر پر شرمندہ شرمندہ ہوں گے۔

آیت ۵۳ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اس وقت ایمان والے بَرملا کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو حق تعالیٰ سبحانہٗ کے نام کی قسم اُٹھا اُٹھا کر دعوٰی کرتے تھے اور یقین دلاتے تھے ہم تمہارے ہمراہ ہیں اُن کے تمام تر اعمال ضائع ہوگئے اکارت ہوگئے بلاشبہ یہ نادار اور ناکام ہوگئے، چونکہ ایسے لوگوں کے دلوں میں اخلاص نہ تھا طلبِ دنیا اور جاہ وحشمت کی فکر میں لگ گئے گیتیٔ کائنات کی رنگین حیات نے انہیں اپنے آپ کو ربِّ جلیل اور اس کے باغیوں کے مابین تقسیم کر رکھا تھا بظاہر اُنہوں نے اسلام کی اتباع کی، نماز پڑھتے رہے، پابند صوم رہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے رہے، جہاد میں شرکت کرتے رہے، لیکن یہ سب کچھ اس بناء پر اکارت گیا وہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کے نہ رہ گئے تھے ''بتوں سے تجھ کو اُمیدیں، خدا تعالیٰ سے نااُمیدی'' کے مصداق اُن کے عمل ضائع ہوگئے۔ اس لئے اُن کے دلوں میں اخلاص کا فقدان تھا۔

علامہ اقبالؔ نے کیا خوب کہا ہے۔

ع بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نااُمیدی
تو ہی بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

آیت ۵۱ تا ۵۳ کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر:

ان آیات کے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنایا جائے اور جو کوئی اُن کو اپنا رفیق بنائے گا، وہ انہیں میں سے ہوگا گویا یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ یہود اور نصاریٰ سے رسمِ اُلفت نفاق کی علامت ہے گروہ مُنافق اگر اسلام کو ترک کر کے مرتد ہونے کا عزم کرنا چاہتے ہیں تو مرتد ہو جائیں اللہ تعالیٰ کو قطعی اُن کی پرواہ نہیں۔

جانے دورِ جدید انسان کو اور اربابِ حل وعقد کو کیا ہو گیا ہے یہودی ونصاریٰ سے دوستی کا دم بھرتے ہیں، محسوس ایسا ہوتا ہے کہ جن کے دلوں میں مرضِ نفاق ہے اُن سے دوڑ کر ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہیں ہم پر اُفتادِ زمانہ نہ ٹوٹ پڑے کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑے اس کے سبب ہم کو بھی خسارہ اُٹھانا پڑے یہودیوں سے رسمِ اُلفت ہوگی تو ایسے موقع پر ہمارے بڑے کام آئے گی۔ العیاذ باللہ! بقول شاعر

ع تجھ کو خبر نہیں مگر اک سادہ لوح کو برباد کر دیا ہے تیرے دو دن کے پیار نے

قرآن کہتا ہے پس وہ ہوگئے نامراد خسارہ اُٹھانے والے اور اُن کے اعمال اکارت گئے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم میں سے جو پھر گیا اپنے دین سے تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسی قوم کو لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اُن کو محبوب ہوگا اور جو اہلِ ایمان کے لئے نرم ہوں گے اور کافروں کے لئے، بے حد سخت دل ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے گا عطا کرے گا، اللہ تعالیٰ بڑی کشادگی والا اور سب کے حال سے باخبر ہے۔ (۵۴)

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

تمہارا رفیق / مددگار خود اللہ تعالیٰ ہے اور اُس کا رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی / اہتمام کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں اور وہ خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہِ ربُّ العزت میں جُھکنے والے ہیں۔ (۵۵)

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور یاد رکھو جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور مسلمانوں سے رسمِ اُلفت نبھاتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے گروہ سے ہیں وہ یقین جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غلبہ پانے والا ہے۔ (۵۶)

الفاظ و معانی آیت ۵۴ تا ۵۶

﴿ مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ ﴾ جو پھر جائے گا تم میں سے اپنے دین سے، گویا مرتد ہو جائے گا، یہاں اس صورت حال سے آگاہی دی جارہی ہے جو غیب میں تھی قبل اس کے واقع ہونے سے وہ اس طرح تھی کہ حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد اکثر اہلِ عرب مرتد ہو گئے، اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ اور عبدالقیس نجرانی اور کئی قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور بعض نے مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی، سجاع کاہنہ کی طرف رجوع کیا تو اُنہوں نے نبوت کا اعلان کر دیا، ربِّ جلیل نے پہلے ہی خبر دے دی کہ اگر کوئی مرتد ہو جائے گا تو دینِ حق بے یار و مددگار نہ رہے گا۔ (بحوالہ تفسیر قادری جلد اوّل)

اسی طرح یمن میں سردار عنسی جس کا تعلق قبیلہ مذحج سے تھا اس نے بھی اپنی نبوّت کا اعلان کر دیا۔

﴿ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ جو ایمان والوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے مؤمن پر نرم ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان کے مقابلے میں اپنی طاقت اور توانائی استعمال نہ کرے ذہانت فہم و ادراک، ذاتی اثر و رسوخ مسلمانوں کو اذیت دینے اور دبانے کے لئے نہ ہو۔ ﴿ اَذِلَّةٍ ﴾ ذلیل ترین لوگ، نرم دل لوگ، اس کا واحد ذلیل ذُل سے اِسم تفضیل جمع مذکر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ اَعِـزَّة عزیز اس کا واحد ہے جس کا مفہوم قوی، سخت اور غالب کے ہوتے ہیں گویا یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے دشمنوں کے مقابلے میں سخت اور قوی ہیں۔ ﴿ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ﴾ نہ خوف زدہ ہوں

Marfat.com

گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے، مطلب یہ ہے کہ اقامت دین کی سرفرازی اور کلمۂ حق کی بلندی کی خاطر یہ لوگ کسی ملامت کو خاطر میں نہیں لائیں گے، اگر کوئی لعن طعن کرے بھی تو وہ اس کی کوئی پرواہ نہ کریں گے لَــومَۃ ملامت کرنا مصدر ہے اسم ہے قواعد کے مطابق۔ ﴿ لَآئِمٍ ﴾ کسی چیز کو بُرا جان کر ملامت کرنے والا، اسم فاعل ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴾ اور وہ نماز کی ادائیگی درست انداز میں آداب وشرائط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پابندی سے کرتے ہیں گویا نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں اور ربّ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والے ہیں۔ ﴿ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴾ اور عجز وانکساری کے ساتھ عاجزی کرنے والے ہیں، لفظ رکوع کے کئی مفہوم ہیں آئمہ تفسیر نے بیان فرمایا رکوع سے مراد اس جگہ اصطلاحی رکوع، جھکنے کے ہیں جو نماز کا ایک اہم رُکن ہے۔ ﴿ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ﴾ زکوٰۃ دیتے ہیں کے بعد ﴿ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴾ کا جملہ اس بات کا اظہار ہے کہ مسلمانوں کی نماز کو دوسرے فرقے کی نماز سے ممتاز کردینا ہے بات تو یہ بھی ہے کہ یہودی اور نصاریٰ بھی نماز پڑھا کرتے ہیں مگر اُن کی نماز میں رکوع نہیں ہوتا، رکوع صرف اسلامی نماز کی امتیازی خوبی ہے۔ (بحوالہ تفسیر مظہری) لیکن مفسرین نے تحریر فرمایا ہے کہ لفظ رکوع سے اس مقام پر اصطلاحی رکوع کا مفہوم نہیں لیا گیا ہے بلکہ اس کے لغوی معنی مُراد ہیں یعنی جُھکنا، اظہار عجز وانکساری کے ساتھ۔ (بحوالہ تفسیر بحر محیط، تفسیر کشاف، از زمخشری)

اکثر تفاسیر میں بیان ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی شان میں نازل ہوئی۔ ﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّ ﴾ اور جو کوئی دوست رکھے اللہ تعالیٰ کو۔ ﴿ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ اور اس کے رسول ﷺ کو۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں (گویا مہاجرین اور انصار کو) (بحوالہ تفسیر قادری) ﴿ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ ﴾ پس جماعت اللہ تعالیٰ کی، حزب رگروہ رجماعت اس کی جمع اَحْــزَابٌ ہے قواعد کے مطابق اسم ہے حزب اللہ وہی ہے جس کا ربط باہم رتعلق اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور مؤمنین سے ہو۔ ﴿ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ وہی غالب رہے گی۔

پارہ ۲۸ قد سمع اللہ سورۃ المجادلۃ آیت ۲۲ میں ارشادِ ربّی ہے

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت کے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں اور کامیابی اور کامرانی ہی حزب اللہ کا مُقدر رہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۴ تا ۵۶

آیت ۵۴ میں خطاب ایمان والوں سے ہے اور بتایا جارہا ہے کہ اگر مسلمان فتنہ ارتداد کا ارتکاب کریں اور اپنے دین سے پھر جائیں تو باری تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہوں گے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہوں گے، سے یہ بات پہلے ہی پتہ چل چکی کہ عُمدہ اوصاف اور وصف کے حامل لوگ ہی اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول ہوں گے ان کا اوّل وصف یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے محبت فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے اُلفت رکھیں گے قرآنِ کریم کی سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

Marfat.com

اے رسول (ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمانے لگے گا۔
گویا ہم اگر اتباعِ سنت کو اپنا لیں اور اپنی حیات کا مقصد اور محور سمجھ لیں جو گوشۂ حیات کے ہر شعبہ میں استعمال ہوا ہے اور سنت محمد ﷺ کو اپنا ''محورِ عمل'' جان لیں تو رَبّ کا وعدہ ہے اُس سے محبت کرنے کا۔ یُحِبُّوْنَہٗ اس لئے اہلِ ایمان کا دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ اہلِ ایمان کے لئے نرم دل اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے۔ چنانچہ پارہ حم ۲۶ سورۃ الفتح آیت ۲۹ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ کفار کے ساتھ سخت ہیں اور آپس میں بہت رحم دل شفیق ہیں۔
اہلِ ایمان کا تیسرا وصف ہے ❶ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ (سورت الحج آیت ۷۸)
اہلِ ایمان کا چوتھا وصف یہ ہے کہ رَبّ کی اطاعت و فرمانبرداری بجالاتے وقت کسی ملامت کرنے والے کی مَلامت کی پرواہ نہ ہو۔
اس آیتِ کریمہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ اسلام کی بقاء کی ذِمہ داری باری تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے یادرکھو کہ اسلام کے ساتھ وابستگی کا اظہار اسلام کی صرف بقاء کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ہماری بقا کے لئے بھی لازمی ہے۔
اسلام پر مسلمانوں پر سخت ترین ساعت وہ آئی جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا، ارتداد کا فتنۂ عظیم، خلیفۃ الرسول، نائب الرسول امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شدت کے ساتھ رُونما ہوا، مگر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ایمانی بصیرت و بصارت، جرأت، ہمت، تدبر اور مسلمانوں کی عشق میں ڈوبی ہوئی خدمات اسلام اور سرفروشانہ عزمِ محکم نے اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ بقول شاعرِ مشرق اقبالؔ

ع جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

کے مصداق فہم و فراست کے پیکر صدق و صفا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام عالمِ عرب کو متحد کر کے دوبارہ پیکرِ اخلاص کے ساتھ ایمان کی راہ پر گامزن کر دیا، انسان کی کس قدر سعادت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل اس پر ہے کہ فتنہ سے محفوظ رکھ کر لوگوں کو ہلاکت سے بچالیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔
آیت ۵۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ مسلمانوں کا دوست اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور ایسے مؤمن ہیں جو اہتمام سے نماز کی ادائیگی کرتے ہیں، زکوٰۃ کی ادائیگی کرتے ہیں اور ارکانِ اسلام اور دین کے احکامات پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکتے ہیں۔
آیت ۵۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھے گا اور رسولِ اکرم ﷺ سے بھی عزمِ دوستی کا طلب گار ہے اور اہلِ ایمان سے بھی تو اس کا شمار اللہ تعالیٰ کے گروہ میں ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حمایت میں داخل ہو گیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی جماعت غالب ہے اور اہلِ کُفر تو مغلوب ہیں۔

---

❶ ......یجٰھدون فی سبیل اللّٰہ جہاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کا تمسخر اُڑاتے ہیں اور وہ ہنسی مذاق کا کھیل بنائے ہوئے ہیں ایسے لوگ جو تم سے قبل کتاب پانے والے ہوں یا کافر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اگر تم صاحبِ ایمان ہو۔ (۵۷)

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

جب تم کو نماز کے لئے ندا رصدا دی جاتی ہے جب تم اذاں دیتے ہو تو یہ لوگ اس کا تمسخر اُڑاتے ہیں اور اس کو تماشا اور کھیل بنا لیتے ہیں اس وجہ سے ایسے ہی لوگ کم عقل رہے عقل ہیں۔ (۵۸)

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

آپ ﷺ کہہ دیجئے! اے اہلِ کتاب ریہودیو اور نصرانیو تم جس بات پر ہم سے برہم ہو بجز وہ اُس کے ماسوا کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور دین کی اس تعلیم پر ایمان لے آئے جو ہماری جانب رسمت نازل ہوئی ہے اور جس کو ہم سے قبل بھی اُتارا گیا بلاشبہ تم میں سے بیشتر لوگ فاسق ہیں۔ (۵۹)

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾

اے حبیب ﷺ کہہ دیجئے کہ کیا میں تم کو خبر دوں کہ بد سے بدتر سزا رانجام پانے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون ہیں! وہ لوگ بُرے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی پھٹکار ڈالی اور جن پر اللہ تعالیٰ کا عتاب برپا ہوا، جن میں سے کچھ کو تو اللہ تعالیٰ نے بندر بنا دیا اور کچھ کو سؤر کی صورت بنادی اور جنہوں نے شیطان کی پرستش کی وہی لوگ بد سے بدترین ہیں اور یہی لوگ سیدھی راہ سے بہک کر دوسروں سے زیادہ بھٹکنے والے ہیں۔ (۶۰)

الفاظ و معانی آیت ۵۷ تا ۶۰

﴿ تَتَّخِذُوا ﴾ تم پکڑتے ہو، اختیار کرتا ہے، تم بناتے ہو اِتّخاذ سے مضارع جمع مذکر مخاطب۔ ﴿ لَا تَتَّخِذُوا ﴾ تم مت بناؤ اتخاذ سے نہی جمع مذکر حاضر، قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن) ﴿ هُزُوًا ﴾ مذاق وہ جس سے مذاق کیا جائے ہنسی کی چیز قواعد کے مطابق مصدر و مصدر بمعنی مفعول۔ ﴿ لَعِبًا ﴾ لَعِب، کھیل کود، بازی باب سَمِعَ سے مصدر، اس کا ماخذ لعاب ہے، یہ بے مقصد حرکت یا کھیل کود پر لعب کا اطلاق ہوتا ہے۔ (بحوالہ مفردات قاموس القرآن)

﴿ نَادَيْتُمْ ﴾ نِدا 'مصدر' تم نے پکارا، ماضی فعل معروف جمع مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ اِذَا نَادَيْتُمْ ﴾ جب تم لوگوں کو پکارتے ہو، بُلاتے ہو نماز کی طرف ﴿ اِلَى الصَّلٰوةِ ﴾ تو وہ اسے ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں، حدیث میں مذکور ہے جب شیطان اذان کی پکار رآواز سُنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے وہاں سے جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو پھر آموجود ہوتا ہے، جب تکبیر سُنتا ہے تو پیٹھ پھیر کر چل پڑتا ہے، جب تکبیر اختتام کو پہنچتی ہے تو نمازیوں کے قلوب میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بحوالہ مسلم شریف کتاب الصلوٰۃ، بخاری، کتاب الاذان)

Marfat.com

﴿ تَنْقِمُوْنَ ﴾ بُرائی دیکھتے ہو، عیب پکڑتے ہو، یہ نـقـمٌ سے فعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نـقـمٌ کہتے ہیں ناپسند کرنے، مکروہ، معیوب کو، اور انتـــقـــم بدلہ لینے اور انتقام لینے کے معنی میں آتا ہے۔ ﴿ نَقَمُوْا ﴾ انہوں نے ناپسند کیا، اُنہوں نے سزا دی، اُنہوں نے انتقام لیا یہ ناپسندیدگی صرف زبان سے ہو یا جوارح سے سزا دے کر۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ ﴾ کیا میں تمہیں بتاؤں۔ ﴿ مَثُوْبَةً ﴾ بدلہ، ثواب، جزاء قواعد کے مطابق اِسم ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۵۷ تا ۶۰

آیت ۵۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ یہود اسلامی تعلیمات اور عبادات کا تمسخر اڑاتے، تضحیک کرتے، کتاب پانے والے ایسے لوگوں سے اور جو کافر ہیں اگر ہمارے دین کو کھیل اور ہنسی مذاق تماشا بنانے لگیں تو اُن سے رَسمی دوستی نہیں بلکہ ترکِ تعلق کر لینا ہی بہتر ہے، ایسے لوگ جو دین کی تضحیک کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عدو ہیں اُن کے ساتھ اہلِ ایمان کی دوستی نہیں ہونی چاہئے۔

آیت ۵۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کی دعوت دیتے ہو اور اذان دے کر پکارتے ہو تو یہ لوگ اُس کا تمسخر اُڑاتے ہیں بھلا بتاؤ تو سہی! اہلِ کتاب ہو کر اذان میں باری تعالیٰ کی عظمت کے الفاظ کا اور نماز میں رکوع اور سجود کا مذاق اُڑاتے ہیں اور مسلمانوں کی توہین اور تضحیک کرتے ہیں بھلا یہ کس قدر بے عقل لوگ ہیں، اذان کے بارے میں یہود کا کہنا تھا یہ کیا نئی رسم نکالی گئی ہے اُنہیں کیا پتہ رسمِ اذان کیا ہے اور روحِ بلالی کیا ہے، مدینہ میں ایک عیسائی جب اذان کے لطیف و دل آویز الفاظ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کانوں سے سنتا تو وہ بدبخت کہتا "حرق الکاذب" کہ جھوٹا جلایا جائے، خدا کی کرنی کہ ایک شب اس پر نیند طاری تھی اس کے مکان میں شعلہ آگ اُٹھا تمام کنبہ جل کر خاکستر ہو گیا اس کو جلا کر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ کاذب کون ہے؟۔ (بحوالہ قرطبی)

آیت ۵۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ اے حبیب (ﷺ)! آپ یہود سے دریافت کیجئے اور وہ ذرہ انصاف وعدل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ کیا ایسی بُرائی ہم میں دیکھتے ہیں بجز اس کے کہ ہم وحدہٗ لاشریک کی ثنا بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام آسمانی کتابوں پر اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر صدقِ دل سے ایمان رکھتے ہیں، اس آیتِ کریمہ میں حکم دیا جا رہا ہے آیا یہ تو پتہ چلے یہود ہم سے خفا خفا، نالاں، نالاں کیوں ہیں! بھلا اس طرزِ تغافل اور غصہ وغضب کی وجہ کیا ہے؟ کیا اس برہمی کا سبب یہ ہے کہ جو صحیفے اور کتابیں ہم سے پہلے رسولوں پر اتاری گئیں ہمارا ان پر یقین اور ایمان ہے شاید اس سبب کی وجہ سے تم ہمیں بُرا خیال کرتے ہو! اگر عداوت اور عناد کا موجب یہی ہے تو فیصلہ خود کرو خطاوار اور سزاوار کون ہے تمہاری غلطی ہے یا ہماری! عدل وانصاف تو کرو! تم میں تو اکثر فاسق ر نافرمان ہیں۔

آیت ۶۰ میں خطاب حضرت محمد ﷺ سے ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کیا میں نشان دہی کر دوں بدکار، کن لوگوں کو اور کس قوم کے افراد کو کہا جاتا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا عتاب آیا، اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہوئی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہے، جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ان کی حالت یہ ہوئی کہ بعض کی صورتوں کو مسخ کیا گیا کسی کو بندر کی شکل اور کسی کو سور کی صورت بنا دیا گیا اور اکثر کی روحانی کیفیت مسخ ہوئی اور وہ شیطان کی پرستش کرنے لگے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی بندگی سے رُخ پھیر لیا اس نے ابلیس کی غلامی اختیار کر لی، یہ بد سے بدترین خلائق والی اور گم کردہ منزل قوم ہے یہی لوگ راہِ ہدایت سے بہک کر گمراہی میں مُبتلا ہیں "آئینہ ان کو دکھایا تو بُرا مان گئے" کے مصداق اے طاغوت کی پرستش کرنے والو! سوچو تو سہی یہ کس کی تاریخ کی داستان ہے اور کون ہیں وہ لوگ! یہ تم ہی تو ہو ذرا اپنے چہرہ تو آئینہ میں دیکھو! پتہ چل جائے گا۔

Marfat.com

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾

اور جب آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لے آئے، اور یقیناً داخل ہوئے، حالانکہ یہاں داخل بھی ہوئے تو حالتِ کفر میں اور وہ نکلے بھی جس کیفیت میں، اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے جسے وہ پوشیدہ رکھ رہے تھے۔ (۶۱)

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور آپ دیکھتے ہیں ان میں بیشتر لوگ گناہ اور زیادتی کرتے ہیں اور حرام مال کھاتے ہیں، پھر بہت بُرے اُمور کی طرف یہ لپک رہے ہیں/کس قدر بُرے کام ہیں جو یہ کرتے رہے ہیں۔ (۶۲)

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾

اُن کے اہلِ علم، مشائخ، اُنہیں کیوں نہیں باز رکھتے/منع کیوں نہیں کرتے گناہ اور معصیت کی بات کہنے سے بھلا اس میں کیا شک ہے! بہت بُرا کارنامہ حیات/کرتوت عمل ہیں جو وہ کیا کرتے تھے۔ (۶۳)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾

اور کہا یہود نے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تنگ/جکڑا ہوا ہے، اُنہی کے ہاتھ بندھے/جکڑے ہوئے ہیں اور اُن کے اس قول کے مُوجب اُن پر لعنت اور پھٹکار ہے جب کہ باری تعالیٰ کے دونوں ہاتھ، کشادہ اور کھلے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ جیسے چاہے، جس طرح چاہے خرچ کرتا ہے اور جو کچھ آپ کے ربّ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے تو ان میں سے اکثر لوگوں کی شرارت/سرکشی، انکار/باطل پرستی اور کفر اور بڑھنے لگا اور ہم نے بھی اُن میں ڈال دی ہے آپس کی دشمنی/عداوت اور بغض قیامت کے دن تک یہ جب بھی جنگ کا شعلہ سُلگاتے ہیں/آگ بھڑکاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بجھا دیتا ہے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فتنہ وفساد کرنے کی، اللہ تعالیٰ ان فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۶۴)

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾

اور اگر اہلِ کتاب سرکشی کے بجائے ایمان لاتے اور پرہیزگاری اپناتے تو ہم ان سے ضرور بہ ضرور اُن کی برائیاں دور کردیتے اور اُن کو نعمت کے باغوں/جنتوں میں داخل کرتے۔ (۶۵)

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

اور اگر توراۃ اور انجیل کو قائم رکھتے اور عمل سے اور جو کچھ اُن کے اللہ نے اُن کی طرف بھیجا اس پر دائم اور قائم رہتے تو اُنہیں فراخ رزق عطا ہوتا، تو اپنے اوپر سے بھی روزی کھاتے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی اُنہیں رزق ملتا، ایک جماعت تو ان میں درمیانی (سیدھی راہ پر) روش پر قائم ہے اور بہت سے ان میں بُرے فعل سرانجام دے رہے ہیں۔ (۶۶)

Marfat.com

الفاظ و معانی آیت ۶۱ تا ۶۶

﴿ وَاِذَا جَآءُوۡكُمۡ ﴾ اور جب آپ ﷺ کے پاس آتے ہیں، یہودی، منافق یا جو اہلِ نفاق ہیں۔

﴿ وَقَدۡ دَّخَلُوۡا بِالۡكُفۡرِ ﴾ اور حال یہ ہے کہ داخل ہوتے ہیں ساتھ کُفر کے۔﴿ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ ﴾ ❶ بہت کو اُن میں سے۔﴿ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡاِثۡمِ ﴾ وہ جلدی کرتے رعجلت کرتے ہیں حرام کو حاصل کرنے میں یا جھوٹ بولتے ہیں۔

﴿ الۡاِثۡمِ ﴾ گناہ۔﴿ وَالۡعُدۡوَانِ ﴾ سرکشی، کچھ علماء نے اس میں امتیاز کیا ہے۔ اثم اس گناہ کو کہا جاتا ہے جو انسان کی خود اپنی ذات تک ہی محدود ہو اور عدوان اس کو جس کا ضرر یا نقصان دوسروں کی ذات تک پہنچے۔ (بحوالہ بیضاوی)

﴿ لَوۡلَا يَنۡهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ ﴾ کیوں نہیں روکتے رمنع کرتے مشائخ اور علماء۔ لَوۡلَا یعنی اُنہوں نے ایسا کیوں نہ کیا، چنانچہ لَوۡ لَا اگر فعل ماضی پر داخل ہوتا ہے تو ڈانٹ ڈپٹ (مؤنث کے مستعمل) زجر و توبیخ ہوتا ہے کیونکر ایسے فرض کی تکمیل میں غفلت برتی، اگر مضارع پر داخل ہوا تو اُکسانے رچراغ پا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں مضارع پر داخل ہے یہاں ماحصل مدعا یہ ہے کہ اہلِ کتاب کے علماء رالاحبار اپنے فرائض منصبی کو بجالانے کے لئے آمادۂ عمل ہو جائیں اور لوگوں کو بُرے اعمال جرائم کی روک تھام سے باز رکھیں یہ تو حقیقت ہے کہ بدفعل کی طرف انسان خود بہ خود مائل بہ گناہ ہوتا ہے مکمل اصلاح کی خاطر، علماء یہود اور دیگر مشائخ کو سختی سے تنبیہ کی گئی، آخر وہ ان کو فعل قبیح کرنے سے کیوں نہیں روکتے۔

﴿ لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ﴾ البتہ بُری ہے وہ چیز جو وہ بناتے ہیں اور اُنہیں منع کرتے نہیں، مشغول نہیں ہوتے۔

﴿ يَصۡنَعُوۡنَ ﴾ وہ بناتے ہیں وہ کرتے ہیں صَنع سے مضارع جمع مذکر غائب قواعد کے مطابق۔ (بحوالہ قاموس القرآن)

لفظ صَنع اور صنعت کا ایسے امور پر اطلاق ہوتا ہے۔ جس میں قصد و اختیار بھی ہو اس کو بار بار عادت اور مدعا کے صحیح کر کے انجام دیا جائے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے پورے قرآن میں اس آیت سے زیادہ سخت کہیں اور نہیں۔

﴿ قَالَتِ الۡيَهُوۡدُ يَدُ اللّٰهِ مَغۡلُوۡلَةٌ ﴾ اور کہا یہود نے ہاتھ اللہ تعالیٰ کا بند رجکڑا ہے معاذ اللہ یہ فقرہ بخل کی طرف اشارہ لطیف ہے یعنی حق سبحانہٗ تعالیٰ ہمیں نہیں دیتا اور ہم پر رزق تنگ کرتا ہے العیاذ باللہ، اس کو سمجھنے کے لئے آیت ۱۸۱ سورۂ آلِ عمران پارہ (۴) لَنۡ تَنَالُوۡا پر توجہ مرکوز کرنی ہوگی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ قَوۡلَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيۡرٌ

جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ مُفلس رحاجت مند ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ قول سنا، یہ وہی اندازِ سخن ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں خرچ کرنے کو کہا اور اسے ''قرضِ حَسَنہ'' سے تعبیر کیا تو ان بدبخت یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ تو مفلس رفقیر ہے لوگوں سے قرض طلب کر رہا ہے وہ اس تعبیر حسن کو سمجھنے سے قاصر رہے جو راز اس میں مُضمر تھا، سب کچھ عطا کیا ہوا اللہ تعالیٰ کا ہے اور ربِّ جلیل کے دیئے ہوئے مال میں کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا کوئی بارِ قرض نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور کمال عظمت ہے وہ اس پر بھی ''خوب تر'' اُجر دیتا ہے۔﴿ مَغۡلُوۡلَةٌ ﴾ کے معنی بخل والے کے آتے ہیں۔

❶ ..... لفظ کثیرؔ استعمال کیا گیا ہے ظلم اور حرام خوری، دونوں کا مفہوم گو کہ اثم رگناہ کے زُمرے میں داخل ہے لیکن ان دونوں نوعیتوں کے گناہوں کی تباہی اور اس کے سبب امن واطمینان کی بربادی کی وضاحت کے لئے خصوصیات کے ساتھ اس کا ذکر الگ کیا۔ (بحوالہ تفسیر بحر محیط)

Marfat.com

﴿ مَبْسُوْطَتٰنِ ﴾ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں اسم مفعول تثنیہ ہے۔﴿ مَبْسُوْطَةٌ ﴾ مفرد، قواعد کے لحاظ سے۔

﴿ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ﴾ جب بھڑکائی اُنہوں نے آگ لڑائی کے واسطے، لڑائی کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، مفہوم یہ ہے کہ جب کبھی وہ اسلام اور رسولِ اکرم ﷺ کے خلاف فتنہ وفساد کے شعلہ بھڑکانے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف رہے تو اُن کی یہ کاوش ہمیشہ ناکام ہوئی اور ہمیشہ اسلام کو غلبہ ملا بعض مفسرین نے كُلَّمَا (بار بار) کو دورِ نبوی کے ساتھ مخصوص نہیں رکھا، تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی فتنہ کی آگ لگائی اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظالم دُشمن مُسلّط کردیا پہلے بخت نصر نے شکست فاش دی، پھر پطرس رومی نے اُن کو یکبر شکست سے ہمکنار کیا، اسلام نے سربلندی حاصل کرکے اُن کی تمام اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ (بحوالہ امام قرطبیؒ تفسیر بیضاویؒ)

﴿ اَوْقَدُوْا ﴾ اُنہوں نے آگ لگائی، اِیْقَاد سے ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ۔﴿ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ﴾ اس کو بجھا دیا، گل کردیا اللہ نے۔﴿ اَطْفَاَ ﴾ اِطْفَاءٌ جس کے لفظی معنی بجھانے کے آتے ہیں، فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هَا ضمیر واحد مؤنث غائب قواعد کے لحاظ سے۔﴿ لَكَفَّرْنَا ﴾ ہم نے دور کردیئے، محو کردیئے، مٹا دیئے فعل ماضی جمع متکلم کا صیغہ۔

﴿ اَدْخَلْنٰهُمْ ﴾ ہم نے اُن کو داخل کیا ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴾ اور اگر وہ قائم رکھتے توراۃ اور انجیل کے احکامات، یعنی اُن پر عمل پیرا ہوتے یہاں عمل کرنے کے بجائے لفظ ''اقامت'' قائم کرنا استعمال ہوا ہے اس کا مقصد و مُدّعا یہ ہے کہ اُن کی تعلیمات پر بھرپور، پورا پورا جب ہی ہوگا نہ اس میں غفلت اور کوتاہی برتی جائے اور نہ کمی، توراۃ اور انجیل میں تحریف اور ردوبدل کا سبب ان کی حرص مال کی طلب تھی۔﴿ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ﴾ اُن میں ایک دنیا پرستی گروہ/جماعت راہِ راست پر بھی گامزن ہے، لیکن اکثریت بدعمل اور بدکردار ہے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۶۱ تا ۶۶

آیت ۶۱ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ جب یہ منافق حضرت محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو کُفر کی حالت میں آتے ہیں اور اس حالتِ کُفر میں واپس چلے جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ان کو کوئی فیض وبرکات حاصل نہیں ہوتا آپ ﷺ کے پندونصائح کا کوئی اثر ان پر اثر انداز نہیں ہوتا، بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حضوری سے ان کا مدعا حصول ہدایت نہیں بلکہ اس سے دربار میں رقریب ہونا، ان کے دل میں کُفر پوشیدہ اور مضمر ہوتا ہے رَبِّ جلیل خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔

آیت ۶۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ منافقین یہود کے احوال یہ ہیں کہ بہتیرے بڑے ذوق وشوق اور رغبت کے ساتھ ظلم کے کاموں اور حرام کا مال کھانے میں ٹوٹے پڑے رہتے ہیں بے حد ناشائستہ حرکات اور بُرے کام ہیں جو کچھ یہ کررہے ہیں۔

آیت ۶۳ میں اظہار خطاب کا رُخ یہود کے علماء اور مشائخ کی طرف ہے وہ لوگوں کو دین کے خلاف بات کرنے اور ناحق مال حرام رربو رسود'' کھانے سے'' منع کیوں نہیں کرتے، اس میں لطیف اشارہ یہ ہے کہ وہ خود فسق وفجور اور ایسے کرتوت

ہوئے ہیں۔ دوسروں کو تو منع کرنے اور ارتکاب گناہ سے روکنے کی وہی جرأت کر سکتا ہے جس کا دامن آلودہ گناہ سے اور داغ دھبوں سے پاک ہو، جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تباہ کرتا ہے تو اس کے عوام الناس معصیت اور نافرمانیوں میں غرق ہو جاتے ہیں اور ان کے علماء خاموشی اختیار کر لیتے ہیں گویا گونگے ابلیس کا روپ دھار لیتے ہیں بنی اسرائیل اسی کیفیت حال سے دوچار ہوئے لوگ دنیاوی لذت و خواہش شہوانی میں مُبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کے شانِ جلال عظمت کو بھلا بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون اور احکامات کو یکسر فراموش کر دیا اور نیکی کرو اور نیکی کا حکم کرو کے فریضہ کو ترک کر دیا، یہی امر اگلی قوموں کی تباہی و بربادی کا موجب ہوا۔ شانِ کریمی پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے کہ اُمتِ محمدﷺ کو قرآن اور حدیث میں تہدید کی گئی کہ کسی وقت بھی اور کسی بھی گھڑی اور کسی شخص کے مدِ مقابل فرض امر بالمعروف سے طرزِ تفاضل برتنے کی اجازت نہیں۔ ایک روایت منقول ہے کہ ایک فرشتہ کو حکم ملا کہ اس گاؤں کو برباد کر دو، فرشتہ نے برملا کہا کہ اس مقام پر ایک عابد اور زاہد عبادت گذار کا قیام ہے حکم ہوا، ہلاکت کا آغاز اسی سے کرو اس لئے کہ اس کی نظروں کے سامنے شریعت کے احکامات کی خلاف ورزیاں ہوتی رہیں اور اس کے چہرے تک کا رنگ نہ بدلہ، اس کو احساس ہی نہیں ہوا۔ (بحوالہ علامہ قرطبیؒ)

آیت ۶۴ میں اظہار وضاحت ہے کہ یہود تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خزائن اور خزینے اختتام پذیر ہو رہے ہیں یا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں یہود شعائر دین کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں اور ان کا شیوہ یہ ہے کہ قرآن کی انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت کے جواب میں کہا کرتے ہیں آج مسلمانوں کے رَبّ کو بندوں سے قرض طلب کرنے کی نوبت آگئی ہے یہاں اس گستاخی عمل پر یہود کو پھٹکار ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔

''یہود کا یہ مقصد کہنے کا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ واقعتاً جکڑے ہوئے ہیں بلکہ ان کا منشاء یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ خرچ کرنے سے روکے ہوئے ہیں۔ (بحوالہ ابن کثیر)

اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہاتھ تو اُنہی کے بندھے ہیں، کنجوسی اور بخل تو ان ہی لوگوں کا شیوہ ہے، رُسوا ہوئے، ملک بدر ہوئے، ہلاک ہوئے، گستاخانہ کلمہ کی ادائیگی پر ان پر لعنت ہوئی۔ رحمتِ بیکراں ربِ پایاں سے محروم ہو گئے، مخلوق کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے سب کی کفالت باری تعالیٰ کرتا ہے چنانچہ سورۂ ابراہیم آیت ۳۴ پارہ ۱۳ وَمَآ اُبَرِّئُ میں اَرشادِ رَبّی ہے:

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

اور تمہاری ضرورتوں کے ہر ہر سوال کو اُس نے پورا کر دیا ہے اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو گنتی کا شمار بھی پورا نہ کر سکو گے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ بے شک انسان ناداں اور ناشکرا ہے۔ آیت ۳۴

حدیث شریف میں رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کا سیدھا ہاتھ بھرا ہوا ہے، دن رات خرچ کرتا ہے لیکن اس میں کوئی کمی نہیں آتی، ذرا دیکھو! تو جب سے آسمان اور زمین کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے کی ہے وہ خرچ کر رہا ہے لیکن اس کے ہاتھ کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔''

(بحوالہ بخاری شریف، کتاب التوحید، باب و کان عرشه علی الماء، بحوالہ مسلم شریف، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی النفقة)

Marfat.com

اپنی شرارت، کُفر وسرکشی کے سبب جو کچھ کلام باری تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہوگا یعنی جیسے جیسے آیاتِ قرآن کا نزول ہوتا رہے گا اتنا ہی حسد اور عناد میں بڑھتے جائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی کُفر وسرکشی میں اضافہ ہوتا ہی رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ان میں باہم دشمنی اور عداوت ڈال دی جب تک یہ عالم دائم اور قائم ہے بطور سزا ہر ایک سے نفرت اور اظہارِ بغاوت کرتے ہی رہیں گے۔ مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کر کے شعلہ جنگ کو وہ سُلگاتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ اُنہیں بے نقاب کرتا رہا ہے اور جو لڑائی یہ بھڑکانے کی کوشش کرتے ہیں اس میں ناکامی کا سامنا ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ ہمہ وقت ملک بھر میں شر وفساد کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو فساد برپا کرنے والے لوگ پسند نہیں ہیں۔

آیت ۶۵ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ یہ اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور راہِ پرہیز گاری اپناتے اپنے جُرم کے باوجود اور سخت ترین سرکشی کے سبب اگر یہ اپنی روش سے بے تاب ہوکر حضرت محمد ﷺ پر جو قرآنِ حمید نازل ہوا اس پر ایمان اور ایقان رکھتے اور اطاعت حق تعالیٰ کرتے ''درِ توبہ'' تو کُھلا ہوا ہے تو ان کی خطاؤں کو بخش دیا جاتا، کمالِ فضلِ رَبی اور جمال کمالِ رحمت کے سبب ان کو ربِّ جلیل آخری ودنیوی نعمتوں سے سرفراز کرتا اور اُنہیں بہشت اور اُس کی نعمتوں میں داخل کر دیا جاتا۔

آیت ۶۶ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر یہ توراۃ کے احکامات کے مطابق عمل کرتے اور اپنی خواہشات اور اپنی اَنا کی تسکین سے ان میں تبدیلی وتغیر کر کے امن کو نہ بگاڑتے اور جب انجیل کا نزول ہوا تھا تو اس پر ایمان لاتے گویا توراۃ اور انجیل کی پیروی پر کمر بستہ ہوتے تو اس بابرکت عمل کے سبب اُنہیں کُشادہ اور پاکیزہ رزقِ حلال مل جاتا اس آیت سے پتہ چلا کہ ''دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تابعداری سے رزق میں وسعت ہوتی ہے''۔ (بحوالہ کنزالایمان فی تفسیر القرآن، از احمد رضا خاںؒ)

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کا نزول ہوا تو پھر توراۃ اور انجیل میں بھی اس کی اطلاع موجود تھی اس پر بھی عمل کیا جاتا اور اس پر ایمان لاتے اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو تسلیم عمل کے لئے قبول کرتے تو باری تعالیٰ ان پر دنیا کی نعمتیں عطا کرتا آسمان سے مینہ برساتا اور زمین سے خزانے نکلتے توراۃ اور انجیل کا حوالہ دے کر بتایا گیا کہ اگر قرآن پر یقین اور عمل کرنے کو اُنہوں نے تسلیم نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُنہوں نے اپنی کتابوں کے قبول کرنے سے بھی انحراف کیا، اگر چہ ان میں کچھ لوگ راست رو بھی تھے لیکن اُن میں سے بیشتر بدعمل ہیں جو چند نیک لوگ تھے اُنہیں اسلام اور حضرت محمد ﷺ کی صحابیت کی سعادت مل گئی اور فاسق وفاجر نسل در نسل تباہی و بربادی میں مُبتلا ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اے رسول! جو کچھ بھی نازل کیا گیا آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے ربّ کی طرف سے وہ پیام لوگوں تک پہنچا دیجئے! اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کا حق ادا نہ کیا/اس کی رسالت کا حق ادا نہ کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو/کامرانی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔ (٦٧)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

آپ ﷺ کہہ دیجئے! اے اہلِ کتاب! کسی معاملے میں تمہاری کسی راہِ عمل کا اعتبار نہیں! جب تک تم توراۃ اور انجیل پر قائم نہ ہو جاؤ/اور جو کچھ ربّ نے اُتارا ہے اس پر عمل پیرا رہو تب راستہ پاؤ گے، اے حبیبؐ! جو کچھ کلام آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ان میں بیشتر کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہوگا، پس آپ کبیدہ خاطر/رنجیدہ نہ ہوں/کافر قوم پر آپ اظہارِ افسوس نہ کریں۔ (٦٨)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بن گئے یا صابی/ستارہ پرست یا عیسائی/نصرانی ہوں یا ان میں سے جو بھی ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر اور عمل نیک کئے تو ایسے لوگوں کو کچھ بھی حزن و ملال اور خوف نہ ہوگا۔ (٦٩)

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝

بے شک ہم نے لیا پختہ عہد و پیمان اور ان کو راہِ ہدایت سے آشنا/ہمکنار کرنے کے لئے بہت سے رسول ہم بھیجتے رہے، مگر جب بھی کوئی رسول وہ احکامات لے کر آئے جو اُن کو ان کی مرضی/خواہشاتِ نفس کے خلاف لے کر آیا اور جسے اُنہوں نے ناپسند کیا تو انبیاء کی ایک جماعت کی اُنہوں نے تکذیب کی/اس کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل بھی کیا، اُن کا خون بھی کر ڈالا۔ (٧٠)

الفاظ و معانی آیت ٦٧ تا ٧٠

﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ ﴾ اے رسول برحق (ﷺ)! پہنچا دے سب مخلوق کو، بَلِّغْ جس کے معنی پہنچا دینا ہے، فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ وہ سب جو اُترا ہے تمہارے ربّ کی طرف سے، جیسے سنگسار کرنے اور قصاص لینے کا حکم اور زینب بنتِ جحش کے نکاح میں جو حکم ہوا اور جہاد وغیرہ کا۔ (بحوالہ تفسیر قادری)

﴿ لَمْ تَفْعَلْ ﴾ تو نے نہ کیا، فعل جحد واحد مذکر حاضر قواعد کے مطابق۔ ﴿ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ﴾ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے نہ پہنچائے ہوں گے وہ احکامات اس واسطے کہ بعض احکام کو پوشیدہ رکھنا ضائع کر دینا ہے

Marfat.com

اُنہیں بھی جو پیام دیا گیا جیسے نماز کے بعض ارکان کو ترک کردینے سے نماز باطل رفاسد ہوجاتی ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی حکم آپ ﷺ نے اُمت کو نہ بتایا تو آپ اپنے فرائضِ رسالت ادا کرنے سے قاصر رہے یہی بات تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام عمران فرائضِ منصبی کی تکمیل میں اپنی تمام تر قوت اور سعی پیہم صرف کی، مُحسنِ انسانیت کی کرم گُستری تو دیکھئے آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کے بعد لوگوں سے سوال کیا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ! دیکھو کیا میں نے دین کا پیغام پہنچادیا؟ صحابہ کرام ﷺ نے اقرار کیا کہ ضرور پہنچادیا ❶ پھر ارشاد ہوا، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ پس لوگو! جو موجود ہوان لوگوں تک میری بات بتادینا جو موجود نہیں ہیں اس وقت غائبین میں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس وقت گیتی کائنات میں موجود نہ تھے۔ جو مجمع میں حاضر نہ تھے اور اس میں ان لوگوں کا بھی شمار ہے جو ابھی تک تخلیق رپیدا نہیں ہوئے۔

''اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق ﷺ فرماتی ہیں کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ چھپالیا اس نے یقیناً جھوٹ کہا۔'' (بحوالہ صحیح بخاری شریف)

﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ اور اللہ تعالیٰ نگہبانی کرتا ہے آپ ﷺ کی لوگوں کی بُرائی سے رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے کی قدرت کسی کو نہ ہوگی۔ ﴿ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ راہ نہیں دیتا کافروں کے گروہ کو کہ وہ آپ ﷺ پر مسلط ہوجائیں، حضرت انس بن مالک ﷺ سے منقول ہے کہ مسلمان، راتوں کو رسول اکرم ﷺ کی حفاظت اور نگہبانی کیا کرتے تھے جب اس آیت کا نزول ہوا تو قبہ سے سر مبارک باہر کیا اور فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ اللہ تعالیٰ میرا نگہبان ہے، آیت کے اس جزو میں نوید مسرت ربشارت دے دی گئی باوجود ہزارہا مخالفتوں کے عدو آپ ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

﴿ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ اور زیادہ کرتا ہے۔ بہتوں کو یہود اور نصاریٰ میں سے جو نازل کیا جاتا ہے آپ کے ربّ کی طرف سے یعنی قرآنِ مجید سننے سے اور زیادہ ہوجاتی ہے۔ ﴿ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴾ سرکشی اور کفر۔

﴿ وَالَّذِيْنَ هَادُوْا ﴾ وہ جو لوگ یہودی ہوگئے۔ ﴿ فَلَا تَاْسَ ﴾ پس آپ غمگین نہ ہوں۔ ﴿ الصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى ﴾ صابی فرقہ میں ہوگئے اور نصاریٰ ہوگئے۔

''صابی فرقہ وہ تھا جو دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اس کے بعد علم کتاب نبوت کو ترک کرکے علم نجوم کی طرف مائل ہوگیا پھر ایک زمانہ گذرنے کے ان میں سے اکثر لوگ آسمان کے تاروں کے اثرات کو قبول کرنے کے قائل ہوئے اکثر علماء نے ان کو ستارہ پرست کہا بعض کا خیال تھا یہ دہریئے ہوئے''۔ (بحوالہ امام رازیؒ)

تفسیر ابن کثیر میں حضرت قتادہؒ کا ایک قول ملتا ہے کہ ''صابی وہ لوگ ہیں جو فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور قبلہ رُخ کے خلاف نماز پڑھتے ہیں اور آسمانی کتاب زبور کی تلاوت کرتے ہیں جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

﴿ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ﴾ اور جب آیا اُن کے پاس رسول حکم لے کر، اُنہوں نے اس کو نہ چاہا رپسند نہ کیا تو وہ تکالیف شرعیہ سے ربنی اسرائیل کے عہد و پیمان سے بے نیاز ہوکر اللہ تعالیٰ سے غداری کرتے، اللہ تعالیٰ کے

❶ ...... انہوں نے کہا ''ہم گواہی دیں گے آپ ﷺ نے ربّ کا پیغام پہنچادیا اور خیر خواہی کی! آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگشت کا اشارہ کرتے ہوئے کہا ''اے اللہ! میں نے آپ کا پیغام پہنچادیا، تین مرتبہ فرمایا اَللّٰهُمَّ فاشهد۔'' بحوالہ صحیح مسلم کتاب الحج

Marfat.com

پیغمبروں کی تکذیب کرتے اور کسی کو قتل کرے۔

تشریح وتوضیحات آیت ۶۷ تا ۷۰

آیت ۶۷ میں اظہارِ بیان ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب (ﷺ)! قرآن مجید فرقانِ حمید کا پیغام دوسرے انسانوں تک پہنچادو۔ اس لئے اُمّت کی یہ ذمہ داری ہوئی کہ وہ حق تعالیٰ کا پیغام دوسرے تک پہنچائے ورنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا حق ادا نہ ہوسکے گا جہاں تک راہِ ہدایت کی بات ہے کہ جو لوگ راہِ کُفر ترک نہیں کریں گے ان کو ربِّ جلیل ہدایت سے محروم رکھے گا۔

آیت ۶۸ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ ''کلام اللہ'' کو چھوڑ کر جو دین سے پھر جائیں اور پھر دین کے بارے میں طرح طرح کی فتنہ انگیزی کریں ان کا کچھ بھی تو اعتبار نہیں اگر یہودی رہنا ہے تو توراۃ پر عمل کرو، اگر نصرانی رہنا ہے تو انجیل کے احکامات کو اپناؤ اُن دونوں آسمانی کتابوں میں حضرت محمد ﷺ کا ذکرِ مبارک ہے اور ایمان لانے کی تاکید بھی ہے اور نزولِ قرآن کی بشارت بھی ان کتابوں پر عمل کرنے کا اصول تو یہ وضع ہوا کہ یہ قرآن اور صاحب قرآن پر ایمان لے آئیں مگر جیسے جیسے آیات قرآن کا نزول ہو رہا ہے ان کی کُفر کی سرکشی تو مزید بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس موضوع کے بارے میں سورۂ حٰمٓ السَّجدَۃ آیت ۴۴ پارہ ۲۴ فَمَنْ اَظْلَمُ میں ارشادِ ربی ہے:

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ

آپ ﷺ فرمادیجئے! یہ قرآن اہلِ ایمان کے لئے راہِ ہدایت ہے اور شفا ہے اب بھی جو لوگ ایمان قبول نہیں کریں گے تو جان لیں کہ اُن کے کان بند ہو چکے ہیں اور اُن پر اندھا پن غالب آ گیا، اُن کی مثال ایسی ہوگی جیسے کسی کو دور جگہ سے آواز رصدا دی جارہی ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو طمانیت کے طور پر تسلی دی جارہی ہے کہ اے محبوب (ﷺ)! آپ کبیدہ خاطر رنجیدہ نہ ہوں یہ گمراہی پر ڈٹے ہوئے ہیں تو ڈٹے رہیں اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ (بحوالہ قرطبیؒ)

آیت ۶۹ میں اظہارِ بیان ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور عمل صالح اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے تو ان کے سابقہ گناہ معاف ہیں اور اس کو کسی عذاب کا خوف وخطر نہیں اور گیتی کائنات میں جو بات بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی اس کا کوئی رنج وملال اس کو نہ ہوگا۔

آیت ۷۰ میں وضاحت کے ساتھ بتایا جارہا ہے کہ بنی اسرائیل سے جو عہد وپیان لیا گیا اور ان کی طرف رسولؑ بھیجے گئے اور اُن کو ان کی عہد شکنی اور غلط روش پر اظہارِ ملامت کیا گیا مگر یہ ایسی بات بتائی گئی جو اُنہیں پسند نہیں آئی اور اُن کے مزاج پر گراں گذری تو وہ خاصے غیظ وغضب میں آگئے اور قدس نبوت کی حرمت اور عظمت کو بالائے طاق رکھ دیا اور انبیاء کرام کو جھٹلایا اُن کی تضحیک اور تکذیب شروع کردی اور صرف انکار باللسان ہی نہیں تھا بلکہ بعض اَنبیاء کو قتل کرنے کے مرتکب ہوئے۔

Marfat.com

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝٧١

اور اُنہوں نے یہ گمان کیا کہ نہیں ہوگا اُنہیں کوئی عذاب، پھر اندھے ہوگئے وہ راہِ حق دیکھنے میں اور بہرے ہوگئے سچی بات سننے کو، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ منظور کی، اس کے بعد بھی اُن کی اکثریت نابینا اور بہری بنی رہی، اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے اُن کے وہ عمل جو وہ کرتے ہیں۔(۷۱)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝٧٢

بے شک کافر ہوگئے وہ لوگ جنہوں نے جہالت اور بے بصیرتی کی وجہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو بس وہی مسیحؑ ہے جو مریمؑ کا بیٹا ہے حالانکہ مسیح علیہ السلام نے خود اُن سے کہا تھا اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا ربّ بھی ہے اور تمہارا ربّ بھی، یقینی طور پر جو بھی شریک ٹھہرائے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بہشت حرام کردی اور اُن کی جگہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔(۷۲)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٧٣

یقیناً کافر ہوگئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے، درحقیقت ایک واحد معبود کے، کوئی بھی بندگی کے لائق نہیں اگر یہ لوگ اپنے اس قولِ باطل سے باز نہ آئے تو اُن میں سے جو بھی راہِ کفر اختیار کریں گے ان کو دردناک عذاب ضرور پہنچے گا۔(۷۳)

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٧٤

بھلا کیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اُس سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب نہیں کرتے! اور اللہ تعالیٰ تو ہے ہی بہت درگذر کرنے والا اور رحم کرنے والا۔(۷۴)

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝٧٥

مسیح ابن مریم علیہ السلام سوائے ایک رسول ہونے کے اور کچھ بھی نہیں، اُن سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں اور ان کی والدہ راست باز ولی صفت خاتون تھیں، دونوں ماں بیٹا کھانا کھاتے تھے، دیکھو! کس طرح ہم اُن کے سامنے اپنی آیات واضح کھلی دلیل کے ساتھ بیان کر رہے ہیں پھر غور تو کیجئے وہ کس طرح اُلٹے پھرے جاتے ہیں۔(۷۵)

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٧٦

آپ ﷺ کہہ دیجئے! کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت/پرستش کرتے ہو جو تمہارے نقصان/خسارے اور نفع کا کوئی اختیار نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ تو سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۷۶)

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ۝٧٧

اے حبیب ﷺ! آپ اہلِ کتاب سے کہہ دیجئے کہ اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو/حد سے نہ بڑھو اور اُن لوگوں کے تخیلات کی اتباع نہ کرو، جو اس سے پہلے خود گمراہ ہوچکے تھے اور بہتوں کو بہکا بھی چکے تھے/اور راہِ راست سے بھٹک گئے تھے۔(۷۷)

Marfat.com

الفاظ و معانی آیت ۷۱ تا ۷۷

﴿ وَحَسِبُوْٓا ﴾ اور گمان کرتے ہیں بنی اسرائیل۔ ﴿ اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ یہ کہ نہ ہوگی اُن پر بلا اور مصیبت انبیاءؑ کو قتل کرنے اور جھٹلانے کے باعث۔ فِتْـنَةٌ سے مفہوم آزمائش اور ابتلا ہے یہ وہ خیال لئے ہوئے تھے کہ ہم انبیاءؑ کی جو تضحیک کر رہے ہیں اور ان میں سے کچھ کو شہید کر دیا ہے اس کے بارے میں ہم سے بات نہیں پوچھی جائے گی۔ (بحوالہ علامہ قرطبیؒ) فتنہ کا معنی عذاب مراد لیا ہے۔ (علامہ زمخشریؒ اور علامہ بیضاویؒ) گویا اُنہیں اس بات کی غلط فہمی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ فرزند اور چہیتے ہیں اس لئے وہ کچھ بھی امور سرانجام دیں اُنہیں عذاب نہیں ہوگا۔ ﴿ ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر نظر، عنایت فرمائی، توبہ قبول کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیج کر۔ ﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ ﴾ اے بنی اسرائیل تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ ﴾ بے شک جو کوئی شرک کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ ﴿ مَاْوٰىهُ النَّارُ ﴾ اس کی جگہ دوزخ ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ﴾ اللہ تعالیٰ تین میں کا ایک ہے نصاریٰ میں سے مرقومیہ کا اعتقاد اور عقیدہ یہ تھا کہ الوہیت مشترک ہے۔ اللہ تعالیٰ، عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریمؑ کے درمیان، ان تینوں میں سے ایک الٰہ ہے اور اللہ تعالیٰ ان تینوں میں سے الٰہ ہے یہاں عقیدۂ تثلیث کی حقیقت کا اظہار ہے پہلی تین انجیلوں متی، مرقس، اور لوقا میں یہ عقیدہ موجود ہے، ''مسیحت'' کے بارے میں جارج ولیم ناکس اور سڈنی ہربرٹ میلول نے اپنے مقالہ میں تحریر کیا ہے: ''مسیح ❶ نے خود یہ دعویٰ نہیں کیا وہ خود کوئی اصل میں مافوق الفطرت شے ہیں بلکہ وہ قدرے مطمئن تھے کہ اُنہیں مریم اور جوزف کے بیٹے کی حیثیت سے شناخت کیا جائے''۔ (بحوالہ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا)

﴿ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ ﴾ اور نہیں کوئی معبود۔ ﴿ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور ایک اللہ اور باری تعالیٰ یگانہ رتنہا موصوف ہے وحدانیت سے۔ وَ مَـا اور نہیں ہے اس جملہ میں مَـا حرف نفی، مـا استغراقِ نفی کا فائدہ دے رہا ہے، تعدّد نہیں ذات میں اور نہ اعتبار میں، صرف اس کی ذات وہ ہے جو ہر طرح سے یکتا اور کامل وحدانیت کی صفت رکھتی ہے

﴿ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ﴾ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام، عین خدا، جز اُخدا کچھ تو نہیں سوائے رسول کے۔

﴿ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ﴾ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم بڑی سچی تھیں یعنی آیات ربّانی کی تصدیق کرتی تھیں ''مقامِ مدح میں لفظ صدیقہ'' سے ظاہری طور پر اشارہ ملتا ہے کہ آپ ''ولی'' تھیں یہاں ''صدیقہ'' کہا گیا ہے جو ولایت کا مقام ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ) ﴿ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا ﴾ اور عداوت کے سبب گمراہ کر دیا بہتوں کو ﴿ اَضَلُّوْا ﴾ اور ثابت تھے اپنی ضلالت اور گمراہی پر۔ ﴿ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾ سیدھی راہ سے، حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد۔

﴿ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ﴾ غلو نہ کرو اپنے دین میں۔ ﴿ غَيْرَ الْحَقِّ ﴾ ناحق غلو کے سبب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مذمت نہیں یہود کا مبالغہ اور اُن کی تعریف میں نصاریٰ کی زیادتی مراد ہے بتایا جا رہا ہے کہ حق کی پیروی میں حد سے تجاوز نہ کرو تقدس و تعظیم کا جو حکم صادر ہوا ہے اُس میں مبالغہ سے کام مت لو، انہیں منصبِ نبوت سے بے نیاز کر کے مقام الوہیت عطا نہ

❶ ..... یسوع مسیح (Jesus Christ)

Marfat.com

کیا جائے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا، غلو ہر دور میں شرک اور گمراہی کا موجب رہا ہے۔

تشریح و توضیحات آیت ۷۱ تا ۷۷

آیت ۷۱ میں اظہارِ بیان ہے کہ بنی اسرائیل نے فرض کرلیا اور ان کا گمان یہ رہا کہ اب کچھ سزا نہیں ہوگی اور راہِ حق دیکھنے میں نابینا ہوگئے / بصارت سے محروم ہوگئے اور بہرے پن کا روپ اختیار کیا، بعد مدت کے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رحمت فرمائی نظر کرم فرمائی اور پیغمبر بھیجا کہ وہ راہِ ہدایت کی طرف مائل رہیں لیکن اُن کی اکثریت اندھے اور بہرے بنے رہی توبہ کے قبول کے بعد بھی یہی عمل اُنہوں نے اختیار کیا اس کی سزا دوبارہ ملی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے کرتوت واعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

آیت ۷۲ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے کہ بلاشبہ وہ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ ''خدا تو یہی مسیح ابن مریم علیہ السلام ہے'' یہ تعبیر نصاریٰ کے عقیدہ حلول کی جس کے مطابق اللہ مسیح کے جسم میں تھا۔ بتایا گیا کہ نصاریٰ کا یہ عقیدہ صریحاً باطل ہے اور کُفر ہے گویا ایک گروہ اس بات پر کُفر کا مرتکب ہوا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننے لگا اور اُنہیں معبود بنالیا اور اُنہیں عبادت کا مستحق قرار دیا، گوکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ❶ تعلیم تو یہ تھی کہ اے بنی اسرائیل اللہ جَلَّ شانہٗ کی بندگی اختیار کرو اور اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو کیونکہ میرا اور تمہارا ربّ وہی ہے؛ جو اللہ تعالیٰ سے شرک کرے گا اس پر بہشت حرام ہے جنت کا حصول ربّ کی رضا پر موقوف ہے اور شرک کرنے والے کا ٹھکانہ تو دوزخ ہے ایسے ظالموں کو جو شرک عظیم جیسے گناہ میں مبتلائے بلا ہیں تو کوئی بھی تو اُن کا مددگار اور معاون نہیں!۔

آیت ۷۳ میں اظہارِ بیان ہے کہ بلاشبہ کافر وہ ہیں جو کہتے ہیں ''اللہ تین میں تیسرا ہے'' یہ قول فرقہ مرقوسیہ اور نسطوریہ کا ہے اکثر مفسرین بیان کرتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ جَلَّ شانہٗ مریمؑ اور عیسیٰ علیہ السلام تینوں الٰہ ہے اور الٰہ ہونا ان میں قدرِ مشترک ہے۔ العیاذ باللہ۔ (بحوالہ کنز الایمان، احمد رضا خاںؒ)

ایک گروہ اس بات پر کُفر کا مرتکب ہوا کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانا اور اُنہیں معبود بنالیا اور اُنہیں عبادت کا حق دار قرار دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم تو یہ تھی کہ اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو اور اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو، اللہ تعالیٰ اپنی صفات کاملہ اور ذاتِ اقدس میں یکتا ہے صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے پس اگر یہ کلمات کُفر اور طرزِ باطل سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کی تو اس کُفر پر ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

آیت ۷۴ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ بھلا کیا بات ہے آخر یہ لوگ اب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوکر معافی کیوں طلب نہیں کرتے اور گناہ اور معصیت سے تو اُنہیں توبہ کرلینی چاہئے، اس بہتان عظیم اور کُھلے شرک پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلینی چاہئے اور آئندہ اس حرکت سے باز آنا چاہئے، آخر کار اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیوں نہیں کرتے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی

---

❶ ..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کی گود میں ایام شیر خواری میں تھے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۟ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا'' اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھ کو نبی بنایا۔

Marfat.com

شانِ کریمی ہے کہ باغی اور گستاخ عمل، نافرمان جب شرمندہ اور پشیمان ہو کر عزم اصلاح کے لئے کوشاں رہیں تو تمام عمر کے جرائم اور گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آیت ۷۵ میں اظہارِ بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور معجزات ہر رسولؑ کے پاس بطور نبوت کے ثبوت کے ہوتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بھی ایک معجزہ ہے جو کسی نیک بخت ولی خاتون کا فرزند ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ صدیقہ تھیں، نبی نہ تھیں، جو نبوت ولایت کا ایک اعلیٰ اور ارفع منصب ہے مقامِ صدیقیت کی شان تو دیکھئے فرشتوں سے ہم کلامی کی سعادت ملی اور باری تعالیٰ سے گفتگو کرنے کا اعزاز دنیا میں ملا، ان تمام عظمتوں کے ساتھ ان میں خواص بشریت موجود تھے۔ ماں اور بیٹا دونوں کھانا کھاتے تھے، ان میں احتیاج کی ضرورت ہے انسان اپنی ہر ضرورت کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کا محتاج ہوتا ہے ذرا غور تو کرو ہم کس طرح اُن کے حقیقت کی واضح نشانیاں بتا رہے ہیں مگر ان کی غلط روش تو دیکھئے گمراہی کی سمت اور بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔

آیت ۷۶ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ اے حبیب ﷺ! آپ کہہ دیجئے کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی اختیار کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کے سوا تمہیں نہ کوئی نفع دینے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ تمہیں خسارے سے بچا سکتا ہے، بس ایک ربّ کی عبادت میں مُنہمک ہو جاؤ اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرو وہ سب کی سُن رہا ہے، سُن سکتا ہے اور ہر ایک کے حال سے بخوبی باخبر ہے۔

آیت ۷۷ میں اظہارِ بیان یہ ہے کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے آگے تجاوز مت کرو، اپنے دین میں ناحق زیادتی والی باتوں کو شامل مت کرو اور ایسے لوگوں کی راہ عمل پر مت چلو، جنہوں نے ایک مولود بشر کو خدا جان لیا، یہ غلو کا عمل وہ پہلو ہے جسے رہبانیت کا نام دیا جاتا ہے، نصاریٰ تقدس انبیاء میں اس قدر غلو کے مرتکب ہوئے کہ ان میں سے ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ اور خدا کا فرزند کہنے لگے اور ترک دنیا کر کے رہبانیت کی راہ اختیار کر لی، بتایا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کی بدعت کی پیروی سے اجتناب کرو، جو اس سے قبل گمراہ ہوئے اور بہتوں نے اور لوگوں کو گمراہی کی طرف مائل کیا لوگوں کی خرافات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت نہیں، اس آیتِ کریمہ میں عیسائیوں کو بتایا جا رہا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی تعلیمات پر اپنے عقائد کی اساس رکھو تم جو عقیدۂ تثلیث کے قائل ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا اس میں کوئی واسطہ نہیں اس تثلیث کے عقیدہ باطل کو چھوڑ دو اور حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کو مضبوطی سے تھام لو۔

Marfat.com

لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾

لعنت کئے گئے وہ لوگ جنہوں نے کُفر اختیار کیا بنی اسرائیل میں، داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبانی، یہ بہ سبب اس کے کہ وہ نافرمان ہوئے اور حد سے زیادہ نکل جاتے تھے۔(۷۸)

كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

منع بھی نہیں کیا کرتے آپس میں ایک دوسرے کو بُرائی سے، وہ بُرائی جو وہ سرانجام دیتے تھے، یقیناً وہ بہت ہی بُرے کام کرتے تھے۔(۷۹)

تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

ان میں سے بہتوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ دوستی کافروں سے رکھتے ہیں البتہ بہت ہی بُرا ہے وہ جو اُنہوں نے خود اپنے لئے آگے بھیجا، اللہ تعالیٰ اب تو اُن سے ناراض ہو گیا اور وہ عذاب میں ہمیشہ مُبتلا رہیں گے۔(۸۰)

وَ لَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور اگر وہ ایمان لائے ہوتے اللہ تعالیٰ پر اور اُن کے نبی پر اور اس پر جو اُن کی طرف نازل کیا گیا، تو کافروں سے رسم دوستی نہ کرتے، کیونکہ ان میں سے تو اکثر فاسق ہیں۔(۸۱)

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ضرور آپ ایمان والوں کا سب سے بڑا دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور یقینی طور پر دوستی میں ایمان والوں کے قریب تر آپ ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ (عیسائی) ہیں اس لئے کہ ان میں عبادت گذار/عالم اور درویش/تارک الدنیا فقیر موجود ہیں اور اُن میں تکبّر نفس نہیں ہے۔(۸۲)

الفاظ ومعانی آیت ۷۸ تا ۸۲

﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کُفر کیا۔ لُعِنَ، لَعْنٌ مصدر لعنت کی گئی/رحمت سے دور رہنے کی بدعا، قواعد کے مطابق فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ ﴿لِسَانِ﴾ زبان، قوت گویائی، قواعد کے مطابق اسم مفرد ہے۔

زبور حضرت داؤد علیہ السلام اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اُتری اور اب بھی رحمت اور خیر سے دور رہے یعنی لعنت قرآن حمید کے ذریعہ کی جارہی ہے جو آقا نامدار حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ ﴿وَ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ﴾ اور حد سے تجاوز کرنے والے، لعنت کرنے کے دو سبب ہیں۔

۱)......عصیان یعنی واجبات ترک کر دینا۔

۲)......محرمات کا مرتکب ہونا۔

﴿كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ﴾ نہیں منع کیا کرتے تھے، روکتے نہیں تھے۔ ﴿اِعْتِدَآء﴾ دین میں غلو کیا/بدعات کو اپنایا

Marfat.com

اور حد سے آگے بڑھ گئے۔﴿ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ﴾ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے غصہ کیا ان پر۔﴿ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ ﴾ البتہ نہ بناتے ان کو اپنا دوست اور مشرکوں کو اپنا دوست نہ کرتے ،اس واسطے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان اور توراۃ کا حکم یہ ہے کہ کافروں سے دوستی نہ کرو اور ''شاید اس سے منافق لوگ مراد ہیں اگر حضرت محمد ﷺ اور قرآنِ مجید پر ایمان منافق لوگ رکھتے تو کافروں کے ساتھ دوستی نہ کرتے۔ (بحوالہ تفسیر قادری ۱۸۸۷ء)

﴿ مِنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ ان میں سے نافرمان ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص کے اندر صحیح معنوں میں ایمان کی روشنی ہوگی وہ کافروں سے دوستی نہیں کرے گا۔﴿ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ ﴾ اور عداوت کی ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے یہود نے ، یہودیوں کے اندر عناد اور حق سے اعراض کا جذبہ موجود ہے نبی کو قتل کرنا اور ان کو جھٹلانا ان کا شعار ہے، اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی بھی سازش کی۔

﴿ قِسِّيْسِيْنَ ﴾ اس کا واحد قُس اور قیس ہے جب کوئی کسی شے کا مُتلاشی ہو اور اس کے پیچھے پیچھے لگا ہو تو کہا جاتا ہے قس الشی۔ (بحوالہ ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہؒ) قسیسین سے مراد ان کے علماء ہیں ممکن ہے یہ لفظ رومی زبان کا ہو اور تعریب کے بعد لغت عرب میں استعمال کیا جانے لگا۔﴿ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾ اور راہب مشائخ رعابد اور گوشہ نشین ہیں اور وہ غرور نہیں کرتے رُهبَانٌ سے مراد عبادت گذار۔

تشریح وتوضیحات آیت ۷۸ تا ۸۲

آیت ۷۸ میں اظہار بیان ہے کہ بنی اسرائیل کے کافروں نے تو ہر دَور کے نبی سے ناراضگی کا برملا اظہار کیا اور اُن کو پھٹکار رلعنت بھیجی گئی، حضرت داؤد علیہ السلام کی بات انہیں پشیمانی کا سبب بنی، جب انہوں نے رسول ہونے کا اعلان کر دیا اور یہی پیغام حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ نے دیا یہ اظہار برہمی اور غصہ کے اظہار کا سبب ان کا کُفر تھا وہ ربِّ جلیل کی اطاعت سے رُوگردانی کر رہے تھے اور حدود باری تعالیٰ سے آگے بڑھ رہے تھے۔

آیت ۷۹ میں بتایا جا رہا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرائی میں ملوث ہونے سے روکتے نہیں تھے، بعض لوگوں کا تو یہ حال تھا کہ خود تو بُرائی نہیں کرتے مگر اُنہیں کسی کی بُرائی سے کچھ دُکھ اور الم نہ ہوتا، ارتکاب بُرائی سے نہ روکنا بھی ایک جُرم ہے۔ بعض مفسرین نے اسی ترک نہی کو گناہ قرار دیا جو لعنت کو مُوجب ہوا۔ بہرنوع دونوں طرزِ عمل میں بُرائی کو دیکھتے ہوئے اس کا تدارک نہ کرنا خود ایک جُرم ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے عتاب اور عذاب کا سبب ٹھہرا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرو اور بُرائی سے روکا کرو، ظالم کا ہاتھ پکڑ لیا کرو۔ (بحوالہ ابوداؤد کتاب الملاحم)

آیت ۸۰ میں اظہارِ بیان ہے کہ ان میں سے بہت لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے رسم اُلفت نبھاتے ہیں، دوستی کرتے ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لائیں اور ساتھ ہی ساتھ کافروں کی دوستی سے باز آ جائیں اور اپنے عقیدہ کی اصلاح کی خاطر بُری صحبت کے بجائے نیک مجلس کی راہ اختیار کریں تو بہتری کی صورت ہوسکتی ہے لیکن ان میں سے تو اکثر بدکار اور نافرمان ہیں۔ یہ اہلِ کُفر کی دوستی اور تعلقاتِ رسم باہم کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے ناراض ہوا اور اسی

Marfat.com

ناراضگی کے سبب ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

آیت ۸۱ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور نبی پر جو نازل کیا گیا اس پر اس پر ایمان اور ایقان ہوتا تو یہ کافروں سے دوستی نہ کرتے عجیب رسم عمل ہے یہ لوگ باری تعالیٰ کی توحید کے مدعی ہیں اور انبیاء اور رسولوں کی اتباع کے دعویدار ہیں اور دوستی اور تعلقات ان سے ہے جو کھلے بُت پرست ہیں گویا ان میں سے اکثر فاسق وفاجر ہیں۔

آیت ۸۲ میں اظہارِ بیان ہے کہ اہلِ یہود، اہلِ نصاریٰ کے مقابلے میں مسلمانوں کی دشمنی/عداوت میں زیادہ سخت ہیں۔ حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ مشرکین بھی، نصرانی بھی، یہود بھی، یہ سب اسلام اور مسلمانوں کے عدو ہیں البتہ سب سے زیادہ قریبی دوستی میں اہل ایمان کے نصاریٰ ہیں۔ ''یہود اور مشرکین کی ایذا رسانی اور اسلام دشمنی کے مقابلے میں نصاریٰ کا رویہ قدرے بہتر ہے۔'' (بحوالہ امام ابن جریرؒ)

ان میں سے بعض زاہد و عابد/عالم اور درویش صفت ایسے ہیں جو تکبّر اور فخر وافتخار نہیں کرتے حالاتِ حاضرہ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اب تو اسلام کے خلاف یہودی اور عیسائی دونوں ہی ہیں اس لئے قرآنِ مجید میں دونوں سے دوستی رکھنے کو منع کیا گیا ہے۔

الحمدللہ پارہ ۶ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ

اختتام پذیر ہوا

۱۵/رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

☆......☆☆......☆

عذر ہائے من پذیر

سُورَۃُ النساء ۴ آیت ۱۴۸ تا ۱۷۶ سورہ المائدہ ۵ آیت ۱ تا ۸۲ پارہ (۶) لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کے مطالعۂ مضامین کی روشنی میں

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ

اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی بُرائی کا برملا اظہار مگر مظلوم کو اجازت ہے

الحمد لِلّٰہ ! اللہ ہے، کی سب سے بڑی دلیل خود میرا اپنا وجود ہے مجھے زندگی میں جو کچھ عطا ہوا، رزق، اولاد، عزّت، قلم بیان یہ سب اللہ سُبحانہٗ کے انعامات ہیں یہ سب کچھ انعام واکرام اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے کوئی نہیں دے سکتا تھا، یقین جانئے یہ کہنے پر حق بجانب ہوں کہ میں نے اپنے وجود سے اپنے رَبّ کو پہچانا ہے، یہ میرے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ مجھے مضامین قرآن کے مطالعہ کی سعادت ملی، یہ اللہ تعالیٰ کا لُطف بے پایاں اور رَحمت للعالمین کی کرم گستری ہے کہ پارہ ششم لَا یُحِبُّ اللّٰہُ پر مطالعہ کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ جی چاہتا ہے عرض کرنے کی جسارت کردوں، جس طرح زمزم صدیوں سے اُبل رہا ہے اور اُس کا پانی ختم نہیں ہوتا، اسی طرح قرآن کی عظمت اور عشقِ نبی ﷺ کے تذکرے کی حد یا کنارہ نہیں، ہم جیسے جو کچھ لکھنے کی کوشش کرتے ہیں اپنی بخشش کے لئے لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے ذکر کو ہمارے قلم وزبان کی احتیاج نہیں، حاجت مند ہم ہیں کہ اُن کے ذکر سے اپنی دُنیا سنوارتے اور آخرت کا توشہ پاتے ہیں، میرے چمنِ خیال میں جو کچھ تھا، روشنی کے اِس سفر کو تحریر کی شاخوں پر کھلا دیا ہے۔

مسلمانوں کو اعلیٰ اور ارفع درجہ کی تعلیم وتربیت کا درس دیا گیا

پارہ ششم لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کی ابتدائی آیات میں مسلمانوں کو اعلیٰ اور ارفع درجہ کی اخلاقی تعلیم وتربیت کا درس دیا گیا، منافقین، مشرکین اور یہودیوں نے تو شیوہ اختیار کر رکھا تھا کہ مسلمانوں کے راستے میں رکاوٹ پیدا کی جائے اور انہیں ستانے کی ہر کوشش کی جائے ان حالات میں مسلمانوں میں غصہ اور نفرت کے جذبات کا احساس ایک فطری بات تھی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ان کی بدگوئی اور برائی کو ظاہر کرنا پسند نہیں فرمایا، مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ ظالم کے ظُلم کے خلاف آواز بلند کرے اور ان کی بُرائیوں کا اظہار کرے۔

"یہ پیام دے گئی ہے مجھے صبح بادگاہی"

اے طالبِ حُسن وسُرور!...... نیکی "نیکی" ہے اس کو عیاں کردو یا پوشیدہ رکھو، ہر آدمی کو اختیار ہے "یہ پیام دے گئی ہے

سورۃ النساء رکوع ۲۱ آیت ۱۴۸ تا ۱۵۲ کا خلاصہ

Marfat.com

مجھے صبح بادگاہی'' کے مصداق نیکی کے اظہار سے دوسروں کو ترغیب ملے گی اور اس کو مخفی رکھنے سے اپنے اندر ریا کاری کا عنصر پیدا نہ ہوگا کسی کے عیب اور برائی کو معاف کردو، یہ حُسنِ عمل ہے۔

اے راہِ حق کے طلب گارو!......سوچو تو سہی اللہ ﷻ ہر بات پر کامل قدرت رکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اُسے وہ دیکھ رہا ہے جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں کو تسلیم نہیں کرتے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وہ اللہ کو نہیں مانتے، یا پھر رسولوں کی رسالت سے انکار کرتے ہیں کچھ کو مانتے ہیں کچھ سے انکار رگریز کرتے ہیں، یہ عجیب بات ہوئی، محض اللہ تعالیٰ کو ماننا اور اس کے رسولوں سے انکار، بھلا ایسا کرنے والے تو راہِ کُفر اختیار کئے ہوئے ہیں، اس کُفر کی بدولت وہ عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

''کتنے ناداں ہیں شعلوں کو ہوا دیتے ہیں''

اے طالبِ حُسن وعشق!......اہلِ کتاب کا دعویٰ تو دیکھئے! ہم کو تو عذاب نہیں ہوگا ہمارے رسول ہم کو بچالیں گے یہ محض انکار فریب ہے ''یہ کتنے ناداں ہیں شعلوں کو ہوا دیتے ہیں'' اللہ ﷻ نے کتنے رسول بھیجے اس سے قبل، ہر دور میں ان رسولوں پر ایمان لانا ضروری تھا اب محمد مصطفیٰ ﷺ کو قیامت تک نبی اور رسول بنا کر ارسل کیا ہے چنانچہ پارہ حٰمٓ (۲۶) سورۃ الفتح آیت ۲۸، ۲۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۲۸ۭ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ

وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے ہر دین پر غلبہ حاصل رہے اور اللہ کافی ہے شہادت دینے کے لئے۔ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل ہوا جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنا رسول نہ تسلیم کریں اُن کے لئے قرآن نے فیصلہ کردیا اللہ تعالیٰ اور سابقہ نبیوں کا ماننا ان کے کچھ کام آنے کا نہیں۔

ایمان کا تقاضا پورا کرنے سے پہلے، ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت لازمی جزو ہے۔

اے صاحبِ آرزو!......تمام رسولوں کو یکساں ماننا ہی مکمل ایمان میں آنے کی دلیل ہے کیونکہ تمام نبی اور رسول کا دین ایک ہے البتہ شریعت ہر زمانے کے لحاظ سے جُدا گانہ ہے ایمان کے تقاضے کی تکمیل سے پہلے ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت کا ہونا لازمی جزو ہے کیونکہ تمام دین کی اساس ان تینوں اُمور پر مشتمل ہے کسی ایک کا انکار سب کے انکار کے مترادف ہے اور ان سب کا باہم گہرا ربط اور تعلق ہے۔

''آئینہ اُن کو دیکھایا تو بُرا مان گئے''

اے نورِ شوق کے متوالو!......مدینہ کے یہودیوں کا مطالبہ محض عِناد اور بُغض کی عکاسی کرتا ہے ان کا کہنا ہے جس طرح

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تجلی باری تعالیٰ کے دیکھنے کے شوق میں گئے اور تختیوں پر تحریر کردہ تورات لے کر آئے اسی طرح حضرت محمد ﷺ آپ بھی آسمان پر جا کر لکھا ہوا قرآن الحکیم لے کر آئیں یہودیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سامنے اعلانیہ طور پر سامنے لاؤ اس کے بعد بھی وہ ایمان نہیں لائے۔ ماضی کے آئینہ میں یہودیوں کے جرائم کی ایک مختصر تاریخ ان کی داستانِ جُرم اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے پر، فرعون کے غرق آب ہونے اور بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے تک کہ جملہ واقعات کی طرف لطیف اشارات ملتے ہیں جن سے یہ بخوبی واقف ہیں ''آئینہ ان کو دکھایا تو بُرا مان گئے'' کے مصداق اس قوم کی بدقسمتی یہ رہی کہ عذاب میں مبتلا ہونے کے باوجود نہ ہی سچے دل سے اپنے انبیاء علیہم السلام کو تسلیم کیا بلکہ ان کے حکم کی نافرمانی کی اور ناحق ان کو قتل کیا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ تو بڑی حکمتوں والا ہے

اے اہلِ حُسن وعشق!......دیکھئے تو سہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کا حُسن سلوک کیا رہا مقام عبرت ہے اُن کی کُھلی نشانیاں اور معجزات کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اس کے منکر رہے حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان لگایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انہیں بچالیا، ان کو آسمان پر اٹھالیا، اللہ تعالیٰ تو بڑی حکمتوں والا ہے۔

قیامت سے قبل نزولِ مسیح کے موقع پر، اہلِ کتاب حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے یہودیوں کے ظالمانہ طرزِ عمل کی بنا پر بہت سی پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کر دی گئیں۔

جو لوگ اطاعت اللہ، اطاعت رسول اور ایمان کی حیاتِ نو سے منحرف ہو کر سرکشی اپناتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اے صاحبِ آرزو!......اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے سے روکنا اہلِ یہود کے ہاتھ مشغلہ آ گیا، سود لینا، لوگوں کے مال کا ناجائز طریقہ سے اپنانا، فریب دے کر مال ضبط کر لینا ان کا عمل بن گیا۔

ان آیات کی روشنی میں مسلمانوں کے کردار عمل پر غور کیا جائے تو احساس ہوتا ہے ہمارا معاشی اور سیاسی نظام، غرض یہ کہ تمام تر زندگی کا طرزِ عمل یہودیوں کی تاریخ کا ترجمان ہے، جو لوگ اطاعتِ اللہ اور اطاعتِ رسول اور ایمان کی حیاتِ نو سے منحرف ہو کہ سرکشی اور انکار کی روش اپنائے ہوئے ہیں ایسے لوگوں کے لئے گیتی کائنات اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

آخرت پر یقین کامل رکھنے والے اور نیکی کرنے والے اجرِ عظیم کے مستحق ہیں

اے صاحبِ حُسن وسرور!......اہلِ علم اور کامل ایمان رکھنے والے اور جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا اس کو صدق دل سے تسلیم کرتے والے، نماز قائم کرنے والے، ادائیگی زکوٰۃ کرنے والے اور آخرت پر یقینِ کامل رکھنے والے اَجرِ عظیم کے مستحق ہیں ''ان کی دنیا بھی اچھی اور آخرت بھی اچھی''۔

Marfat.com

بالآخر یہ سلسلہ نبوّت محمد ﷺ پر ختم کردیا گیا

اے صاحبِ حسن وعشق!......کیا تمہیں خبر نہیں رسول اللہ ﷺ پر کلام اللہ کا نزول ہوا، وحی کا سلسلہ تمام اَنبیاء پر جاری وساری رہا، ان میں بہت سے رسول وہ ہیں جن کا ذکر کیا گیا اور کچھ وہ بھی ہیں جن کے بیان کا تذکرہ نہیں ہوا، ہر دَور میں نسل انسانی کی بقاء اور احیاء کے لئے اصلاح وصلاح تربیت کا سلسلہ قائم رہا، مسلمان تو درحقیقت ہر نبی، رسول کو سچا اور برحق مانتا ہے اور وحی کو تسلیم کرتا ہے جو لوگ اَنبیاء کا انکار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے راہِ مستقیم پر چلنے کے لئے کسی پر جبر نہیں کیا، یہ راستہ کُفر کا جنہوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ گمراہی کی تاریکی میں ڈوب گئے یہ غلط راہ سمت ہے اور حرفِ غلط کی طرح غلط ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بات سنو، مانو اور عمل کرو، اسی میں تمہاری کامیابی مُضمر ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو!......حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں صحیح راستہ بتانے کے لئے جلوہ فگن ہوئے ہیں اُن پر ایمان لاؤ، رسول اللہ ﷺ کی بات سنو، مانو اور عمل کرو، اِس میں تمہاری کامیابی اور کامرانی مُضمر ہے اگر خاتم الانبیاء ﷺ کے بتائے ہوئے نظامِ زندگی سے راہِ فرار اختیار کروگے اور باطل وکفر کے نظامِ حیات کو اپناؤ گے اس میں تمہارا اپنا خسارہ ہے اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نقصان نہیں۔

اے صاحبِ حسن وسرور!......دین کی باتوں میں حد سے بڑھ جانے کی ضرورت نہیں! ربِّ جلیل کی شان میں وہ بات کہی جائے جو تمہیں رسول تعلیم دیں باقی تمام باتیں تمہارے خیالات کی اختراع ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہیں، وہ باری تعالیٰ کا ایک حُکم ہے جو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف سے آیا، عیسیٰ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کلمہ ''کُن'' سے معرض وجود میں آئے اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ ''عقیدۂ تثلیث'' کے قائل مت بنو، اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک مت کرو وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کی صفت یہ ہے کہ وہ تنہا ہے عبادت کے لائق ہے اس کی کوئی اولاد نہیں، ارض وسماء اس کا ہے ہر شے پر اللہ تعالیٰ کا اختیار کُلی ہے۔

''ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیان''

اے صاحبِ آرزو!......نہ تو مسیح ابن مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے میں عار ہے اور نہ مُقرب فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے مُنکر ہیں بلکہ فرشتے بھی اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جائے مرزا اسداللہ خان غالبؔ کے مصداق، ''ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے جی چُراتے ہیں کیا انہیں علم نہیں کہ ایک دن تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے یہاں اکٹھا ہونا ہے ان میں سے جو لوگ اہلِ ایمان ہیں احسن کام کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل میں جبین نیاز کو جُھکاتے ہیں اطاعت باری تعالیٰ میں خلوص دل سے عمل کرنے کو باعث سعادت سمجھتے ہیں اللہ کے انعامات اور اکرامات کے مستحق ہیں اجرِ عظیم اُن کا مقدّر رہے سکونِ قلب اور طمانیتِ قلب کی دائمی

Marfat.com

زندگی ان کا اعجاز ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی نہ ماننے والے، دُکھ پانے والے، دائمی عذاب میں مُبتلا کیے جائیں گے اور ان کو اس نارِ جہنّم سے نجات دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

اے نورِ شوق کے متوالو!...... یورپ کے کلیساؤں میں اذان کے بجائے مغربی تہذیب اور یہود کے طرزِ معاشرت کو اپناتے رہے ہو، یہ عصرِ جدید کی رنگین مزاج تتلی اور ''چشمِ آہو'' رکھے ہوئے نوخیز دوشیزہ اور یہ صنم خانہ کے مخمور اور مست بھورے، تمہاری تہذیب پر خنجر پھینک رہے ہیں، قرآن کی تعلیمات کا تمسخر اور مذاق اُڑا رہے ہیں، اور تم ہو کہ بے خبر ہو، بقول شاعر ع

خبرِ تحیّرِ عشق سُن، نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ وہ میں رہا، نہ تو رہا جو رہی سو بے خبری رہی

اے صاحبو!...... تمہارے پاس رَبّ کی طرف سے روشن کتاب، کتابِ حکمت و دانائی آگئی ہے وہ سورج کی طرح روشن روشن اور چاند کی طرح آب و تاب روشن ہے اس میں ہر اچھی اور بُری بات اور فکر عمل صاف صاف واضح ہے۔

یہ کتاب رُشد و ہدایت قرآن مجید ہے جن لوگوں میں بصیرت و بصارت ہے اور جن کی آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے وہ اس ''نورِ مُبین'' کی سچی باتیں صاف طور پر دیکھ لیتے ہیں ''آنکھ کافی نہیں ہے نظر چاہئے'' کے مصداق وہ اس کو سمجھ کر جان کر اُن اُمور کو اپنی زندگی میں حرزِ جان بنا لیتے ہیں جو لوگ حق و باطل میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اُن کی آنکھوں میں پردہ پڑ گیا ہے قرآن مجید کو اپنی زندگی کا دستورِ حیات بنانے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو سیدھی راہ دکھائے گا۔

جو بات اللہ، اور رسول اللہ ﷺ کے حُکم سے طے ہو جائے،
انہیں قبول کرنا ہی میں بہترین طریق عمل ہے۔

اے صاحبِ حُسن وسُرور!...... لوگوں نے میراث کے بارے میں جو سوال کیا اس میں ایک سوال کلالہ کے بارے میں بھی تھا، اگر میت کے والد ہو نہ فرزند مگر سگے بھائی یا سوتیلے بھائی بہن ہوں تو اُنہیں کس طرح حصّہ ملے گا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اگر میت کا وارث بہن بھائی کے علاوہ کوئی اور نہ ہو تو میراث کی تقسیم کا طریقہ یوں ہوگا۔

(۱)...... اگر وارث کی صرف ایک بہن ہے تو اس انتقال کرنے والے بھائی کے مال سے نصف حصّہ ہوگا۔ گویا بہن کا حصّہ جب والد اور کوئی اولاد نہ ہو بیٹی کے مساوی ہے۔

۲)...... اگر بہن انتقال کر گئی اور وارث صرف بھائی ہے تو اس بھائی کو، بہن کا تمام مل جائے گا۔

۳)...... اگر بھائی نے دو یا دو سے زائد بہنیں چھوڑی ہیں تو ان دونوں کو دو تہائی ملے گا۔

۴)...... اگر کئی بھائی بہن ملے جُلے رمخلوط وارث ہیں تو تمام تر مال ان میں اس طرح منقسم ہوگا کہ مرد کا ایک حصّہ اور عورت کا نصف حصّہ، یہ تمام تر اُمور تمہیں گمراہی سے محفوظ رکھنے اور راہِ ہدایت پانے کے لئے حق تعالیٰ سُبحانہٗ وتعالیٰ نے

Marfat.com

ارشاد کردیئے ہیں، جو بات اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے طے ہوجائے اسے قبول کرنا ہی بہترین طریق عمل ہے۔

سورۃ النساء کے اہم نکات پر ایک تجزیاتی اور مطالعاتی نظر:

سورۃ النساء کے اہم نکات پر مطالعاتی نظر ڈالی جائے تو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ مبارکہ اصلاحات پر مبنی اسلامی تعلیمات اسلامی طرزِ معاشرت اور طرزِ زندگی کی اصل ترجمان ہے۔ جس میں عورتوں کے بارے میں خصوصاً تعلیم نسواں، آدابِ نسواں اور حقوق نسواں کی تعلیم و تربیت کے اہم پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے اس میں خاندانی زندگی کی تشکیل نو، حیات کی اساس کا تذکرہ ہے۔ قرآن کی تعلیمات نے عیاں طور پر بتادیا ہے کہ وہ یتیم بچوں بچیوں اور بیواؤں کے ساتھ بہ طریق احسن پیش آئیں۔ ان کے حقوق کی ادائیگی کریں اور اُن کے مال و متاع کی نگہداشت حق و صداقت کے اصول پر کریں قرآن نے پہلی بار یہ مژدہ نو دیا کہ مرد کے حقوق عورت پر اور عورت کے حقوق مرد پر ہیں۔ بتایا گیا کہ قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کو شعائر زندگی بناؤ، صلہ رحمی اختیار کرو، زیرِ کفالت یتیموں کے ساتھ حُسن سلوک اور برتاؤ اچھا رکھو۔

اسلام نے عورت کا حق نہ صرف یہ کہ مقرر کیا بلکہ معاشرے میں پر عظمت مقام دلوایا، میراث کی تقسیم پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انتقال کرنے والوں کے مال میں سب حق داروں کا حصہ رترکہ مقرر کیا، بتایا گیا ہے کہ تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے ورثے زبردستی لے بیٹھو، پارہ ششم کی ابتدائی آیات میں مسلمانوں کو ایک اعلیٰ اور رافع اخلاق تعلیمات کا درس دیا گیا ہے جہاں تک نیکی کا معاملہ ہے اس کو عیاں کرنے اور پوشیدہ رکھنے کا ہر فرد و بشر کو اختیار ہے اہل کتاب کا یہ دعویٰ کہ ہم کو عذاب نہیں ہوگا ہمارے رسول بچالیں گے یہ ان کا فریبِ نظر ہے۔ محمد ﷺ کو تاقیامت خاتم الانبیاء بنا کر ارسل کیا گیا ہے تمام انبیاء کا دین ایک ہے ایمان کے تقاضے کی تکمیل کا انحصار ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت پر ہے۔ دعوتِ حق، ایمان، ایقان کا اعلان حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار ہے۔ اہلِ کتاب اور خاص طور پر یہودیوں کے غلط عقاید، غلط تصورات کی تردید ہورہی ہے۔ اجر و ثواب کے مستحق جن کا ایمان صحیح تمام باطل سے پاک ہے ربّ کی طرف سے ہدایت نامہ آگیا ہے۔

Marfat.com

عذر ہائے من پذیر

سورۃ المائدہ پارہ (٦) لَا یُحِبُّ اللّٰہ کے مطالعۂ مضامین کی روشنی میں آیت ا تا ۸۲

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ

اے ایمان والو! عہدو پیماں کو پورا کرو

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حکم دیا ہے اس کی دل و جان سے تکمیل اور تعمیل کی جائے!

اے راہِ حق کے طلب گارو!......اقرار کلمہ کے بعد اس کے عہد و پیمان کو اپنی ساری زندگی میں پورا کرنے کا عزم کرو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے اس کی دل و جان سے تکمیل اور تعمیل کی جائے، مویشی اور چوپائے حلال کردیئے گئے، حالتِ احرام میں خواہ حج کا ہو یا عمرے کا شکار کی اجازت نہیں ہے حرمت والے مہینوں میں جنگ اور قتال سے اجتناب کرو حرم میں قربانی کے لائے ہوئے جانور یا جن کے گلے میں بطورِ نشان/علامت پٹہ ڈال دیا جاتا ہے ان کی حُرمت اور تقدس کا خیال رکھو۔

نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے کی معاونت کرو!

اے صاحبِ آرزو!......نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی معاونت کرو معصیت کے کاموں میں ہرگز تعاون مت کرو نظام عالم کی اساسی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے انسان کا انسان کو مددگار اور ہمدرد ہونا چاہئے، ظلم اور جبر کے کاموں میں تعاون کرنے اور حمایت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ معاشرے کو ظلم سے پاک کیا جائے آج بھی کائنات گیتی میں امن قائم ہوسکتا ہے ظلم مٹایا جاسکتا ہے لیکن یہاں تو احوال کی صورت یہ ہے کہ ''انسان کی آنکھ خشک ہوگئی انسان کے ظلم سے، ظلم اور زیادتی میں ایک دوسرے کے شریک نہ بنو، یہ ایک اہم اصول ہے جو بتایا گیا ہے ہر مسلمان قدم قدم پر اس سے رہنمائی پاسکتا ہے، اے کاش! مسلمان اس اصول عمل کو اپنائیں۔

اے طالبِ حُسن و سرور!......تم پر حرام کیا گیا مردار، خون اور سؤر کا گوشت اور ایسا جانور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۲ پارہ سیقول ۲ میں وضاحت کی گئی ہے ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ

تم پر مردہ اور بہتا ہوا خون اور سؤر کا گوشت اور ہر وہ شے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا نام لیا گیا ہو حرام کردی گئی

سؤر کا گوشت حرام یوں ہے کہ یہ بے غیرتی اور بے حیائی میں بدترین ہے ایسا جانور بھی کھانا حرام ہے جسے گلا گھونٹ کر

ہلاک کیا گیا ہو یا کسی چیز میں اُلجھ کر دم نکل جائے، زمانۂ جاہلیت میں ایسے جانوروں کو کھالیا جاتا تھا شریعت نے اس سے منع کیا ہے وہ جانور بھی حرام ہیں جو اُستھان آستانے پر ذبح کئے گئے ہوں یہ اُستھان کعبۃ اللہ کے گرد بتوں کی جگہیں تھیں جہاں ان کے نام کی قربانی دی جاتی تھی، اسلام نے اسے حرام قرار دیا ہے، قبروں سے احوال قسمت دریافت کیا جانا اور فال معلوم کیا جانا یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

''باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم''

اے راہِ حق کے طلب گارو!......آج کے دن کافروں کی اُمیدیں، نا اُمیدی میں تبدیل ہوگئی ہیں وہ تمہارے دین کو ختم کرنے سے قطعی مایوس ہوگئے ہیں سواب ان سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں حجۃ الوداع کے موقع پر اس دین کی تکمیل کی بشارت ہوگئی، مسلمانوں کو حکم ملا، کُفر و باطل سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اب تمہارا دین اسلام ہے یہ نعمت تم پر پوری کردی گئی اس نعمت کے رقم رملنے پر یہ کہنا مناسب ہے ''باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم''۔ اقبال

(تمام چیزیں پاک کردی گئیں) ہر حلال طیّب ہے اور حرام خبیث!

تمام پاک چیزیں حلال کردی گئیں، ہر حلال طیب ہے اور ہر حرام خبیث یاد رکھئے وہ جانور جو اللہ کے نام پر بھی مختص کردیا جائے جو ذبحہ کے وقت اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے تو نہ صرف حرام ہے یوں کہئے کہ یہ تو قطعی طور پر شرک ہے، اہلِ کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ اُن کے لئے حلال ہے۔

اے صاحبِ عشق و سرور!......اہلِ کتاب کی ایماندار باعفت، اور پاک دامن عورتیں مسلمانوں پر حلال قرار دی گئیں ہیں انہیں حق مہر ادا کر کے باقاعدہ نکاح کرو، زنا سے بچو، خفیہ آشنائی عورتوں سے مت کرو، مخفی رپوشیدہ بدکاری سے اجتناب کرو، دورِ جدید کے ترقی یافتہ معاشرہ میں اہلِ کتاب کی عورتوں میں پاکدامنی مفقود ہے جو ایمان کے ساتھ کُفر کرے اُس کے عمل اکارت گئے، ایسی عورتوں سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہو تو بہت ہی گھاٹے کا سودا ہے آج کل کی صورت حال تو یہ ہے یہود و نصاریٰ ویسے ہی اپنے دین سے بے خبر بے نیاز اور باغی ہیں۔

قلب کا طاہر ہونا لازم ہے ایمان کی روشنی کی بقا کے لئے!

اے اہلِ آرزو!......کُفر اور آخرت کی رُسوائی سے بچنے کے لئے پاکیزگی لازم ہے کُفر کو تو دل کی نجاست اور آلودگی کا نام دیا گیا ہے ہر معصیت گُناہ قلب کو آلودگی میں ملوث کردیتا ہے جب آلودگی کی حد چھو لے تو دلِ حزیں کی طہارت کے لئے بدن کو پاک رکھا جائے باری تعالیٰ کے ساتھ ربط و عبادت برقرار رکھا جائے ہر حال میں فرائض کرترک کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے اب تکمیل فرائض کے لئے جسم کا پاک ہونا اور قلب کا طاہر ہونا لازم ہے ایمان کی روشنی کی بقاء کے لئے، نماز ضروری ہے اور نماز کے لئے طہارت[١] اور وضو شرط اوّل ہے، نماز کے لئے اپنے چہرے دھولیا کرو بازو اور

---

[١]......حالتِ جنابت، احتلام، بیوی سے مراجعت رہم بستری، حیض اور نفاس کا خون بند ہوجائے تو پاکیزگی یعنی غسل کیا جائے۔

کہنیوں تک دھویا کرو، سر کا مسح کرو، ٹخنوں تک پاؤں دُھوؤ، طہارت کے لئے پانی میسّر نہ ہو تو تیمّم کرو، تیمّم کا ذکر سورۃ النساء آیت ۴۳ پارہ وَ الْمُحْصَنٰتُ (۵) میں ارشادِ ربی ہے:

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ

''اور جس نے عورتوں سے مباشرت رصحبت کی ہو اور تمہیں پانی میسّر نہ آئے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے چہرے اور ہاتھ پر ملو''

ایک سفر میں مقام بیدا پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار کھو گیا جس کی تلاش میں رُکے رہنا پڑا نماز فجر کے لئے لوگوں کے لئے پانی نہ تھا، باوجود تلاش کے پانی میسّر نہ ہو سکا اس موقع پر آیتِ مبارکہ کا نزول ہوا جس میں تیمّم کی اجازت دی گئی۔ حضرت اسید بن حضیر ﷺ نے آیت مبارکہ سن کر کہا ''اے آل ابوبکرؓ تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے برکتیں عطا کی ہیں اور یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے تم لوگوں کے لئے سراپا برکت ہو'' (بحوالہ صحیح بخاری شریف، تفسیر سورۃ المائدہ)

اللہ تعالیٰ کے شکر کی توفیق بھی خود انعام باری تعالیٰ ہے

اے راہِ حق کے طالبو! تم پر اللہ تعالیٰ کی جو رحمتیں نازل ہوئیں ہیں انہیں یاد رکھو، تعمیل احکامات کے لئے عہد و پیمان پر قائم اور دائم رہو، اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید سے واقف کار ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو شکر کی توفیق بھی خود انعام اللہ ﷻ میں سے ہے جس نے اللہ کے انعام کو پالیا اس کا کیا کہنا۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ

اے صاحبِ ایمان!...... اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر حق پر ڈٹے رہو، سلامتی اور عدل کے ساتھ شہادت دینے والا بن جاؤ، کوئی کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسری قوم تمہیں دشمنی اور عداوت پر اُکسائے۔ آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے نگاہِ کرم میں عادلانہ شہادت کی کیا افادیت ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر ﷺ کہتے ہیں کہ میرے ابا حضور نے مجھے عطیہ دیا تو میری امّی نے کہا کہ اس عطیہ پر جب تک محمد ﷺ کو گواہ نہیں بنائیں گے تو میں راضی نہیں ہوں گی میرے ابو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ''تم نے اپنی اولاد کو اس طرح عطیہ دیا'' انہوں نے نفی میں جواب دیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ سے ڈرو! اور اولاد کے درمیان انصاف کیا کرو'' اور پھر فرمایا ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا'' (بحوالہ صحیح بخاری و مسلم کتاب الھبۃ)

اے صاحبِ آرزو!...... تقوٰی اپناؤ یہی مقصد اور مقصدِ زندگی ہے اپنا قلبی لگاؤ اور قلبی ربط حق تعالیٰ کے ساتھ اس پُختگی سے استوار کرو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت دل میں راسخ ہو جائے عدل کیا کرو جو تقوٰی کے قریب تر ہے جس نے راہِ کُفر اپنایا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی، تو ایسے لوگوں کو نارِ جہنم میں رہنا ہوگا، انصاف کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو چنانچہ آیت ۹ سورہ رحمٰن پارہ ۲۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝

اور انصاف کے ساتھ ترازو رمیزان کو ٹھیک رکھو اور تول میں تخفیف رکمی نہ کرو

Marfat.com

اے صاحبِ حُسنِ آرزو!...... اللہ ﷻ کے احسانات کو یاد رکھو، تم قدرے کمزور تھے، اہلِ قریش نے، اہلِ یہود نے، اور کُفار نے کوئی دقیقہ فراموش نہیں کیا کہ تمہیں نیست و نابود کر دیا جائے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ سب کو نامرادی اور ناکامی سے دوچار ہونا پڑا تمہیں غلبہ اور طاقت نصیب ہوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرو یہی تو مؤمن کی شان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ میثاقِ عہد کر کے عہد شکنی نہایت ہی بڑا جُرم ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... بنی اسرائیل سے میثاقِ عہد لیا گیا، جس کی تکمیل میں وہ ناکام ہوئے اور مسلمانوں کو لطیف انداز میں بتایا جا رہا ہے بنی اسرائیل کی طرح عہد و پیمان کو توڑنا شروع نہ کر دینا، کیونکہ بنی اسرائیل نے حقیقتِ حال سے واقف ہوتے ہوئے اس کے برعکس عمل پیرا ہوئے۔ اگر مسلمان بھی اپنی زندگی میں عہد شکنی کریں گے تو مسلمان بھی اس انجام سے نہ بچ سکیں گے، بنی اسرائیل کی تاریخ بتا رہی ہے اُن کے بارہ قبیلے تھے اللہ تعالیٰ نے ہر قبیلہ پر ان کے حالات پر نظر رکھنے کی خاطر نگراں مقرّر کیے تا کہ بے دینی اور اخلاقی بے راہ روی سے روکا جائے اور میثاق یہ لیا کہ "میں تمہارا مددگار رہوں بشرطیکہ تم نماز باقاعدگی سے پڑھتے رہو اور ادائیگیٔ زکوٰۃ کرتے رہو، میرے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے کی کوشش میں منہمک رہو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال صرف کرو گویا قرض حسنہ دیتے رہو اور جو ان باتوں پر عمل پیرا نہ ہو گا وہ راہِ ہدایت سے دُور ہوتا جائے گا اللہ تعالیٰ کے ساتھ میثاق عہد کر کے عہد شکنی کرنا نہایت ہی بڑا جُرم ہے۔

اب تو مسلمان بھی اس جُرم کا ارتکاب کر رہے ہیں اپنی خواہشات کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں نہ پاس اطاعت ہے اور نہ وعدہ نبھانے کی فکر و جستجو، ذوقِ عمل بدل گیا، عقل گُم کردہ، منزل کی تلاش میں ہے جس طرح یہودیوں نے توراۃ میں تحریف کر لیا، اہلِ نصاریٰ نے بھی انجیل کے احکامات کو طاقِ نسیاں سمجھ لیا اور بُھلا دیا اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت کی اور ان کے قلب سخت ہو گئے حالانکہ اہلِ کتاب کو بشارت دی گئی تھی خاتم الانبیاء جب جلوہ فگن ہوں تو اُن پر ایمان لانا اور اُن کی معاونت کرنا، اُن کی ستم ظریفی تو دیکھئے انہوں نے اپنی کتاب میں اس بات کا نام و نشان ہی مٹا دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات میں اختلافِ رائے ہونے لگا اور اس قدر شدت سے بڑھا کہ یہ ایک دوسرے کے عدو ہو گئے باہم جنگ آزما ہوئے اتفاق، اتحاد یکجہتی اور میل ملاپ کے جو رہنما اصول کتاب اللہ میں تھے اُن کو فراموش کر دیا اور گُمراہ ہو گئے۔

قرآن کتاب "ھدی للناس" ہے اس سے نورِ حق کی لطافت پاؤ

اطاعت اللہ، اطاعت رسول ﷺ پر عمل پیرا رہو۔

قرآن مجید جو کتاب "ھدی للناس" ہے اس سے نورِ حق کی لطافت پاؤ اور اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ﷺ کی تکمیل میں اپنی "حیات نو" کو سنوار لو۔ یہی عالمِ رنگ و بُو میں کامیابی کی دلیل ہے۔

عیسائیوں کے ایک گروہ نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو "ابن اللہ" اور تین خداؤں میں ایک ہونے کے غلط عقیدے

لا یحب اللّٰہ (٦) سورۃ المائدہ رکوع ۳ آیت ۱۲ تا ۱۹ / ۱۲ کا خلاصہ رکوع ۳ آیت ۱۲ تا ۱۹ / ۱۲ کا خلاصہ

Marfat.com

پر زور دیا، انہوں نے شانِ باری تعالیٰ اور اس کی عظمت کو سمجھا ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ جس کو چاہے معاف کرے اور جس کو چاہے عذاب دے

عیسائی ایک اور عقیدہ باطل لئے ہوئے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں تو دنیا میں اپنے معصیت کے سبب عذاب میں کیوں مبتلا ہیں، کبھی وبائی مرض طاعون انہیں آگھیر لیتا ہے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا مالک کل ہے اللہ تعالیٰ کے محبوب تو وہ ہیں جو صالح عمل کرتے ہیں اور گناہ سے بچتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، انہیں کوئی خوف و حزن نہیں۔

یہ نویدِ مسرت ہے کہ برائی کا ارتکاب کرنے والوں کو عذاب سے خبردار کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ جلوہ فگن ہوئے ہیں۔

ع　وہ دانائے سبل ختم رسل مولائے کل جس نے

غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا　اقبالؔ

تم کو وہ کچھ دیا جو کسی کو عطا نہیں ہوا!

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو نوید دی کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور اکرامات کو یاد کرو اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کا تذکرہ کرو اکثر بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے ہیں جن کو بادشاہت عطا ہوئی اور انعام ملا سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر ختم ہوا بنی آخر ختم الانبیاء حضرت محمد ﷺ بنی اسماعیل سے ہوئے۔ بنی اسرائیل کو انعام سے نوازا گیا من وسلویٰ کا اترنا، اور آنا، فرعون سے نجات پانے کے لئے دریاؤں میں راستہ بنا دینا، گویا اپنے زمانے میں یہ قوم فضیلت کے مقام پر فائز محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت اور رسالت کے بعد یہ اعزاز اور فضیلت امت محمدیہ کو ملا، چنانچہ آیت ۱۱۰ سورہ آل عمران پارہ لَنْ تَنَالُوا (۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

تم بہترین امت ہو جسے نوعِ انسانی کی بھلائی و راہنمائی کے لئے بنایا گیا ہے جو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور حق تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ اہل کتاب جس منصبِ امامت پر متمکن رہے ہر پہلو سے وہ اس کے لئے نااہل قرار پائے اور امت مسلمہ کو نوید دی جا رہی ہے کہ وہ منصبِ امامت پر فائز رہے۔

ہابیل اور قابیل کے واقعہ سے سبق سیکھو! ہابیل کا قتل درسِ عبرت ہے

اے صاحبِ حسن و عشق!...... کسی بے گناہ کو اپنی خواہش نفس کی تکمیل کی خاطر قتل کرنا اور ملک میں فساد برپا کرنا بہت عظیم گناہ ہے ہابیل اور قابیل کے واقعہ سے سبق سیکھو، ہابیل کا قتل درسِ عبرت ہے قابیل نے اپنی خواہش نفس میں اندھا ہو کر ہابیل کو قتل کر دیا۔

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے ''دوگُناہ ایسے ہیں جن کا بدلہ آخرت سے پہلے دنیا میں ملتا ہے ایک تو کسی کا حق مارنا، دوسرے رشتہ داروں کو ستانا اور قطع رحمی کرنا۔'' گیتی کائنات میں بنی نوع انسان کی بقا اور حقوق العباد کا دارومدار اس بات میں مضمر ہے کہ ہر ایک نے بشر کا تقدس برقرار رکھا اور اسی زندگی کی دوام اور بقاء کے تحفظ کی خاطر ایک دوسرے کی معاونت کی جائے بقول حالی:

یہی ہے عبادت یہی دین وایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں　　مسدس حالی

جو شخص کسی کی جان لیتا ہے وہ صرف ایک فردِ واحد پر ہی ظلم کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی خواہشِ نفس کی تکمیل سے یہ ثابت کرتا ہے اُس کا دلِ حزیں اپنے ابنائے نوع کی شفقت وہمدردی سے یکسر خالی ہے چنانچہ وہ تمام انسانیت کا عدو دشمن ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر یہ حُکم تحریر کر دیا تھا کہ بلاوجہ، اور عدالت کے فیصلے کے بغیر ارتکاب قتل، سارے انسانوں کو قتل کرنے کے مترادف ہے یہ توروش دنیا ہے کہ ایک کے دیکھا دیکھی دوسرے کو ہلاک کر دیا جائے۔ بے گناہ کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اے راہِ حق کے طالبو!...... جس نے کسی ایک آدمی کو زندگی بخشی یعنی زندہ رہنے دیا گویا غضب اور ناراضگی کے باوجود اسے قتل نہ کیا جائے یا شرف حاصل کرے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اُمت خیر ہونے کا اعزار اور اکرام برقرار رکھے۔

تورات کی کتاب گنتی باب ۱۳ اور ۱۴ میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دشتِ فاراں میں بنی اسرائیل کو اس علاقے کے کسی شہر پر حملہ کے لئے اُبھارا جو بارہ سردار پر مشتمل تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو فلسطین، شام کے حالات دریافت کرنے کے لئے روانہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہاں کے لوگ بڑے طاقت ور اور توانا ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو مقدس سرزمین (مراد کنعان کا علاقہ ہے) (بحوالہ تفسیر تدبر القرآن از مولانا امین احسن اصلاحی) میں داخل ہونے کو کہا اور رَبّ تعالیٰ کی طرف سے نوید بشارت سُنائی لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل عمالقہ سے جنگ کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ (بحوالہ ابن کثیر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے جہاد کرنے کی تلقین کی اور اس کو فتح کرنے کا حُکم دیا، اور اُس پر قبضہ کرنے کو کہا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، اور جہاد سے اعراض کیا[۱] اور خسارے میں جا پڑے، بنی اسرائیل نے بزدلی اور سرکشی کا مظاہرہ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا ''تم اور تمہارے رَبّ ہی جا کر لڑائی کرو ہم تو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں'' آخر کار اللہ تعالیٰ نے اُن پر غضب نازل کیا اور ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ یہ ان کا اپنا فیصلہ ہے، سو بطور سزا، انہیں چالیس سال اس جگہ گزارنے ہوں گے گویا جہاد سے اعراض اور انکار سے چالیس برس تک نظر بند ہو گئے ایک طرف تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی جس نے جہاد سے انکار کیا، اِس کے برعکس جنگ غزوۂ بدر پر محمد رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے آراء طلب کیں، تو باوجود وسائل کی کمیابی اور قلت تعداد کے جہاد میں شریک ہونے کا پُرعزم ارادہ کیا اور یہ کہا کہ ''یارسول اللہ (ﷺ)! ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح قومِ موسیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا'' (بحوالہ صحیح البخاری کتاب المغازی

[۱] ...... یہ میدان ''تیہ'' کہلایا جاتا ہے جس میں چالیس برس یہ قوم اپنی سرکشی اور اعراض جہاد سے پریشان حال رہی۔

Marfat.com

والتفسیر) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا گیا اِن فاسقوں کے بارے میں کبیدہ خاطر ملول ہونے کی ضرورت نہیں تبلیغ اور دین کی دعوت دینے کے بعد آپ علیہ السلام عند اللہ بری الذمہ ہو۔

دَرِ توبہ کُھلا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے

اے راہِ حق کے طالبو!...... کسی نے کسی ظالم سے کسی مظلوم کو قتل ہونے سے بچایا، حقیقت تو یہ ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو زندگی عطا کی یہ قصّہ یہاں پر مذکور ہوا اس کا سبب اور ایک ماحصل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دورِ رسالت میں یہودیوں کو اُن کی اس سازش پر، پُر حکمت انداز میں خبر کرنا تھا جنھوں نے رسول اللہ ﷺ اور اُن کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو قتل کرنے کی سازش کی ترکیب ترتیب دی تھی، ان یہودیوں میں قابیل جیسی صفتِ بد کے آثار پائے جاتے تھے اس لئے باری تعالیٰ نے اُن کو قتلِ نفس سے محفوظ رہنے کی سخت وعید اور تاکید کی ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہیں اور گیتیؔ کائنات میں فساد پھیلاتے ہیں یا اسلامی تعلیمات اور اسلامی آئین کے خلاف فتنہ فساد کے مرتکب ہوتے ہیں اور اسلامی حکومت میں امن وآتشی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ حُکم ہے کہ اُن کو قتل کیا جائے اُن کو تختہ دار پر لٹکایا جائے یہ ذِلّت وتذلیل دنیا میں اُن کے لئے مقدر رہے اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کا المناک عذاب اُن کے لئے ہے۔

جو لوگ احساس ندامت کو اپناتے ہوئے توبہ کرنے کا رویّہ اختیار کریں، درِ توبہ کُھلا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے اور مہربان ہے۔

ایسے اعمالِ حسنہ کو اپناؤ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مل جائے

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی خوشنودی پانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا قرب اور پکا وسیلہ اور رضا تک پہنچنے کی راہِ عمل اختیار کرنی چاہئے گویا اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ کے متلاشی رہو ایسے اعمالِ حسنہ کو اپنایا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مل جائے۔ سورۃ الفجر پارہ ۳۰ عَمَّ آیت ۲۸ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾

چل اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی

نویدِ مسرّت جنت پانے والوں کو براہِ راست اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملے گی

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ نوید بشارت جنت پانے والوں کو براہِ راست اللہ جل جلالہ کی جانب سے ملے گی حدیثِ مُبارکہ میں مقامِ محمود کو بھی وسیلہ کہا گیا ہے جو بہشت میں اللہ کے رسول ﷺ کو عطا کیا جائے گا رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے جو اذان کے بعد میرے لئے دعا وسیلہ ''اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ'' کرے وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔ (صحیح بخاری کتاب الاذن، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ)

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ (٦) سورۃ المائدہ رکوع ٥ آیت ٢٧ تا ٣٤ کا خلاصہ　لَا یُحِبُّ اللّٰہُ (٦) سورۃ المائدہ رکوع ٦ آیت ٣٥ تا ٤٣ کا خلاصہ

Marfat.com

اے صاحبِ آرزو!...... ذرا سوچو تو سہی جس کا عمل اور راہِ عمل کُفر پر مبنی ہو اور دنیاوی زندگی کا لائحہ عمل نظریاتِ کُفر پر مُبنی ہو وہ یوم قیامت اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچ نہیں سکتا اس کے لئے دائمی عذاب ہے۔

ازروئے قانون عورت اور مرد برابر ہیں

اگر مرد چوری کرے یا عورت چوری کی مُرتکب ہو جائے اور ثبوتِ باہم مل جائے تو اُن کے ہاتھ ایک بار میں ایک ساتھ کاٹ دیئے جائیں یہ اُن کے کرتوتِ عمل کی سزا ہے اور مقامِ عبرت بھی، تا کہ دوسرے نصیحت پائیں حضور اکرام ﷺ کے فرمان کے مطابق پہلی مرتبہ چوری پر سیدھا ہاتھ قلم کیا جائے گا البتہ ترکاری، پھل کی چوری میں کھانے اور پرندے اور کم تر چیزوں کی چوری میں ہاتھ قلم نہیں کیا جائے گا اس سزا میں حکمت راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبہ سب پر عیاں ہو اور چور کو ایسی سزا ملے کہ دیگر لوگ لرز لرز جائیں اور غلط کام سے اجتناب برتیں۔

اے صاحبِ آروزئے حق!...... کتنا اچھا ہو اگر مملکت پاکستان میں اسلام کی یہ تعزیرات کو نافذ العمل کیا جائے اور عرصہ قلیل میں پاکستانی معاشرہ کے حالات میں یکسر تبدیلی آسکتی ہے اور جرائم سے نجات عین ممکن ہوسکتی ہے۔

درِتوبہ پھر بھی کُھلا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا قُرب اور رضا حاصل کرنے کے لئے اور اُخروی ذلت سے بچنے کے لئے اگر عاصی نے اپنے گناہوں رمعصیّت سے توبہ کر لی اور اصلاح کی طرف راہِ حق اختیار کی تو ربِّ جلیل یقیناً توبہ مبرور فرماتا ہے اور بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اے نورِ شوق کے متوالو!...... کیا تم کو خبر نہیں ارض وسما کا اصل مالک ومختار اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے چاہے عذاب سے دوچار کرے اور جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کردے اگر کوئی کم نصیب سعادتِ توبہ ہی سے محروم رہا اپنے ساتھ خود زیادتی کی، حالتِ کُفر پر موت نے دستک دی تو ہمیشہ جہنم اس کا مقدّر رہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اہلِ کُفر وشرک کے ایمان لانے پر اور ہدایت کی راہ نہ پانے پر جو حزن وملال ہوا اس پر حق تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو غم رنج وملال نہ کرنے کی تلقین کررہا ہے اُن لوگوں کی بداعمالی اور تسلسل کے ساتھ بدکرداری اور کرتوت کے سبب اُن کے دل اصلاحِ نفس کے قابل ہی نہیں اب ان کا مداوا ناممکن ہے۔

فیصلہ حق وانصاف کے مطابق کیا جائے گا

یہودیوں کی روش کا عالم تو یہ ہے کہ لگائی بُجھائی کرتے اور جاسوسی کرنے والے ہیں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آتے ہیں باتیں سنتے ہیں اور بیان کچھ اور کرتے ہیں اور اپنے مقدمات حضور اکرم ﷺ کے پاس لاتے تھے اللہ تعالیٰ نے حُکم دیا اے حبیب ﷺ! آپ کو اختیار ہے ان کا فیصلہ کریں یا اُنہیں ٹال دیں آپ ﷺ کو اختیار ہے فیصلہ حق وانصاف کے مطابق کیا جائے، کسی کی خاطر معصوم پر گراں گذرتا ہے تو گراں گذرے یہ لوگ بھی عجیب ہیں نہ ان کا ایمان توراۃ پر ہے اور نہ قرآنِ حکیم پر انہوں نے دین کو مشغلہ سمجھ لیا ہے۔

لایحب اللہ (۶) سورۃ المائدہ رکوع ۶ آیت ۳۵ تا ۴۲ کا خلاصہ

لایحب اللہ (۶) سورۃ المائدہ رکوع ۶ آیت ۳۵ تا ۴۳ کا خلاصہ

Marfat.com

جولوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلے سے انکار کریں وہی کافر، بدکار اور فاسق ہیں

اے صاحبِ آرزو!...... یہودیوں پر تورات کا نزول ہوا جس میں ہدایت اور نور ہے اس نورِ ہدایت سے اخلاص قلبی اور قُربِ باری تعالیٰ نصیب ہوتا ہے اس کے بعد انجیل عطا ہوئی جس کی تعلیمات کا محور پہلی کتاب کی تصدیق تھی کچھ احکامات جو سخت تھے ان میں نرمی کا پہلو نمایاں تھا بعض باتیں جن کو تورات میں حرام قرار دیا گیا وہ اس میں حلال کردی گئی ہیں پھر عیسائیوں کو تاکید کی گئی کہ انجیل کے احکامات پر مکمل طور پر عمل کیا جائے اس میں نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کے جلوہ فگن ہونے کی بشارت تھی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم تھا، انہوں نے اس حکم کی قطعی پرواہ نہ کی اِن احکامات کو پوشیدہ رکھا یا اس کا مفہوم ومعنی ہی تبدیل کردے حالانکہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کی اِس کتاب کی حفاظت کے لئے کہا تھا جولوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلے سے انکار کریں وہی مکمل طور پر کافر ہیں وہ بدکار اور فاسق ہیں۔

اُمت کو تعلیم دی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کتاب سے ہٹ کر لوگوں کی خواہشاتِ نفس کی تعلیمات کے مطابق اور اپنے نظریات اور افکار کی روشنی کے مطابق فیصلے گمراہی کی علامت ہے جس کی اجازت نبی کو نہیں تو اور کسی کو کیا ہوسکتی ہے؟۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو یہ اختیار دے دیا ہے جس طرح چاہے زیست کا سامان کرے!

اے نورِ شوق کے متوالو!...... اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ جس طرح چاہے زیست کا سامان کرے، لیکن وائے ناکامیٔ عمل حضرت انسان نے اپنے کو فرقہ بندی کے جال میں پھنسا لیا فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں کے مصداق ہر گروہ اور فرقے نے جُدا جُدا راستے اختیار کرلئے اور نئے نئے قانون وضع کر لئے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل رہا کہ اِن سب کو ایک مُدتِ عمل کے لئے مُہلت بخشی تا کہ دیکھا جائے کہ کون کس سمت پر ہے کیونکہ سورۂ ملک آیت (۲) پارہ ۲۹ تَبٰرَکَ الَّذِیْ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے

یہ کائنات رنگ وبُو ایک امتحان گاہ ہے

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... ربِّ جلیل چاہتا تو سب کو ایک راستے پر دائم اور قائم کرسکتا تھا لیکن آزمائش کی خاطر جُدا جُدا راستوں کو بھی رہنے دیا اور "صراطِ مستقیم" کی علامت کا تعین کردیا اور بنی نوع انسان کے لئے تمام تر سودمند باتوں کو یکجا کردیا اور واضح کردیا سب کا دین ایک ہے شریعت اور قانون شرع ہر زمانے میں جُدا جُدا رہے راہِ ہدایت اور عمل صالح کے لئے کوشش میں انسان کو سرگرم عمل رہنا چاہئے یہ کائنات رنگ وبُو ایک امتحان گاہ ہے مسلمانوں کو استقامت

Marfat.com

اور عدل وانصاف سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

حضرت محمد ﷺ پر جو کتاب اُتاری گئی وہ فیوض وبرکات اور کیفیات کے لحاظ سے پہلی کتابوں سے افضل ہے یہ کتاب قرآن حکیم ہے یہ اصلاح نفس اور تزکیۂ نفس کرتی ہے اور حق کی تصدیق کرنے کے ساتھ باطل اوہام کو رد کرتی ہے۔

یہود ونصاریٰ کو دوست اور غمگسار نہ سمجھا جائے

تمام کافر ایک دوسرے کے دوست اور ندیم ہیں

اے راہِ حق کے طلب گارو!...... یہود ونصاریٰ کو دوست اور غمگسار ندیم نہ سمجھا جائے اُن سے انصاف وعدل کا رویہ تو رکھا جائے لیکن صرف انسانی ہمدردی اور حقوق انسانی کے ادائیگی کے ساتھ اُن سے ایسی دوستی کا بھرم نبھانے کی ضرورت نہیں جس سے اسلام اور بقا اور احیائے اسلام کے امتیازی نشانات ہی مٹنا شروع ہو جائیں تمام کافر ایک دوسرے کے دوست اور ندیم ہیں، جو کوئی تم میں سے اُن سے ایفائے دوستی نبھائے وہ اُن ہی میں سے ہے، جو لوگ عدو اسلام سے ترک معاملات رتعلقات نہیں کرتے وہ خود ہی اپنی جانِ حزین اور مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

''رزم حق باطل ہے تو فولاد ہے مؤمن''

دشمنانِ اسلام سے تعلقاتِ دوستی کا نتیجہ دنیاوی تذلیل، رُسوائی آخرت کے عذاب الیم کے سوا کچھ بھی تو نہیں اہلِ ایمان کی خوبی یہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں نرم خو اور دُشمن کے مقابلے میں سخت سے سخت ''ازمِ حق باطل ہے تو فولاد ہے مؤمن'' بقول اقبال۔

اے صاحبِ عشق وحُسن!...... اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ بھی، مؤمن کو رفیق بنانا حزب اللہ میں شمار ہوتا ہے ایسے لوگ دوسروں سے مغلوب نہیں ہوتے۔

حد درجہ نافرمانوں کو ربّ کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ تمسخر کرنے کا کیا حق ہے

ایک مسلمان کے لئے اپنے دین کے سوا کوئی معظم اور لائق تقدّس نہیں یہودی ونصاریٰ اور مشرکین مسلمانوں پر استہزاء اور تمسخر کر کے ان کا مذاق اُڑاتے ہیں جب دین پر عمل کرنے کے لئے اور ہدایت کی راہ اپنانے کے لئے پُکارا جاتا ہے تو اس سے بدظن ہوتے ہیں اور شعائر اللہ کے تقدّس کو برقرار نہیں رکھتے نازیبا کلمات کا اظہار کرتے ہیں جو ان کی حماقت اور بے عقلی کا ثبوت ہے وہ جہالت کی تاریکی اور نادانی عمل میں مُبتلا ہیں ان کی عجیب کیفتِ احوال ہے کہ وہ دلی طور پر توحید کو مانتے ہیں نہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق اور ان کی حُرمت کا پاس رکھتے ہیں۔

اے صاحبِ آرزو!...... مقامِ فکر ہے انصاف کی رو سے بتایئے تو سہی! حد درجہ نافرمانوں کو ربّ کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ تمسخر کرنے کا کیا حق ہے؟ ربِّ جلیل نے ان پر غضب وعتاب نازل کیا، جس کے سبب سابقہ دور میں بعض کو بندر اور بعض کو سؤر بنا دیا گیا جس نے ربّ کی بندگی سے راہِ فرار اختیار کی اور شیطانوں کی غلامی کی راہ اپنائی انصاف کی

Marfat.com

نظر سے پرکھا جائے تو یہی لوگ بدترین خلائق ہیں۔

رَبِّ جلیل جب کسی قوم کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس قوم کے لوگوں پر نافرمانی اور معصیّت کا اثر بڑھ جاتا ہے اور درویش اور علماء کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ شیطان کے حرکات وسکنات میں مُبتلا ہوجاتے ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل توراۃ اور انجیل پر عمل ہے

اے طالبِ حُسن وعشق!......اپنی سرکشی اور شرارت کی روش سے اگر اہلِ کتاب اپنے سلوک عمل سے تائب ہوکر رسول اللہ ﷺ پر جو قرآن الحکیم نازل ہوا اس پر ایقان اور ایمان لے آتے، پرہیزگاری اپناتے تو توبہ کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا ہے اللہ ﷻ انہیں کمالِ فضل اور کمالِ رحمت سے اُخروی اور کائنات گیتی کی نعمتوں سے سرفراز کرسکتا ہے قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا توراۃ اور انجیل پر عمل ہے۔ اگر اہلِ کتاب توراۃ اور انجیل پر تحریف نہ کرتے، کاملِ ایمان لاتے، قرآن جو ان کی تصدیق کرتا ہے پر ایمان لاتے تو رحمت باریٔ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں اُن پر ہوتی اور سماوی برکات اور ابرِ رحمت کا نزول ہوتا۔

قرآن کا فہم عطاءِ رَبِّ جلیل ہے

اے طالبِ حُسن وسرور!......قرآن کا فہم عطائے رَبِّ جلیل ہے جو کچھ بھی حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا اس کو بلاخوف آپ ﷺ کو لوگوں تک پہنچانے کا حکم ملا اس پیغام کے دینے میں کوئی کوتاہی سرزد ہوگئی تو کوتاہی فرائض منصبی کے ادائیگی میں ہوگی باری تعالیٰ جب کسی کو اپنا رسول منتخب کرلیتا ہے تو اہلِ کتاب کی مخالفت اور دُشمنی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کافروں کو کبھی بھی راہِ ہدایت نہیں دیتا رَبِّ جلیل ہر جُرم کی سزا فوری نہیں دیتا بلکہ مجرم کو ڈھیل دی جاتی ہے عجیب ستم ظریفی ہے بنی اسرائیل اس ڈھیل سے بے نیاز ہوگئے۔

اے صاحب آرزو!......سوچو تو سہی انسان جب اپنی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے تو جلد ہی تباہ کُن آفت وبلا میں مُبتلا ہوجاتا ہے بنی اسرائیل نے بھی ایسی ہی روش اختیار کرلی، انہوں نے اپنے نبی اور رسول کی باتوں پر عمل نہ کیا انہوں نے سمجھانے کی کوشش کی تو اُنہیں جان سے مار ڈالا[1] جن لوگوں نے انبیاء کی تکذیب کو اپنا شعار بنالیا اُن کی تعلیمات کو فراموش کرلیا نتیجہ کیا ہونا تھا یہی نا کہ گیتی کائنات میں اُن پر عذاب مُسلّط ہوئے۔

اے راہِ حق کے طلب گارو!......بغیر اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا لائق عبادت نہیں ایک واحد اللہ تعالیٰ ہے جو عبادت کا مستحق ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اے اہلِ کتاب! اپنے مذہب میں حد سے آگے مت بڑھو کہ بندوں کو خدا کہنے لگو جھوٹے معبود کسی کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکتے اور نہ کوئی نفع، یہ اختیارِ کُل صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ حقیقتِ احوال تو یہ ہے کہ یہ صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

---

[1]......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مارنے پر آمادہ ہوگئے اور ایک گروہ نے تو حد کردی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو خدا بنا دیا یہ کُفرِ عین ہے کبھی کہا ایک نہیں تین ہیں، تثلیث کے قائل ہوئے کبھی تین میں ایک، کبھی بیٹا کہا، کبھی خود خدا ہونے کا اعتراف کیا یہ سب کچھ تو فریب ہے۔

لا یحب اللّٰہ (۶) سورۃ المائدہ رکوع ۹ آیت ۶۷ تا ۷۷ کا خلاصہ

سورۃ المائدہ رکوع ۱۰ آیت ۶۷ تا ۷۷ کا خلاصہ

Marfat.com

اے صاحبِ آرزو!......ذرا فہم وفراست کے دائرہ عمل کو اپناؤ تو اس بات کا علم ہوگا کہ تمام کُتبِ سماوی میں مذکور ہے کہ کافروں پرلعنت کی گئی ہے لعنت کے تین محرکات تھے:

۱)......عصیان، ترک واجبات اور محرکات کا مرتکب ہونا۔

۲)......اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا۔

۳)......دین میں غلو کرنا۔

بنی اسرائیل نے تو حد ہی کردی ان کی بدخصلت اور عادات کے سبب حضرت داوٗد علیہ السلام جن پر زبور کا ظہور ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن پرانجیل کا نزول ہوا نے انہیں ملعون کی فہرست میں شامل کرلیا اب راہِ ہدایت قرآن کا پیام ہے کہ اس لعنت سے چھٹکارا پانا ہے تو حضرت محمد ﷺ کا دینِ اسلام قبول کرلو یہی تمہارے لئے بہترین راہِ عمل ہے۔

اگر صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ پر اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتے تو کبھی کی گمراہی کی سمت نہ جاتے لیکن وائے افسوس! شریر اور شرپسند لوگوں کے آلہ کار بن گئے، بھلا اس حقیقت سے کیا انکار کہ مسلمانوں کے ازلی دُشمن یہود اور مُشرک ہیں دورِ جدید کا المیہ تو یہ ہے کہ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے خلاف یہودی اور عیسائی دونوں ہی کوہِ گراں بنے ہوئے ہیں قرآن میں دونوں ہی سے رسم التفات بڑھانے اور دوستی کرنے سے منع کیا ہے۔

اے صاحبِ حُسن وعشق!......اظہارِ جرأت کی تکمیل میں عرض کرنے کی جسارت کررہا ہوں۔ ع

بُتِ جمود وتعطّل کو توڑنا ہے مجھے
ضمیرِ خواب زدہ کو جھنجوڑنا ہے مجھے
خُدا گواہ! کہ آتشِ نفس ادیب ہوں میں

ہے نبض شاہد فطرت پہ انگلیاں میری
نظر شناس ہوں نظریں ہٹی کہاں میری
خُدا گواہ! کہ آتشِ نفس ادیب ہوں میں

ظلمت کو مٹانا ہے مجھے
حق بات بتانا ہے مجھے
خُدا گواہ! کہ آتشِ نفس ادیب ہوں میں

لقیط کوٹی

رموزِ اوقاف قرآنِ مجید

ہر زبان کے اہلِ زبان، جب باہم گفت وشنید کرتے ہیں تو کہیں کہیں رُک (ٹھہر) جاتے ہیں، کہیں پر رُکنا اور ٹھہرنا کم ہوتا ہے کہیں پر تو زیادہ ٹھہر جاتے ہیں۔ اور کہیں پر بالکل کم ٹھہرتے ہیں۔ گو صحیح اندازِ گفتگو، اور بیان کا صحیح مطلب سمجھنے میں اس اندازِ تکلّم اور اندازِ تخاطب کو بڑا دخل ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ قرآنِ حکیم کی عبارت بھی گفتگو کے انداز کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے، اور نہ ٹھہرنے کی مختلف علامتیں مقرّر کردی ہیں۔ ان علامات کو رموزِ اوقاف قرآنِ مجید کے نام سے مُوسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنے والوں کے لئے یہ امر ضروری ہے اِن رموز کو تلاوت کرتے وقت ملحوظ رکھیں۔ یہ علاماتِ رُموز درج ذیل ہیں۔

o ...... چھوٹا سا دائرہ وہاں لگا دیتے ہیں جہاں بات پوری ہو جاتی ہے۔ دراصل گول (ت) جو بصورت (ۃ) لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقفِ تام کی علامت کہلاتی ہے اس علامت پر ٹھہرنا چاہیے، اب (ۃ) تو لکھنے کا رواج نہیں رہا۔ اب (ۃ) تو نہیں لکھی جاتی ہے چھوٹا سا ''دائرہ'' بنا دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں، دائرہ پر اگر کوئی علامت نہ ہو تو ٹھہر (رُک) جانا چاہیے، ورنہ علامت کے مطابق عمل کیا جائے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ علامت ''o'' دائرہ آیت کے ختم ہو جانے کی نشانی ہے۔

جہاں صرف علامتِ دائرہ ہو، وہاں پہنچ کر ٹھہر جانا چاہیے۔ دائرے کے اوپر ''لا'' درج ہو تو ٹھہرنا اولیٰ ہے۔ ضرورت ہو تو ٹھہر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں، دائرے پر جو رمز وقف بھی ہوگی۔ وقف ووصل کے لئے اسی کا اعتبار ہوگا۔ یہ آیت کوفی ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو دائرہ کا ہے۔

م ...... لفظ لازِم کا مختصر ہے۔ اس رمز سے پہلے کلمے پر ''ٹھہر'' جانا لازمی ہے۔ گویا یہ علامت وقفِ لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے، اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال یہ ہوسکتا ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے، اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ کسی سے یہ کہنا ہو کہ ''اٹھو۔ مت بیٹھو'' جس میں قواعدِ گرامر کے لحاظ سے 'اٹھنے' کا اَمر اور 'بیٹھنے' کی نہی ہے۔ تو اٹھو، پر ٹھہرنا لازم ہوا، اگر ٹھہرا نہ جائے تو ''اٹھومت۔ بیٹھو'' ہو جائے گا۔ جس میں ''اٹھنے'' کی نہی اور بیٹھنے کے اَمر کا احتمال ہے۔ اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

ط ...... وقفِ مطلق کی علامت ہے مُطلَق کا مخفف ہے اس رمز سے پہلے کلمے پر مطلقاً ٹھہر جانا چاہئے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب واضح اور پورا نہیں ہوتا، اور بات کہنے والا ابھی مزید کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج ...... وقف جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

Marfat.com

ز...... یہ علامت وقفِ مجوّز کی ہے۔ یعنی یہ وقفِ جائز کی رمز ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ یہاں سے تجاوز کر جانا، یعنی گزر جانا چاہئے۔

ص...... یہ علامت وقفِ مرخص کی ہے۔ یہ لفظ مُرَخّص کا مختصر ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے۔ لیکن پڑھتے پڑھتے، سانس ختم ہو جائے یا کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو "ص" کی رمز وقف سے پہلے کلمے پر ٹھہر جانے کی رخصت ہے۔

صلے...... یہ اَلْوَصلُ اَوْلٰی کا مختصر ہے۔ وَصلُ وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق...... قِیْلَ عَلَیْہِ الْوَقْفُ ۔ (کہا گیا کہ اس مقام پر وقف ہے) یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل...... قَدیُوْصَلُ کا مخفف ہے یہاں ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کہیں نہیں، بوقت ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔

قف...... یہ لفظ قف ہے۔ یُوْقَفُ عَلَیْہِ کا مخفف، جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ یہاں سانس روک کر وقف کرنا چاہیے۔

سکتہ...... یہ سکتہ کی علامت ہے، یہاں سانس لیے بغیر کسی قدر ٹھہر جانا چاہیے، پڑھنے والا، یہاں کسی قدر ٹھہر جائے سانس نہ توڑے۔

وقفہ...... یہ لمبے سکتہ کی علامت ہے، یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے۔ لیکن سانس نہ توڑیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ سکتہ اور وقفہ میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ 'سکتہ' میں کم ٹھہرنا چاہیے، اور وقفہ میں قدرے زیادہ۔

لا...... "لا" کے معنی 'نہیں' کے ہیں، 'لا' کی علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے، اور کہیں عبارت کے اندر عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہو تو بعض کا خیال ہے کہ ٹھہرنا چاہیے، بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہیے، لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب کی وضاحت میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

علاماتِ متفرقہ

ک...... کَذٰلِکَ کا مخفف ہے۔ اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ جو رمز پہلی آیت میں آچکی ہے۔ اس کا حکم اس پر بھی ہے۔

ؔ...... یہ نقطے، تین نقاط والے ہوتے ہیں دو 'وقف' کے قریب قریب آتے ہیں۔ ان کو (مُعَانَقَہ) 'معانقہ' یا مُراقبہ کہتے ہیں کبھی اس کو مختصر کر کے (مع) لکھ دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دونوں وقف گویا معانقہ کر رہے ہیں۔ معانقہ حاشیہ پر لکھی جاتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ تین جملوں میں سے جن دو کو چاہو ملا لو۔ حاشیہ پر 'مع' ہوتا ہے دو آیتوں کے درمیان دو مقام پر " ؔ " دیئے جاتے ہیں۔

وقف معانقہ میں پہلے تین نقطوں پر وصل کر کے دوسرے تین نقطوں پر وقف کیا جائے، یا پہلے تین نقطوں پر وقف کر کے دوسرے تین نقطوں پر وصل کیا جائے۔

Marfat.com

قواعدِ عربی کے چند آسان اُصول

۱)......کلمہ: ہر بامعنیٰ لفظ کو ''کلمہ'' کہا جاتا ہے اس کی تین اقسام ہیں (ا) اسم، (ب) فعل، (ج) حرف۔

(۱) اسم......وہ ہے جو کسی شئے کا نام ظاہر کرے مثلاً کِتَابٌ (کتاب)، مَاءٌ (پانی)

(ب) فعل......جو کسی کام کے ماضی (گذشتہ)، موجودہ اور آئندہ ہونے کے معنی کا اظہار کرے۔ ماضی: گذرا ہوا زمانہ، حال: موجودہ زمانہ، مستقبل: جن میں آنے والا زمانہ پایا جائے، مثال کے طور پر ذَھَبَ: وہ گیا، یَذْھَبُ: وہ جاتا ہے یا جائے گا۔

فعل کی چار اقسام ہیں، ماضی، مضارع (حال و مستقبل)، امر و نہی

(ج) حرف......جو اسم اور فعل کے مابین رابطہ کا کام سرانجام دے یا باہم دو اسم کو ملا کر ان کے معانی پورے کرتا ہو، کسی بھی حرف کے معنی دوسرے لفظوں سے مل کر واضح ہوتے ہیں۔

عربی زبان کے چند حروف اور ان کے عمومی معانی: فِیْ (میں)، مِنْ سے، کَ مانند، علٰی پر، اِلٰی طرف، عَنْ سے، حَتّٰی تک یا یہاں تک، بِ ساتھ، لِ لئے وغیرہ وغیرہ، الفاظ کے ساتھ مثالیں۔ فِی الْجَنَّۃِ: جنت میں، اِلَی الْبَیْتِ گھر تک، عَلَی الْمَلٰئِکَۃِ فرشتوں پر۔

۲)......حرکاتِ عربی......(َ) زبر، (ِ) زیر، (ُ) پیش، میں سے ہر ایک کو حرکت کہا جاتا ہے، اور اعراب بھی کہا جاتا ہے دو زبر (ً) دو زیر (ٍ) دو پیش (ٌ) کو تنوین کہا جاتا ہے جس حرف پر تشدید (ّ) ہو وہ مُشَدَّد کہلاتا ہے، مثلاً مُحَمَّدٌ میں دوسرا ''میم'' مُشَدَّد ہے۔

(۱)......رَفع یا ضمہ پیش (ُ) کو کہتے ہیں۔ وہ حرف جس پر (ُ) پیش ہو مَرْفُوْع کہلاتا ہے اور وہ لفظ بھی مَرْفُوْع کہلاتا ہے جس حرف کے آخر میں پیش ہو جیسے کِتَابُ یا کِتَابٌ اس میں بُ، بٌ مرفوع ہیں اور کِتَابُ کِتَابٌ دونوں مرفوع ہیں۔

(ب)......نَصَب، فَتحہ: (َ) زبر کو کہا جاتا ہے اور مَنصوب، مفتوح وہ حرف، لفظ ہے جس کے آخری حرف پر (َ) زبر یا (ً) دو زبر ہوں۔ جیسے رَحْمَۃَ، رَحْمَۃً، میں ر، م، اور ۃ مفتوح ہیں اور رَحْمَۃَ پورا مفتوح ہے اس لئے کہ آخری حرف پر زبر (َ) یا دو زبر (ً) ہیں۔

(ج)......جَر یا کسرہ (ِ) کو کہا جاتا ہے مجرور یا مکسور وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر زیر (ِ) یا (ٍ) دو زیر ہوں جیسے نَفْسِ نَفْسٍ۔

(د)......سُکون: جزم (ْ) کو کہا جاتا ہے اور مجزوم یا ساکن وہ حرف یا لفظ ہے جس پر، یا جس کے آخری حرف پر جزم ہو مثال کے طور پر لَمْ یَفْتَح۔

۳)......مذکّر اور مؤنث: ہر اسم ان دو حالتوں مذکّر اور مؤنث میں ہوتا ہے۔ مذکر کی مثال: رَجُلٌ، مرد، اَحْسَنُ، خوبصورت حسین مرد۔ مؤنث کی مثال:......اِمْرَاۃٌ عورت۔ حُسْنٰی، خوبصورت عورت۔

۴)......واحد تثنیہ اور جمع، ایک کو واحد، دو کو تثنیہ اور دو سے زائد کو جمع کہا جاتا ہے۔ واحد مذکر کی مثال......عَبْدٌ بندہ، عَابِدٌ عبادت گزار۔ واحد مؤنث کی مثال......عَابِدَۃٌ عبادت گزار عورت، مُؤْمِنَۃٌ، ایمان والی عورت۔

(ا)......تثنیہ بنانے کا قاعدہ: واحد کے آخر میں ان یا ین لگانے سے تثنیہ بن جاتا ہے ان دونوں سے پہلے والا حرف مفتوح ہونا چاہیے۔ مثلاً عَبْدٌ سے عَبْدَیْنِ، اَمَۃٌ سے اَمَتَیْنِ۔

(ب)......جمع بنانے کا قاعدہ (یعنی جمع سالم) اسم واحد مذکر کے آخر میں وْنَ بحالت رفع یا یْــنَ (بحالت نصب و جر) بڑھانے سے جمع بن جاتا ہے اسے جمع سالم کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں واحد کی صورت سلامت رہتی ہے۔ مثال کے طور پر مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ، (بحالتِ رفع) یا مُسْلِمِیْنَ، (بحالت نصب و جر) مُؤْمِنٌ سے مُؤْمِنِیْنَ اسم مؤنث ہونے کی صورت میں اس کے آخر میں، ات کا اضافہ ہوتا ہے، یعنی علامت مؤنث کو حذف کر کے، اگر پہلے سے موجود ہو جیسے مُسْلِمَۃٌ سے مُسْلِمَ پھر، مُسْلِمَاتٌ۔

Marfat.com

(ج)......جمع مکسر: یہ جمع کی ایسی قسم ہے جس کے بنانے کا کوئی خاص قاعدہ/اصول نہیں، بلکہ یہ صرف سننے پر یا چند مخصوص اوزان پر آتی ہے اسے جمع مکسر کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس میں واحد کی صورت ٹوٹ جاتی ہے مثال کے طور پر، رُسُلٌ، رَسُوْلٌ کی جمع ہے، یاد رہے! بہت سارے لفظوں کی تذکیر و تانیث، وحدت اور جمع غیر قیاسی ہوتی ہے گویا ان کا کوئی قاعدہ/ضابطہ نہیں ہوتا، جس کی رو سے وہ بنیں، ایسے لفظوں کو "سماعی" کہا جاتا ہے جو اہلِ زبان سے سُنے گئے ہوں۔ مثال: خَلِیْفَةٌ واحد مذکر اس کی ۃ تانیث کی نہیں ہے اسی طریقہ سے سَنَةٌ (سال) جو مؤنث ہے اس کی جمع سِنُوْنَ آتی ہے (جو خلاف قیاس ہے) اِمْرَاۃٌ کی جمع نِسَاءٌ آتی ہے اسی طرح سے اَرْضٌ مؤنث کا صیغہ ہے (جو بظاہر مذکر معلوم ہوتا ہے)۔

۵)......قیاسی اور سماعی الفاظ: جو الفاظ کسی قاعدہ کی رو سے بنائے جائیں انہیں قیاسی کہا جاتا ہے جو بغیر کسی کُلیہ کے یعنی اہلِ زبان کی گفتگو کے مطابق بولے جائیں انہیں سماعی کہا جاتا ہے۔

۶)......مرکّبات: دو یا دو سے زائد کلمات باہم مل کر مرکّب بنتے ہیں، مرکّب کی دو اقسام ہیں۔

(ا) مرکّب تام: مرکّب تام وہ ہے جس میں کوئی بات پوری طور پر سمجھ میں آجائے مثال: اَللّٰہُ لَطِیْفٌ: اللہ باریک بین ہے، اَلرَّجُلُ حَسَنٌ: مرد حسین ہے۔

(ب) مرکّب ناقص: مرکّب ناقص وہ ہے جس میں بات پوری طور پر سمجھ میں نہ آسکے بلکہ وہ بات ادھوری ہی رہے۔ مثال: رَجُلٌ حَسَنٌ (کوئی ایک خوبصورت مرد) مرکّب ناقص کی کئی قسمیں ہیں پہلے کی صفت/خوبی بتائے۔ مثال: رَجُلٌ، صَالِحٌ، کوئی ایک نیک مرد، یہاں لفظ صَالِحٌ لفظ رَجُلٌ کی خوبی نیکی کا اظہار کرتا ہے۔ پہلے لفظ کو موصوف اور دوسرے کو صفت کہتے ہیں، یہ بات یاد رہے کہ اُردو میں عربی کے برعکس صفت پہلے آتی ہے اور موصوف بعد میں آتا ہے۔ عَذَابٌ عَظِیْمٌ، بڑا/شدید عذاب، اگر موصوف واحد استعمال ہو تو صفت بھی واحد ہوگی۔ مرکّب اضافی وہ مرکّب ہے جس کے دونوں جزو اسم ہوں، اور پہلا دوسرے کی جانب منسوب ہو، اگر بزبان اردو ترجمہ کیا جائے تو بالعموم اس میں (کا، کے، کی) میں سے کوئی لفظ استعمال ہوتا ہے، مثال: رَسُوْلُ اللّٰہِ (اللہ کا رسول) اس میں پہلا لفظ رَسُوْلُ مُضاف ہے اور لفظ اَللّٰہ مُضاف الیہ ہے عربی زبان میں مضاف پہلے آتا ہے اور بعد میں مضاف الیہ۔

۷)......اسمِ ضمیر: وہ اسم جو دوسرے اسم (ظاہر) کی جگہ آئے اس کو ضمیر کہا جاتا ہے مثال: یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (اے آدمؑ تو اپنی اہلیہ کے ساتھ رہ) اس میں اَنْتَ (تو) اور کَ (تیری) ضمیریں ہیں، اور ان کا مَرجع (یعنی جس کی طرف ضمیر لوٹے) اٰدَمُ ہے جو اسم ظاہر ہے۔ ضمیر کی دو قسمیں ہیں، (ا) منفصل جو فقرے میں بالکل الگ تھلگ مستعمل ہو جیسے، اَنْتَ، اُوپر کی مثال میں ملاحظہ فرمایئے۔ اَنْتَ وَزَوْجُکَ (ب) متصل، جو کسی اسم یا فعل کے ساتھ مل کر ایک کلمہ کی نوعیّت اختیار کریں، جس طرح وَزَوْجُکَ میں کَ۔

۸)......اَسْماءِ الاشارہ: اسم اشارہ سے مراد جن سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے یہ دو قسم کے ہوتے ہیں، اشارہ قریب: یہ ایک کتاب ہے، هٰذَا کِتَابٌ اشارہ بعید کے لئے وہ کتاب ذٰلِکَ الْکِتَابُ ان دونوں مثالوں میں هٰذَا اور ذٰلِکَ اسماء اشارہ ہیں اور کتاب مشارٌ الیہ۔

۹)......اسم موصول: جس سے کسی خاص چیز کا پتہ چلتا ہو، اس کو اسم موصول کہا جاتا ہے، اور جس کا مفہوم اس کے بعد آنے والے جملہ سے پورا ہو، اس جملے کو اس کا صِلہ کہا جاتا ہے مثال: بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس میں اَلَّذِیْنَ اسم موصول ہے اور اٰمَنُوْا اس کا صِلہ ہے۔

۱۰)......مادہ: عربی زبان میں حروف اصلی یا بنیادی حروف کو مادّہ کہا جاتا ہے یہ مختلف افعال اور اَسْماء میں سے تین سے پانچ تک ہوتے ہیں تمام تر اسم مُشتق کے حروف اصلی اپنے صیغہ ماضی، (واحد غائب مذکر) سے پہچانے جاتے ہیں۔ مثال: ناصر اسم مشتق ہے، جس کا مادّہ نصر، نَصَرَ سے ہے، جو در حقیقت صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہے، نَصَرَ اس نے مدد کی، نَاصِرٌ الف کے اضافے کے ساتھ اسمِ فاعل ہے۔ مصدر: یعنی جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا بغیر زمانے کے معلوم ہو، کسی بھی مادّہ کے معانی کا صدور اس کے مصدر سے ہوتا ہے، مثال: عَبَدَ مادّہ ہے جب کہ عِبَادَةٌ /عبادت کرنا، تَعْبِیْدٌ، غلام بنانا اس کے مصدر ہیں نصر مادّہ ہے اور نَصْرٌ (مدد کرنا) مصدر ہے۔

۱۱)......فعل ماضی: فعل ماضی کے مختلف صیغوں کی تبدیلی ان حروف کی بناء پر ہوتی ہے، ا، و، ت، م، ن اور تمن ماضی مطلق حروف کی گردان، یعنی جس

Marfat.com

کا فعل معلوم ہو، اس کو بالعموم حرف ماضی لکھا جاتا ہے فَعَلَ، اس ایک مرد نے کیا، واحد، غائب مذکر فَعَلَتْ اس عورت نے کیا، واحد غائب مؤنث، فَعَلْتَ تو ایک مرد نے کیا واحد مخاطب/حاضر مذکر، فَعَلْتِ، تو ایک عورت نے کیا، واحد، مخاطب/حاضر مؤنث، فَعَلْتُ، میں نے کیا، واحد متکلم مذکر و مؤنث، فَعَلْنَا ہم نے کیا، تثنیہ جمع متکلم، مذکر مؤنث۔ ماضی مجہول: یعنی جس کا فاعل نہ معلوم ہو، ماضی کے پہلے حرف پر (ُ) پیش اور ماقبل آخر یعنی آخری سے پہلے پر (ِ) زیر لگانے سے ماضی معروف ماضی مجہول بن جاتا ہے جیسے فَعَلَ سے فُعِلَ۔

۱۲)...... فعل مضارع: اس میں حال اور مستقبل کے دونوں معنی آتے ہیں ماضی سے پہلے ی، ت، (الف)، ن لگا کر یا اس میں کچھ تبدیلی کر کے مضارع بنایا جاتا ہے، اور انہی کو علامتِ مضارع کہتے ہیں، مضارع معروف جس کا فاعل معلوم ہو، اس کو بھی عام طور پر حروف مضارع لکھا جاتا ہے۔ مثال: یَفْعَلُ، وہ کرتا ہے، کرے گا۔ واحد غائب مذکر، تَفْعَلُ وہ کرتی ہے، کرے گی، واحد غائب مونث اَفْعَلُ، میں کرتا ہوں، کرتی ہوں، کروں گا، کروں گی، واحد، متکلم مذکر، مؤنث۔ مضارع مجہول: جس کا فاعل نہ معلوم ہو، مضارع معروف میں علامت مضارع کو (ُ) پیش اور ماقبل آخر کو (َ) زبر دینے سے مضارع مجہول بن جاتا ہے، یعنی یُفْعَلُ، مثال: یَعْلَمُ، وہ سکھاتا ہے یُعَلَّمُ، وہ سکھایا جاتا ہے، یَقْبَلُ، وہ قبول کرتا ہے یُقْبَلُ، وہ قبول کیا جاتا ہے۔

۱۳)...... فعل امر و نہی: امر کے معنی حکم کے ہیں فعل امر وہ ہے، جس میں کسی کام دینے کا حکم ظاہر ہو، فعل نہی جس میں کسی کام سے روکا جائے۔ امر حاضر جس میں مخاطب کو حکم دیا جائے فعل مضارع کی علامت ہٹا کر اس کی جگہ، ہمزۃ الوصل، یعنی وہ وصل کر کے پڑھنے میں نہیں آتا، مثال: وَانْصُرْ، اس میں ''ا'' نہیں پڑھا جاتا، لکھا جاتا ہے، اور آخری حرف پر جزم آجاتا ہے، اِفْعَلْ تو ایک مرد کر، اِفْعَلِیْ تو ایک عورت کر، واحد مؤنث اِفْعَلَا، تم دو مرد کرو، اِفْعَلُوْا، تم سب مرد کرو، جمع مذکر، اِفْعَلْنَ، تم سب عورتیں کرو، جمع مؤنث۔ نہی حاضر! یعنی جس میں مخاطب کو کسی کام سے روکا جائے لَا تَفْعَلْ تو ایک مرد نہ کر واحد مذکر، لَا تَفْعَلِیْ تو ایک عورت نہ کر واحد مؤنث۔ لَا تَفْعَلَا تم دو مرد/دو عورتیں نہ کرو تثنیہ مذکر، لَا تَفْعَلُوْا تم سب مرد نہ کرو، صیغہ جمع مذکر، لَا تَفْعَلْنَ تم سب عورتیں نہ کرو جمع مؤنث۔

۱۴)...... مُعرب و مبنی: جن لفظوں کے آخر میں اعراب یا حروف بدلتے رہتے ہیں ان کو مُعرب کہا جاتا ہے، یہ اعراب اور حروف کا تبدیل ہونا قیاسی ہوتا ہے، جب کہ اس کے علاوہ جو لفظ ہیں ان کو مبنی کہا جاتا ہے۔ مثال: عِلْمٌ کو بعض مرتبہ جملے میں عِلْمًا لکھا جاتا ہے، رَحْمَةٌ یا رَحْمَةً وغیرہ اسم معرب ہیں۔

۱۵)...... فعل ماضی کی اقسام: ماضی کے شروع میں ''مَا'' لگادینے سے ماضی منفی بنتا ہے۔ ماضی قریب: ماضی پر قَدْ اضافہ کر دینے سے اکثر ماضی قریب کے معنی ہو جاتے ہیں مثال: قَدْ جَآءَ، وہ آیا ہے۔ ماضی بعید کَانَ ماضی پر لگا دینے سے ماضی بعید ہو جاتا ہے، کَانَ ذَهَبَ، وہ گیا۔ ماضی استمراری کَانَ مضارع پر لگا دینے سے یہ ہو جاتا ہے، مثال: کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، وہ کرتے تھے۔

۱۶)...... اسم مشتق و جامد: وہ اسم جو مادہ و مصدر سے بنایا جائے، اسم مشتق کہلاتا ہے، جب کہ جامد وہ ہے جو کسی دوسرے لفظ سے نہ نکالا گیا ہو، بلکہ اپنا الگ مستقل وجود رکھتا ہو اسم مشتق کی حسب ذیل قسمیں ہیں۔

اسم فاعل: یہ اس ذات کو بتاتا ہے جو کام کرنے والا ہو، اسم مفعول: یعنی وہ ذات جس پر فعل واقع ہو، صفت مشبہ: یہ اسم اس ذات کو بتاتا ہے جس میں مصدری یا کوئی وصف پائیداری کے ساتھ پایا جائے۔ اسم تفضیل: اس ذات کو بتاتی ہے جس میں مصدری معنی اوروں کی نسبت زیادتی کے ساتھ پائے جائیں۔ اسم مبالغہ: جو کسی فعل میں کوئی خوبی، کثرت اور شدت کے ساتھ بتائے۔ اسم ظرف زماں، مکان۔ ظرف مکان وہ ہے جو وقوع فعل کی جگہ کو اور ظرف زماں وقوع فعل کے وقت کو بتاتا ہے۔ اسم آلہ: یہ اس آلہ کو بتاتا ہے جس سے کوئی کام لیا جائے۔ اسم صفت وہ ہے جس میں اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ اسم تفضیل اور اسم مبالغہ موجود ہو۔

۱۷)...... کلمات الاستفہام: یعنی وہ حروف جن سے کوئی سوال یا چیز معلوم کی جائے۔ مَا، مَاذَا، اَیُّ، کَیْفَ، اَنّٰی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

احوالِ واقعی

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ! تفسیرِ عزیزی کا پارہ لَایُحِبُّ اللّٰہُ (۶) اشاعت وطباعت کے مرحلے سے گذر کر آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ اللہ ﷻ کے فضل وکرم اور توفیق سے حسبِ وعدہ پارہ ششم آپ کے ہاتھوں میں ہے ذوقِ قرآن فہمی کو اُجاگر کرنے کی سمت، میری تحریر اور کوشش کو آپ نے تحسین کی نظر سے دیکھا، آپ کی کرم فرمائی اور عنایت کا خلوصِ دل اور عقیدت سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ جزاکم اللہ

اے ربِّ جلیل! یہ صرف محض آپ کا فضلِ عظیم اور کرمِ عمیم ہے، باری تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں ہے کہ اس عاجز ناچیز، حقیر، بے مایۂ علم وعمل کو ایک والہانہ ذوق وشوق عطا فرما کر تفسیرِ عزیزی کو مرتّب کرنے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائی۔ الحمد للہ

یاذُوالجلال والاکرام! اپنی رحمتِ خاص، الطاف ونوازش سے اِس تحریری کوشش کو بھی اپنی مُربّیانہ بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرما! آمین ثم آمین۔

یا اللہ! جن دیگر نفوسِ قدسیہ کی مُتبرّک تصانیف سے میں نے اِستفادہ کیا ہے اُن کی ارواح پاک پر اپنی خاص رحمتوں کا دائماً نزول فرماتے رہیے! اور ان سب کو اپنے مقاماتِ قرب ورضا میں بلند درجات عطا فرمایئے۔ آمین

یا اللہ! اس تفسیر کے مطالعہ کرنے والوں کو بھی اس کے تمام تر علمی وعملی ذخائر سے بہرہ اندوز فرمایئے اور اے اللہ! اپنی اطاعت اتباعِ اسوۂ رسول حضرت محمد ﷺ کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

تفسیرِ عزیزی کی اشاعت وترتیب میں جن احباب نے میری رہنمائی کی، معاونت کی، مُفید مشوروں سے حوصلہ بخشا اور جنہوں نے فکری اور عملی طور پر میری ہمت افزائی کی اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاکم اللہ

آخر میں اُن تمام بزرگوں، احباب واغیار کے لئے اظہارِ تشکر، جنہوں نے میرے کام میں رہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

الرقوم

شب قدر ۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

مطابق ۲۱ اکتوبر ۲۰۰۶ء یوم جمعۃ المبارک

۹۲۷/۱۸ امن آباد فیڈرل بی ایریا کراچی، پاکستان

احقر العباد

محمد لقیط خان عفا اللہ عنہ

Marfat.com

حرفِ چند

نام	محمد لقیط خان
ولدیت	مولوی عبد البسیط خانؒ
جائے پیدائش	حیدر آباد دکن
وطن	کوٹ، فتح پور ہسوہ، یوپی، ہندوستان
تعلیم	ایم بی اے۔ ایم اے۔ ایل ایل بی
فیضِ تربیت	حضرت مولانا مطلوب الرحمٰنؒ برادر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

خطیب / جنرل سیکریٹری مسجد اعظم، سی ایریا، لیاقت آباد کراچی

ناظم تعلیمات (جامعہ مدرسہ نور القرآن لیاقت آباد، کراچی)

Marfat.com

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ

حکومت پاکستان

رجسٹریشن نمبر: R.R.OAUQ200/338

تاریخ: ۲۱/۲/۲۰۰۷

تصدیق نامہ

میں نے تفسیر عزیزی پارہ (۶) کے متن قرآن کریم کو

بغور پڑھا جو کمی نظر آئی اصلاح کر دی گئی۔

اب الحمدللہ اس میں کوئی غلطی نہیں انشاءاللہ۔

محمد شفیق

رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف سندھ

Marfat.com

تفسیر عزیزی

از محمد لقیط خاں

پارہ تیس (۳۰)

عَمّ

تقسیم کنندگان سے طلب فرمائیے

ادارہ نشریاتِ ولی

Marfat.com

تفسیر عزیزی

از محمد لقیط خاں

(۱) پارہ اوّل ...... الٓـــمٓ

(۲) پارہ دوئم ...... سَیَـــقُـــوْلُ

(۳) پارہ سوئم ... تِـلْكَ الـرُّسُـلُ

(۴) پارہ چہارم (۴) ...... لن تنالوا

(۵) پارہ پانچ (۵) ...... والمحصنٰت

(۶) پارہ چھ (۶) ...... لایحب اللّٰہ

تقسیم کنندگان سے طلب فرمائیے

پارہ (۷) واذاسمعوا .... (زیرِ طبع)

ادارہ نشریاتِ ولی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أفلا يتدبرون القرآن أم على قلوب أقفالها

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا انکے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں

(سورۃ محمد آیت ۲۴ القرآن الحکیم)

تفسیر عزیزی

پارہ (٦) لا یحب اللہ

محمد لقیط خان

Marfat.com